

حیاتِ سعدی<sup>رض</sup>

یعنی

سیرتِ سعید بن ابی وقاص<sup>رض</sup>

فاتحِ عراقِ عسکر



مؤلف<sup>ہو</sup>

طالبِ ہاشمی



ناشران

قومی کتب خانہ رجسٹرڈ ریلوے روڈ لاہور۔

PANJAB  
UNIVERSITY  
LIBRARY

DATA ENTERED

جلد حقوق بچوں پبلشر محفوظ ہیں

۱۹۵۳ء

سیرت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

۱۹۵۳ء

مصنف : طالب ہاشمی

ناشر : محمد نصیر ہمایوں

برائے قومی کتب خانہ - لاہور

طابع : نسیم ہمایوں

مطبع : تعمیر پرنٹنگ پریس

۱۹- فیروز پور روڈ - لاہور

ایڈیشن : اول

تعداد : دو ہزار ۲۰۰

قیمت : نو روپے ۹/-



جولائی ۱۹۷۲ء

# فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۶	بنو ہاشم کی مظلومی	۹	قدیمہ (مولینا نصر اللہ خان عزیز)
۲۶	محصوری کے مصائب	۱۵	اسم و نسب
۲۷	محصوری کا خاتمہ	۱۵	نام اور کنیت
۳۱	ہجرت	۱۵	سب اور خاندان
۳۱	فضائل ہجرت	۱۶	رسول اکرم ص سے نسبی تعلق
۳۲	ہجرت کا آغاز	۱۸	حضرت سعد رضی کی والدہ
۳۳	حضرت سعد رضی کی ہجرت	۱۹	ولادت
۳۵	مدینہ کی ابتدائی زندگی	۲۱	قبول اسلام
۳۵	پرخطر ایام	۲۱	سبقت فی الاسلام
۳۶	مرد صالح	۲۲	عزم و استقلال
۳۷	مختلف سرایا میں شرکت	۲۳	تیزی راہ میں ہم نشاے گئے
۴۱	رسول اکرم ص کی دائمی رفاقت	۲۳	عزیز دینی
۴۱	اصحاب بدر میں سے ایک	۲۵	ابتداء عظیم میں رسول اکرم ص کی رفاقت
		V.P	No. 1

عنوان	صفحہ	عنوان
عظیم آزمائش	۴۲	غزوہ بدر اور اصحاب بدر
میری جان آپ کی جان پر قربان	۴۲	مخاذ بدر کی طرف اقدام
رسول اللہ کی سپر	۴۳	معرکہ محق و باطل
ثابت بن و حراح رضی اللہ عنہما کی لڑکائی	۴۷	فتح مبین
اس سعادت بزور بازو و نصیب	۴۹	احد کے میدان میں
شہنشاہ رسالت کے پروانے	۴۹	قریش کا جوشِ انتقام
غزوہ احزاب تا عہد صدیقی	۴۹	رسول اکرم ص کی مدینہ سے روانگی
غزوہ احزاب	۵۰	احد کے دامن میں
بیعت رضوان	۵۰	بہتر دعا
فتح مکہ	۵۱	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت
غزوہ حنین	۵۳	زید بن خطاب کا شوقِ شہادت
غزوہ تبوک اور حج الاسلام	۵۳	ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت
حجۃ الوداع	۵۴	دو مجاہد بچے
رسول اکرم ص کی وفات سے	۵۵	مقدس آنکھ
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات تک	۵۶	سرِ بوقتِ فوج اپنا اسکے زیرِ پائے ہے
فرماؤ گئے ایران کو دعوتِ اسلام	۵۷	عملِ قلیل و اجرِ کثیر
قیصر و کسرے	۵۸	غسیل الملائکہ
سلطنتِ ایران	۶۰	عمر بن جوح رضی اللہ عنہ کا جوشِ ایمان
عظیم بلشنگویاں	۶۱	مہشت کی خوشبو
شاہِ ایران کو دعوتِ اسلام	۶۲	ایک ضعیف العمر عاشقِ رسول ص

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۷	فاروقِ عظیم رضی کی ہدایات	۱۰۲	ب اور ایران میں جنگ کا آغاز
۱۲۹	مدینہ منورہ سے قادسیہ تک	۱۰۲	ریشیان کی ترک تازیان
۱۲۹	حضرت سعد رضی کی مدینہ سے روانگی	۱۰۳	نگوں کا طویل سلسلہ
۱۳۱	مدینہ سے شراف تک	۱۰۵	نگ کاظمہ یا ذات السلاسل
۱۳۲	قادسیہ میں قیام	۱۰۶	نگ مذاریہ یا قارن
۱۳۶	ایرانیوں کی جنگی تیاریاں	۱۰۷	نگ ولجہ
۱۳۹	دربارِ ایران میں اسلامی سفارت	۱۰۷	نگ ایس
۱۳۹	اسلام کے چودہ سفیر	۱۰۸	فتح تمیر
۱۴۰	کسرتے کے دربار میں	۱۰۸	جنگ انبار یا ذات العیون
۱۴۳	اتمامِ حجت	۱۰۹	فتح عین التمر
۱۴۳	ایرانی لشکر کی نقل و حرکت	۱۰۹	فتح دومتہ الجندل
۱۴۶	رسول اور حضرت سعد رضی میں گفتگوئے مصالحت	۱۱۰	جنگ فراض
۱۴۸	دوسری اسلامی سفارت	۱۱۲	ایران سے جنگ کا دوسرا دور
۱۴۹	تیسری اسلامی سفارت	۱۱۲	صدیق اکبر رضی کی وصیت
۱۵۲	جنگ قادسیہ	۱۱۳	حضرت ابو عبیدہ رضی کے مجاہدانہ کارنامے
۱۵۲	ایرانیوں اور مسلمانوں کی صف آرائی	۱۱۸	جنگ بویب
۱۵۵	جنگ کا آغاز	۱۲۱	ایرانیوں میں بیداری کی لہر
۱۵۹	یوم الامارث	۱۲۳	عساکرِ اسلامی کی قیادت
۱۶۲	یوم الاغوات	۱۲۳	مسلمانوں کا جوشِ جہاد
		۱۲۵	مہم عراق کی قیادت کیلئے حضرت سعد رضی کا انتخاب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸	فاروقِ اعظم رضی کی وصیت	۱۶۶	یوم العماس اور لیلۃ الہریہ
۱۰	عبید اللہ بن عمر رضی کا جوشِ انتقام	۱۶۹	دربارِ خلافت سے خط و کتابت
۱۱	خلیفہٴ سوم کا انتخاب	۱۷۱	فتح بابل و کوئی
۱۲	حضرت سعد رضی دوبارہ	۱۷۱	فتح بابل
۱۲	منصبِ امارت پر	۱۷۲	فتح کوئی
۱۵	گوشہٴ نشینی	۱۷۶	فتح مدین
۱۵	عقیق کا گوشہٴ تنہائی	۱۷۶	فتح بہرہ شیر
۱۶	مسلمانوں کی باہمی آویزش	۱۷۷	بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے
۱۶	سے کنارہ کشی	۱۷۷	گھوڑے ہم نے
۲۰	سفرِ آخرت	۱۸۱	ایوانِ کسریٰ پر پرچمِ اسلام
۲۰	وصیت اور وفات	۱۸۳	بیش بہا مالِ عنیمت
۲۰	جنازہ اور تدفین	۱۸۶	خرابن کسریٰ مدینہ منورہ میں
۲۲	علیہ	۱۸۸	متفرق مصر کے
۲۴	خانگی زندگی	۱۹۲	منصبِ امارت
۲۴	ازواج	۱۹۲	حسین انتظام
۲۴	اولاد	۱۹۳	کوئی کی تعمیر
۲۲۸	ذریعہٴ معاش اور جانیاد	۱۹۸	رفاہِ عامہ کے کام اور
۳۱	فضائل و مناقب	۲۰۰	دوسرے انتظامات
۳۷	اخلاق و عادات	۲۰۰	بعض ناخوشگوار حالات اور معزوی
۳۷	خشیتِ الہی اور عبادت	۲۰۸	فاروقِ اعظم رضی کی وصیت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۸	فیاضی .. .. .	۲۳۵	حُبِ رَسُوْلِ ۴
۲۳۸	رفاہِ عام کے کام .. .. .	۲۳۵	اِتِّبَاعِ سُنَّتِ .. .. .
۲۵۰	استعدادِ علمی .. .. .	۲۳۶	غیرتِ دینی .. .. .
۲۵۰	تحقیق و جستجو .. .. .	۲۳۶	تَمَلُّکِ شَرَائِدِ .. .. .
۲۵۲	شغفِ قرآن .. .. .	۲۳۶	زہد و تقویٰ .. .. .
۲۵۳	تفصیح فی الدین .. .. .	۲۳۶	شجاعت .. .. .
۲۵۲	روایتِ حدیث .. .. .	۲۳۶	تواضع و انکسار .. .. .
۲۵۴	حضرت سعد رضی سے مروی { چند احادیث .. .. .	۲۳۶	عیادت .. .. .
۲۶۲	کتابیات .. .. .	۲۳۶	رقتِ قلب .. .. .
		۲۳۶	ایثار .. .. .





## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### مقدمہ

(مولانا نصر اللہ خان عمرزئی)

میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام سب سے پہلے حضرت ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں سنا جو زمانہ جاہلیت ہی سے عرب کے نامور بہادروں میں شمار ہوتے تھے شجاعت و بہادری اور تیغ زنی میں ان کا جواب نہیں تھا۔ اُس دور کی اصطلاح میں وہ ایک ہزار سواروں پر بھاری تھے۔ ۹ھ میں اسلام لائے مگر شراب نوشی کی عادت پر قابو نہ پاسکے چنانچہ عہد فاروقی میں ان پر کئی مرتبہ حد جاری ہوئی۔ بالآخر انھیں ایک جزیرے میں نظر بند کر دیا گیا جہاں سے وہ کسی طرح نکل کر قادیسہ جا پہنچے۔ ان کا شوق جہاد انہیں کشاں کشاں وہاں لے گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو سپہ سالار اسلام کے نام فرمان جاری کیا کہ ابو محجن کو قید کر دو۔ چنانچہ حضرت سعد کی اقامت گاہ کے قریب انہیں زنجیروں میں جکڑ کر ایک کوٹھڑی میں نظر بند کر دیا گیا۔

اسی دوران میں قادیسیہ کی عظیم الشان جنگ شروع ہو گئی پھر حضرت ابو محجن ثقفی مجاہدین اسلام کے نعرے سنتے اور قید میں بیچ و تاب کھا کر رہ جاتے اور حسرت و افسوس سے شعر پڑھتے جن میں سے ایک کا مفہوم یہ تھا کہ میں نے اللہ سے عہد کیا ہے اور اب اس کو نہیں توڑوں گا، اگر مے خالوں کے دروازے بھی مجھ پر کھول دیے جائیں گے تو ان کا رخ نہیں کروں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس جنگ کے سپہ سالار تھے مگر راتوں میں پھوڑے نکل آنے کی وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے اور اپنے مکان کی ایک بلند جگہ میں بیٹھ کر جنگ کا نظارہ کر رہے تھے اور ہدایات دے رہے تھے۔ ان کی بیگم سلمیٰ حضرت ابو محجن کی بی بی تھیں

جہاد سے بے حد متاثر ہوئیں اور انھیں اس شرط پر رہا کر دیا کہ اگر شہید ہوئے تو حیات و بعد  
 غم دونوں سے نجات پا جائیں گے اور اگر زندہ و سلامت لوٹے تو آکر بیڑیاں اپنے پاؤں میں  
 ڈال لیں گے۔

حضرت ابو محجنؓ رہا ہو کر خود حضرت سعد بن ابی وقاص کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور منہ سر  
 لپیٹ کر عقاب کی طرح ایرانیوں کے لشکر پر جا پڑے۔ وہ جس طرف گھوڑے کی باگیں موڑتے پڑے  
 کے پڑے صاف ہو جاتے۔

مسلمانوں کا لشکر اس نصرت غیبی پر حیران تھا اور خود حضرت سعدؓ سخت حیرت زدہ تھے  
 کہ یہ فن جنگ اور انداز و غا تو ابو محجنؓ کا ہے اور گھوڑا بھی میرا ہے۔ حالانکہ وہ زنجیروں میں جکڑے  
 ہوئے کو ٹھٹھی میں مجبوس ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس روز کی جنگ میں مسلمانوں کو زبردست غلبہ عطا فرمایا۔ ابو محجنؓ نے حسب  
 قرارداد آکر اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں۔ رات کے وقت حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنی  
 بیگم سلمیٰ سے جنگ کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کی جنگ بڑے معرکے کی جنگ تھی۔ دشمن  
 برابر کی جنگ لڑ رہا تھا کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے کئی جنگ جو کو بیج دیا جو ابلق گھوڑے پر سوار تھا  
 اس نے آتے ہی دشمنوں کا منہ پھیر دیا۔ اس کا سارا انداز ابو محجنؓ کا تھا۔ اگر وہ قید میں نہ ہوتے تو  
 میں گمان کرتا وہی داد جہاد دے رہے ہیں۔

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے اس پر اصل قصہ سنایا، جن کو سن کر حضرت سعدؓ بے حد متاثر  
 ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں ایسے مجاہد فی سبیل اللہ کو قید میں نہیں رکھ سکتا۔ اور اپنے ہاتھ  
 سے ان کی بیڑیاں کھول دیں۔ حضرت ابو محجنؓ نے رہا ہو کر کہا کہ سزا کا خوف بھی مجھے شراب نوشی  
 سے باز نہ رکھ سکا۔ مگر آج میں خدا کے خوف سے عہد کرتا ہوں کہ ساغر شراب کو کبھی ہاتھ بھی  
 نہ لگاؤں گا۔

میں نے یہ واقعہ پڑھا تو میرے نوجوان دلخ نے جو خود اس وقت تمنائے جہاد سے لبریز

تھا اس سے بے حد اثر قبول کیا۔ حضرت ابو محجن کا شوق جہاد، حضرت سعد کا اس شوق جہاد کی قد کرنا اور پھر حضرت ابو محجن کا اس پر ترک سے نوشی کا عہد کرنا، ان سب باتوں پر میرا دل عشق عشق کر اٹھا اور میرے دل میں جہاں حضرت ابو محجن کے لیے محبت پیدا ہوئی وہاں حضرت سعد کی حکمت و دلش کا بھی گہرا اعتراف جاگزیں ہوا۔

لیکن اس وقت اس سے آگے بڑھ کر حضرت سعد کی سیرت کے مطالعے کا شوق پیدا نہ ہوا۔ بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اندازہ ہوا کہ ان کا مقام بعض اعتبار سے بہت ہی بلند ہے۔ وہ عشرہ مبشرہ ہی میں شامل نہیں جن کو خود لسان رسالت نے ان کی زندگی ہی میں مغفرت و جنت کی بشارت دے دی بلکہ اپنی خدمات اسلامی میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے اور یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ اس نے اتنے عظیم الشان، جامع کمالات اور مجموعہ صفات صحابی کے شایان شان سیرت نگاری کا حق ادا نہیں کیا، اور ان کی لائف پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی۔ دوسری زبانوں کا تو مجھے علم نہیں مگر اردو کا دامن تو اس دولت نایاب سے بالکل تہی ہے میرے عزیز دوست طالب ہاشمی نے جب اپنا مسودہ کتاب مجھے دکھایا تو میں نے اسے اپنی خوش بختی سمجھا کہ ان کی فرمائش پر اس کا مقدمہ لکھ دوں۔

بیان قامت آں یارِ دل نواز کنیم

بایں بہانہ مگر عمر خود دراز کنیم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کوتاہی ہوئی ہے میرے نزدیک اس کے کچھ سیاسی اسباب ہیں ورنہ ان کا مقام صحابہ میں بے حد بلند ہے۔ ان کی سیرت اپنے اندر بے شمار پہلوئے اتباع رکھتی ہے۔ اسلامی زندگی کا شاید ہی کوئی گوشہ ہوگا جس کے متعلق اس سوہنے کوئی اعلیٰ نمونہ پیش نہ کرتا ہو۔ وہ ۱۹ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ رشتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں ہوتے تھے۔ ان کا گھرانہ اسلام کا سخت مخالف تھا۔ اسلام لانے والوں میں ان کا تیسرا یا چوتھا نمبر تھا۔ مکی زندگی میں اسلام اور پیروان اسلام پر امتحان و ابتلاء کے جو کوہ

گراں ٹوٹے ان سب کو برداشت کرنے میں وہ شریک رہے۔ ان کی والدہ نے بھوک ہڑتال کرنے  
 بیوی اور ذرا نہ ڈمگائے شعب ابی طالب میں انھوں نے رضا کارانہ طور پر پیروان اسلام کا  
 ساتھ دیا۔ حالانکہ وہ بنی ہاشم میں سے نہیں تھے اور اس المناک مقاطعے کے مخاطب نہیں تھے۔  
 ہجرت میں وہ پیش پیش تھے اور اپنے کم سن بھائی کو لے کر مرکز اسلام میں پہنچ گئے تھے جنگ  
 بدر میں وہ کفار کے سامنے سینہ سپر اور صف اول میں جنگ آزمائے تھے۔ اپنے کم سن بھائی کے  
 شوق شہادت کی تائید میں وہ پیش پیش تھے۔ غزوہ احد میں وہ ان پیکران استقامت میں تھے  
 جو ابتدائی شکست سے بھی بدول نہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے سینہ  
 سپر تھے۔ خود حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ترکش سے تیز نکال نکال کر روک  
 رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے میرے ماں باپ تم پر قربان تیر چلا تے جاؤ۔ یہ اتنا بڑا شرف  
 جو شاید ہی کسی دوسرے صحابی کو حاصل ہوا ہو۔ وہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ یہ بھی ایسا شرف  
 ہے جس میں بہت کم صحابہ کرام ان کے شریک و ہم سفر ہیں۔ خلافت راشدہ کے دور میں بھی وہ اسلامی  
 خدمات ادا کرنے میں پیش پیش رہے۔ انتظام سلطنت ہو یا قیادت جہاد۔ وہ کسی امر میں کوتاہی  
 نہ رہے۔ اسلام کو جہاں اور جس طرح کی ضرورت ہوئی انھوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کا نذرانہ  
 فوراً پیش کر دیا۔ میدان جنگ میں ان کی ذات فتح و نصرت کی نوید تھی۔ سپہ سالاری میں وہ  
 حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہم سفر ہیں۔ سیاست و تدبیر میں حضرت عمرو بن العاص  
 اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لگا کھاتے ہیں۔ الغرض ان کی سیرت ہر پہلو سے قابل تقلید  
 اور نمونہ اتباع ہے۔ جو ان کے لیے ادھیڑوں کے لیے دعوت و تبلیغ میں سیاست تدبیر  
 میں جہاد و قیادت میں سفارت ہو یا گورنری وہ کسی معاملے میں بند نہیں اور سب سے زیادہ یہ  
 کہ ایک قلب نیاں اور خوش ذوق دل رکھتے ہیں۔ حضرت ابو محجن کو انھوں نے جس حسن و خوبی  
 جیت لیا وہ ان کے تفقہ اور حکمت تبلیغ کا بہترین نمونہ ہے۔ جس فولاد کو نازیبا نہ تھری رام نہ کر سکا  
 اُسے ان کے ایک فقرے نے موم کر دیا۔

طالب ہاشمی اردو دان طبقے کے شکر یہ کہ مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی محنت سے اس جامع  
 کمالات و صفات صحابی رضی اللہ عنہ کی سیرت مرتب کی۔ اس مسودے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ  
 سلسلہ بیان میں اس دور سعادت کی تاریخ بھی آگئی ہے اور اس طرح یہ کتاب صرف حضرت  
 سعد رضی اللہ عنہ ہی کی سیرت پر مشتمل نہیں رہی بلکہ اس میں سیرت نبویؐ اور خلافت راشدہ کی  
 تصویر کے دکھن اور دلچسپ خدو خال بھی آگئے ہیں۔

نصر اللہ خان عزیز

۲ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ

۲۶ مئی ۱۹۶۳ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## نام و نسب

(۱)

(نام اور کنیت)

نام "سعد" اور کنیت "ابو اسحق" تھی۔

باپ کا نام "مالک" اور کنیت "ابو وقاص" تھی۔ لیکن وہ عام طور پر اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ ان کا سال وفات کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔ لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی وفات پائی۔

(۲)

نسب اور خاندان

(حضرت سعد بن ابی وقاص کا خاندان "قریش" تھا۔ وہ قریش کی ایک معزز شاخ "بنو زہرہ" سے تعلق رکھتے تھے۔ صحیحین میں ان کا سلسلہ نسب اس طرح منقول ہے :-

ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب (وہیب) بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب

بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الزہری۔)

لے کتب سیر و تاریخ میں متعدد جگہ حضرت سعد کا نام سعد وقاص بھی مذکور ہے۔ عربی میں "وقاص" جو "یا" گردن توڑنے والے کو کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ صحیحین میں حضرت سعدؓ کے نام کا جزو (یا ان کا لقب یا عرف) ہو اور اسی لئے ان کے والد کی کنیت "ابو وقاص" مشہور ہوئی ہو۔ ان کے کسی دوسرے بھائی کے نام کے ساتھ "وقاص" کا لفظ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔

## رسول اکرم سے نسبی تعلق

”بنو زہرہ“ قبیلہ قریش کے جدِ اعلیٰ نصر بن کنانہ کے پوتے فہر الملقب بہ قریش کی نسل سے تھے۔ فہر کے تین بیٹے تھے: محارب، حارث اور غالب۔ بنو زہرہ غالب کی اولاد سے تھے اور رسول اکرم کا خاندان بنو ہاشم بھی انہی غالب کی نسل سے تھا۔ حضرت سعد کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں کلاب پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔

شجرہ نسب یہ ہے:-

فہر (الملقب بہ قریش)

غالب

لوی

کعب

مرقہ

کلاب

بعض روایتوں میں ہے کہ قریش کا لقب

رے پہلے قحطی بن کلاب کو ملا۔

زہرہ  
عبدمناف

قحطی  
عبدمناف

وہیب (یا وہیب)

وہیب

عبدالمطلب

مالک (یا وقاص)

اسمنہ

عبداللہ

سعد

(رسول اکرم کی والدہ ماجدہ)

محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



پیچھے دیے گئے شجرہ نسب پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت سعدؓ نہ صرف رسول اکرمؐ کے ہم جد تھے بلکہ ان کا خاندان بنو زہرہ رسول اکرمؐ کا نانہالی رشتہ دار بھی تھا۔ امام بخاریؒ کا قول ہے: "و بنو زہرہ احوال النبی صلعم" یعنی بنو زہرہ رسول اکرمؐ کے نانہالی رشتہ دار تھے۔ (بخاری، کتاب المناقب)

حضورؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ بھی قبیلہ بنو زہرہ سے تھیں۔ وہ وہب بن عبد مناف زہری کی صاحبزادی تھیں جو حضرت سعدؓ کے دادا وہیب کے حقیقی بھائی تھے گویا حضرت سعدؓ کے والد ابو وقاص مالک حضرت آمنہ کے عم زاد بھائی تھے۔ اور رسول اکرمؐ کے ماموں ہوتے تھے۔ اس رشتہ سے حضرت سعدؓ حضورؐ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ بعض روایتوں میں ابو وقاص مالک کے والد کا نام وہب" مذکور ہے، اس لحاظ سے ابو وقاص مالک حضورؐ کے حقیقی ماموں ہوتے ہیں لیکن کتب سیر میں حضرت آمنہ کے کسی حقیقی بھائی کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور صحیحین کی روایات میں بھی حضرت سعدؓ کے دادا کا نام "وہیب یا راہیب" مذکور ہے۔ ان روایات کی موجودگی میں ہمیں ابو وقاص مالک کو لا محالہ حضرت آمنہ کا عم زاد بھائی ماننا پڑتا ہے۔ عبد مناف بن زہرہ کے دو بیٹے تھے۔ وہب اور وہیب۔ وہب نے وفات پائی تو ان کی صاحبزادی حضرت آمنہ اپنے چچا وہیب (حضرت سعدؓ کے دادا) کی سرپرستی میں آگئیں۔ حضرت آمنہ کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہوا اور وہیب کی صاحبزادی ہالہ (حضرت سعدؓ کی بچھوچی) رسول اکرمؐ کے دادا حضرت عبدالطلب کے عقد نکاح میں آئیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ انہی کے بطن سے تھے۔ اس رشتہ سے حضرت حمزہؓ رسول اکرمؐ کے چچا بھی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت حمزہؓ کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔

چونکہ حضرت سعدؓ رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے قریبی رشتہ دار تھے، اس لئے حضورؐ از راہ محبت ان کو ناموں کہا کرتے تھے۔ رسول اکرمؐ نے کئی موقعوں پر اس رشتہ کا اقرار فرمایا اور حضرت سعدؓ بھی اپنے آپ کو رسول اللہ کا ماموں کہلانے میں فخر محسوس

کرتے تھے۔ اس ضمن میں حضرت جابر بن عبد اللہ کی اس روایت کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

عن جابر بن عبد اللہ قال اقبل  
سعداً ورسول الله صلعم حبالس  
فقال هذا اخالی فذیرن امرءاً  
خاله (مصانح)

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ سعد رضائے ابو  
رسول اللہ صلعم تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا  
یہ میرے ماموں ہیں۔ چاہئے کہ ایک شخص اپنے  
ماموں کی تعظیم و تکریم کرے (یعنی جس طرح میں اپنے  
ماموں کی تکریم کرتا ہوں)۔

بعض مورخین کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ حضرت سعد رسول اکرم کے حقیقی ماموں تھے۔ صحیح یہ ہے  
کہ حضور کی والدہ حضرت آمنہ چونکہ بنو زہرہ کی بیٹی تھیں اور حضرت سعد اسی خاندان کے فرزند اور  
حضرت آمنہ اور رسول اکرم کی سویشی دادی والدہ کے قریبی رشتہ دار تھے، اس لئے حضور ازراہ محبت  
و شفقت (نانہالی رشتہ کی وجہ سے) ان کو اپنا ماموں کہتے تھے۔

(۴)

## حضرت سعد کی والدہ

حضرت سعد کی والدہ کا نام "حمہ" تھا۔ وہ خاندان بنو امیہ (یا بنو عبد شمس) سے تھیں۔

ابن تریزی میں "فلذی فی امرء خالہ" کے الفاظ ہیں یعنی "پس چاہئے کہ کوئی شخص مجھے اپنا ماموں دکھائے" حضور کے  
ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ کسی شخص کا ماموں میرے ماموں سے بہتر نہیں ہے۔

سے رسول اکرم مدینہ منورہ کے خاندان "بنو نجار" کے لوگوں کو بھی ماموں کہا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور  
کے دادا حضرت عبد المطلب کی نانہالی بنو نجار میں تھی۔ (حضور کی پردادی سلمیٰ مدینہ منورہ کے خاندان "بنو نجار"  
کی بیٹی تھیں)۔ ہجرت کے بعد جب رسول اکرم مسجد نبوی کی تعمیر فرما رہے تھے تو بنو نجار کے نقیب حضرت سعد  
بن زرارہ انصاری نے وفات پائی۔ بنو نجار کے لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ! سعد  
کی جگہ کسی اور کو بنو نجار کا نقیب مقرر فرمائیں" حضور نے فرمایا "تم لوگ میرے ماموں ہو اس لیے بنو نجار کا نقیب  
اب میں خود ہوں"۔

(اسد الغابہ)

سلسلہ نسب یہ ہے :-

حمنہ

بنت

سفیان

بن

امیہ

بن

عبد شمس

بن

عبد مناف

بن

قضی

رسول اکرم ﷺ کا شجرہ نسب پیچھے دیا جا چکا ہے۔ اس کو دیکھ کر معلوم ہو جائے گا کہ ماں کی طرف سے بھی حضرت سعدؓ کا سلسلہ نسب عبد مناف بن قضی پر رسول اکرم سے مل جاتا ہے۔ حمنہ حضرت ابو سفیان بن حرب (بن امیہ بن عبد شمس) کی چچا زاد بہن تھیں۔ اس رشتہ سے امیر معاویہؓ حضرت سعدؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ اسی طرح امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورینؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بھی حضرت سعدؓ کے نانہالی رشتہ دار تھے۔

(۵)

ولادت

کتب میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے سال ولادت کی تصریح نہیں کی گئی۔ البتہ

ب لطائف ابن سعد (ج ۲) ص ۲۴۴

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت نبوی سے تقریباً تیس برس قبل پیدا ہوئے۔ چونکہ حضرت سعدؓ کے سال وفات اور عمر کے بارے میں مؤرخین میں خاصا اختلاف ہے۔ اس لیے سال ولادت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔

حضرت سعدؓ کی جائے ولادت بالاتفاق مکہ معظمہ ہے۔

# قبولِ اسلام

(۱)

## سبقت فی الاسلام

قبولِ اسلام کے لحاظ سے حضرت سعدؓ سابقون اولون میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت سعدؓ نے اپنے آپ کو تیسرا مسلمان بتایا ہے۔ جس دن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا اسی دن چند گھنٹوں کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ امام بخاریؒ نے حضرت سعدؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”جس دن میں نے اسلام قبول کیا۔ اسی دن اور لوگ بھی مسلمان ہوئے اور سات روز تک میں ثلث اسلام تھا“

بخاری کے شارحین نے اس ضمن میں مختلف روایتیں بیان کی ہیں۔ بعض کے خیال میں بالغ مردوں میں اسلام لانے والوں میں حضرت سعدؓ کا تیسرا نمبر تھا۔ ان سے پہلے بالغ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ ایمان لائے تھے۔ چونکہ سات روز تک کوئی اور بالغ مرد اثرہ اسلام میں داخل نہ ہوا اس لئے حضرت سعدؓ نے ان ایام میں اپنے آپ کو ثلث اسلام قرار دیا۔ بعض دوسرے اصحاب کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت سعدؓ سے پہلے چھ سات بزرگ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے مگر حضرت سعدؓ کو ان کے ایمان لانے کا حال معلوم نہیں تھا۔ اسی لیے انھوں نے سات روز تک اپنے آپ کو تیسرا مسلمان بتایا ہے۔

حقیقت حال خواہ کچھ بھی ہو اتنا ضرور ثابت ہے کہ حضرت سعدؓ ان چند نفوسِ قدسی میں ہیں جن کو دعوتِ حق کے ابتدائی سات دنوں میں لوہے کی توجیہ دیکھا۔ یعنی کاشفِ حاصل ہوا۔ ان کی اس سعادتِ اندوزی کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ ان وقت ان کا عفو ان تباہ

تھا اور وہ عمر کی صرف سترہ یا انیس منزلیں طے کر پائے تھے۔ اس پر سزا دیہ کہ گھرانے کے تمام لوگ مشرک تھے۔ گویا انھوں نے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی جو کفر و ضلالت کی آجگاہ تھا اور جس میں دین حق کا نام لینا بھی ہولناک خطرات کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ایسے حالات میں اور عین عالم شباب میں ہر قسم کے نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر دعوت حق پر لبیک کہنا فی الحقیقت حضرت سعدؓ کے سعید الفطرت ہونے پر قوی دلیل ہے۔

(۲)

## عزم و استقلال

حضرت سعدؓ کے قبول اسلام کا حال ان کی ماں حمنہ کو معلوم ہوا تو ان کو اس قدر رنج ہوا کہ کھانا پینا بولنا چاہتا سب ترک کر دیا۔ حضرت سعدؓ ماں سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اپنی ماں کو آزر دہ دیکھنا ان کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ لیکن وہ اس آزمائش میں پورے اترے۔ ماں تین دن تک بھوک پیاسی رہی۔ یہی اصرار تھا کہ یہ نیا دین ترک کر دو لیکن ثابت قدم بیٹے نے باوہ توجیہ دیا جو جامِ پیا تھا، اس کا نشہ ایسا نہ تھا جسے ماں کی محبت اُتار دیتی۔ ان کا ایک ہی جواب تھا:

”ماں! تم مجھے بے حد عزیز ہو لیکن تمہارے قالب میں خواہ ہزار جانیں ہوں

اور ایک ایک کر کے ہر جان نکل جائے۔ تب بھی میں اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔“

بارگاہِ الہی میں ان کی شانِ استقلال ایسی مقبول ہوئی کہ عامۃ المسلمین کے لیے یہ

۱۹۵۳۸

فرمانِ خداوندی نافذ ہو گیا۔

اور اگر ماں باپ تجھ کو میرے ساتھ مشرک پر مجبور کریں جس کی  
تجھ کو خیر نہیں تو اس میں اُن کا کما مٹ مان۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ  
بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (۸: ۲۹)

PANJAB

کے کتبِ جاں میرا قبولی اسلام کے وقت حضرت سعدؓ کے بارے میں اختلاف

LIBRARY

صحیح مسلم میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :-  
 ”سعدؓ کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک سعدؓ دین اسلام ترک نہ کریں گے  
 وہ ان سے نہ کلام کرے گی اور نہ کچھ کھائے پیئے گی۔ اس نے کہا تمہارا خیال ہے  
 کہ اللہ نے تم کو ماں باپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے تو میں تمہاری ماں ہوں اور تم کو  
 یہ (دین اسلام) چھوڑنے کا حکم دیتی ہوں۔ کہتے ہیں کہ تین دن تک اس کی یہی حالت  
 رہی۔ جب بھوک پیاس سے بے حال ہو گئی (یعنی اس کی حالت نازک ہو گئی) تو اس  
 کے لڑکے عمارہ نے اسے پانی پلایا۔ اس نے سعدؓ کو بد عادی۔ اس پر اللہ عزوجل نے  
 قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ”اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی  
 وصیت کی ہے اور اگر وہ تجھ کو میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت نہ کر۔  
 اور دنیا میں اچھی چیزوں میں ان کا ساتھ دے۔“

(مسلم کتاب الفضائل باب فی فضل سعد وقاص)

لے مولانا سعید انصاری مرحوم نے اس روایت پر کڑی تنقید کی ہے اور روایت سے مشکوک بتایا ہے۔ ان کی  
 دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں مذکور آیات کا حضرت سعدؓ کے قبول اسلام کے موقع پر نازل ہونا ثابت  
 نہیں ہوتا۔ (سیر الصحابہ جلد دوم، مطبوعہ صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ کمپنی پٹنہ بہار الدین) اگر مولانا سعید  
 انصاری کی تنقید کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سعدؓ کی ماں ان کے قبول اسلام  
 پر سخت ناراض ہوئیں اور ان پر ہر طریقہ سے زور ڈالا کہ وہ اسلام ترک کر دیں۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ  
 صاحب اسد الغابہ نے یہ واقعہ حضرت سعدؓ کے بھائی حضرت عامر بن ابی وقاصؓ کے قبول اسلام کے سلسلہ  
 میں درج کیا ہے۔ ہم نے مسلم اور بعض دوسری کتب سیر کی روایات کو ترجیح دی ہے۔

# تری راہ میں ہم ستائے گئے

(۱)

## غیرتِ دینی

ہجرتِ نبوی سے قبل مکہ معظمہ میں فرزندِ انِ اسلام کو جن زہرہ گداز شہداء و مصائب کا سامنا کرنا پڑا، تاریخ و سیر کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی بلاکشانِ اسلام کے اسی مقدس گروہ کے ایک فرد تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد انھوں نے کوئی ایسی سختی اور مصیبت نہ تھی جو مشرکین کے ہاتھوں نہ جھیلی ہو۔ انھوں نے مشرکین سے گالیاں کھائیں، طعنے سہے اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں لیکن جادۂ حق سے ذرہ برابر بھی نہ ہٹے۔

دعوتِ حق کے آغاز میں بعض صحابہ کرامؓ کفار کی شرانگیزی سے بچنے کے لئے مکہ کے قریبی پہاڑوں کی سنان گھاٹیوں میں چھپ کر خدا نے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت سعدؓ بھی انہی نفوسِ قدسی میں شامل تھے۔ ایک دن وہ چند دوسرے صحابہؓ کے ساتھ ایک ویران گھاٹی میں عبادت کر رہے تھے کہ چند مشرکین ادھر آئے۔ وہ مسلمانوں پر آوازے کرنے لگے۔ حضرت سعدؓ کی اٹھتی جوانی تھی، انہیں جوش آگیا۔ پاس ہی اونٹ کی ایک بڑی پڑی تھی اسے اٹھا کر مشرکین پر پل پڑے۔ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا اور اس میں سے خون بہنے لگا۔ اب دشمنانِ اسلام نے وہاں سے بھاگنے ہی میں اپنی خیریت سمجھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے راہِ حق میں خونریزی کی ہے۔



(۲)

ابتداءً عظیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت

ہجرت سے قبل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی زندگی کا سب سے زیادہ تابناک باب وہ ہے جس میں وہ تین سال تک سرور کائناتؐ کی رفاقت میں شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ شعب ابی طالب کی محصوری اگرچہ بنی ہاشم سے مخصوص تھی تاہم حضرت سعدؓ نے ہاشمی نہ ہونے کے باوجود رضا کارانہ طور پر بنو ہاشم کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ تین سال تک ہولناک مصائب برداشت کرتے رہے۔ شعب ابوطالب میں بنو ہاشم کی محصوری کا واقعہ تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہم اسے یہاں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

سرور کائناتؐ نے جس دن سے دعوتِ حقؐ کا آغاز فرمایا، مشرکین مکہ حضورؐ کی جانِ اقدس کے دشمن بن گئے۔ وہ ذاتِ گرامی جس کی دیانت، امانت، پاکبازی اور راستبازی کا ہر کہ و مرہ معترف تھا جب اس نے انہیں خدائے واحد کی طرف بلایا اور نجاتِ اخروی کا راستہ دکھایا تو بد بختوں نے خدائے حقؐ کی طرف سے کانوں میں روئی ٹھونس لی اور نورِ ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ مبارک تھیں وہ ہستیاں جنہوں نے لپک کر علمِ اسلام کو ٹھاما اور ہولناک مصائب و آلام کو لبتیک کہا۔ ستانے والے تھکتے جاتے تھے اور ستانے جانے والے بڑھتے ہی جلتے تھے۔ لیکن سب سے نبوت میں جب قریش کے شیر حمزہؓ بن عبدالمطلب اور مردِ آہن عمر بن خطابؓ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین فرطِ غضب سے دیوانے ہو گئے اور ان کے صبر کا پیمانہ چھک گیا انہوں نے باہِ محرم سب سے نبوت میں ایک عظیم مجلس شوریٰ منعقد کی۔ اس میں تمام اکابر قریش نے شرکت کی۔ سب نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمدؐ کو قتل کے لئے ان کے حوالے نہ کریں گے کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھے گا۔ نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی نہ ان سے رشتہ ناتا کیا جائے گا اور نہ انہیں کھلے بندوں پھرنے دیا جائے گا۔ اس فیصلہ کو معرضِ تحریر میں لاکر ہر قبیلہ کے نمائندے نے دستخط کئے یا انگوٹھا لگایا

اور پھر اسے در کعبہ پر آویزاں کر دیا۔

(۳)

### بنو ہاشم کی مظلومی

جب بنو ہاشم کو اس خوفناک معاہدے کا علم ہوا تو سرور کائنات اور آپ کے جان نثار رفقاء کو ذرہ برابر پروا بھی نہ ہوئی۔ وہ جانتے تھے کہ جس دعوت کو لے کر وہ اٹھے ہیں اس کی پُرصوبت راہ کی یہ بھی ایک منزل ہے۔ لیکن بنو ہاشم کے جو لوگ ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے، ان کی قومی حمیت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس نازک مرحلہ پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ چھوڑ دیں۔ سب اس زہرہ گداز انقطاع کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ خاندان کے بزرگ ابوطالب نے خطرہ کو بھانپ لیا۔ چنانچہ وہ ہاشم اور ان کے بھائی مطلب کی تمام اولاد و احفاد کو ساتھ لے کر شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے۔ صرف ابولہب اور اس کے زیر اثر چند ہاشمیوں نے مشرکین کا ساتھ دیا۔

(۴)

### محصورین کے مصائب

شعب ابی طالب سے متعلق مختلف روایات ہیں۔ کسی میں اسے دامن کوہ کا ایک کشادہ مکان بتایا گیا ہے اور کسی میں اسے پہاڑ کا ایک درہ بتایا گیا ہے جو خاندان ہاشم کا موروثی تھا۔ مشرکین مکہ نے شعب ابی طالب کا فوراً محاصرہ کر لیا اور اس میں اتنی سختی برتی کہ کھانے پینے کی کوئی چیز محصورین کو نہ پہنچنے دیتے تھے۔ باہر سے اگر کوئی سوداگر غلہ فروخت کرنے کے لئے لاتا تو اس سے ایک ایک دانہ خرید کر قابو میں کر لیتے تاکہ اسے محصورین نہ خرید سکیں۔ ہاشمیوں کے بچے جب بھوک سے بیٹاب ہو کر روتے تھے تو مشرکین ان کی آوازیں سن سن کر خوش ہوتے

۱۔ محصورین ہر ایک مشرک نے جو نوشتہ و خواند جانتا تھا، یہ معاہدہ تحریر کیا۔

تھے۔ عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو گیا تھا۔ محصورین کے منہ میں کئی کئی دن تک ایک کھیل بھی اڑ کر نہ جاتی تھی۔ اگر کبھی حضرت ابو بکر صدیقؓ یا دوسرے غیر ہاشمی جان نثار چوری چھپے جان جو کھوں میں ڈال کر کوئی چیر، شوب، اب طالب میں پہنچاتے تو اس کی مقدار اتنی قلیل ہوتی کہ چند دن بھی ساتھ نہ دیتی۔ چنانچہ بے کس محصورین درختوں اور جھاڑیوں کی پتیاں اُبال اُبال کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو انہیں سوکھے ہوئے چمڑے کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا۔ انہوں نے اسے پانی سے دھویا، پھر آگ پر بھونا اور گڑھ کر پانی میں گھولا اور ستو کی طرح پیایا۔

غرض بنو ہاشم مسلسل تین برس تک زہرہ گداز اور حوصلہ فرسا مصائب و آلام کا شکار رہے لیکن آفرین ہے ان پر کہ ایک لمحہ کے لئے بھی انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے کا ارادہ نہ کیا۔ ان تین سالوں کے دوران میں جب حج کا موسم آتا تو حضورؐ مردانہ وار <sup>شعب</sup> ابی طالب سے نکلتے اور لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتے۔ بد بخت ابولہب حضورؐ کے پیچھے پھرتا اور لوگوں سے کہتا "لوگو میرا پیچھے پیچھا دو یا نہ ہو گیا ہے، اس کی باتوں پر مرت دھیان دو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے"۔

(۵)

### محصوری کا خاتمہ

مشرکین میں بعض رحم دل آدمی بھی تھے، ان کا دل بنو ہاشم کی مصیبت پر کڑھتا تھا لیکن ان سے اعلیٰ نہ ہمدردی کا اظہار کر کے عامۃ المشرکین سے دشمنی مول لینے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ لیکن ایک دن ایک عجیب واقعہ ہوا۔ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے بھی حضورؐ کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور تھیں۔ ایک دن ان کے بھتیجے حکیم بن حزام نے (جو ابھی مشرت باسلام نہیں ہوئے)

۱۔ سیرۃ النبی جلد اول (شعبی انصاری) بحوالہ روض الاف سبلی۔

تھے، اپنے غلام کے ہاتھ کچھ گندم اپنی پھوپھی کو دینے کے لیے روانہ کی۔ راستے میں اسے ابوہبل مل گیا۔ پوچھا: "گندم کہاں لیے جا رہے ہو؟"

اُس نے کہا: "شعب ابی طالب میں خدیجہ کے پاس۔"

ابوہبل نے اُس کا راستہ روک لیا اور کہا: "یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بنی ہاشم کو ہم گندم کا ایک دانہ بھی نہ پہنچنے دیں گے۔"

اتفاق سے ابوالبختری بن ہشام ایک غیر مسلم حمدل رئیس کا وہاں سے گزر رہا تھا۔ اس نے پوچھا: "تم آپس میں کیوں جھگڑ رہے ہو؟"

ابوہبل نے واقعہ بتایا اور کہا کہ معاہدہ کے مطابق ہم کوئی چیز شعب ابی طالب میں نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن یہ شخص ہم سے بالا ہی بالا بنی ہاشم کو غلہ پہنچانا چاہتا ہے۔  
ابوالبختری نے کہا: "خدیجہ نے کچھ گندم اپنے بھتیجے کے پاس امانت رکھی تھی، اگر وہ اسے واپس کرنا چاہتا ہے تو ہمارا اس میں کیا ہرج ہے۔"

ابوہبل نے کہا: "تم بھی بنی ہاشم کے خیر خواہ معلوم ہوتے ہو۔ ہوا کرو۔ ہمیں اس کی پروا نہیں۔ لیکن میں یہ گندم ہرگز شعب ابی طالب میں نہ پہنچنے دوں گا۔"

ابوالبختری کو بھی اب ہوش آگیا۔ اس نے کہا: "اچھا تو پھر میں دیکھوں گا کہ تم یہ گندم کیسے بنی ہاشم کو نہیں پہنچنے دیتے۔" یہ کہہ کر اُس نے ابوہبل کو بچھڑ کر زمین پر دے مارا اور خوب پٹا، حتیٰ کہ وہ لہو لہان ہو گیا۔ ابوالبختری کی شہ زورسی کے سامنے ابوہبل کی کچھ پیش نہ چلی۔ اور وہ کان لپیٹ کر بھاگ گیا۔ حکیم بن عزم کے غلام نے اطمینان سے گندم شعب ابی طالب میں پہنچا دی۔

ابوہبل کی رسوائی کا قصہ جب عام لوگوں میں پھیلا تو طرح طرح کی چھیڑکیاں شروع ہو گئیں۔ کچھ لوگوں نے برلا بنی ہاشم سے ہمدردی کا اظہار شروع کر دیا۔ بنی مخزوم کا ایک حمدل شخص ہشام عامری عبدالمطلب کے نواسے زہیر کے پاس گیا اور کہنے لگا: "اے زہیر! تم یہ کیسے گوارا کرتے ہو

کہ تم تو دو وقت تک سیر ہو کر کھانا کھاؤ اور تمہاری ماں کا بھائی زوٹی کے ایک لقمے کو بھی ترسے۔  
 زہیر نے کہا۔ ”براور عم میرے بس میں ہوتا تو میں اس ناپاک معاہدے کا قصہ کبھی کا پاک  
 کر چکا ہوتا لیکن افسوس کہ میں اکیلا ہوں۔“

ہشام نے کہا۔ ”میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر سہرت باندھو بہین سیرے ساتھ مل جائیں گے۔“  
 دونوں مطعم بن عدی کے ہاں پہنچے۔ وہاں زمعہ بن الاسود اور ابوالبختری بن ہشام کو بھی اپنا  
 ہم خیال پایا۔ دوسرے دن بنو ہاشم کے سب خیر خواہ کعبہ میں پہنچے، قریش کو جمع کیا اور ان سے  
 مخاطب ہو کر کہا۔

”یا محشر قریش! کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ ہم شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں لیکن بنی ہاشم جو ہمارے  
 ہی بھائی بند ہیں اناج کے ایک ایک دانے کو ترس رہے ہیں۔ ان کے بچے اور عورتیں بھوکے  
 بلکان ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم جب تک اس معاہدے کو چاک نہ کیا جائے گا ہم آرام سے  
 نہیں بیٹھیں گے۔“

ابو جہل نے کہا۔ ”کسی کی مجال نہیں جو اس معاہدے کو ہاتھ لگائے۔ یہ معاہدہ اس وقت  
 تک قائم رہے گا جب تک بنو ہاشم محمدؐ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔“

زمعہ للکارا۔ ”تو جھوٹ بکتا ہے ہم تو پہلے دن ہی اس معاہدہ پر راضی نہ تھے۔“  
 مطعم بن عدی اور ابوالبختری نے ہاتھ بڑھا کر دیکھ خورده معاہدے کو در کعبہ سے  
 اتار لیا اور اسے پرزہ پرزہ کر کے ہوا میں اڑا دیا۔ مشرکین منہ دیکھتے رہ گئے۔

اس کے بعد زمعہ، ابوالبختری، زہیر، مطعم وغیرہ مسلح ہو کر شعب ابی طالب پہنچے اور  
 بیس محصورین کو وہاں سے نکال لائے۔ اس طرح بنی برکس کی ہولناک قید و محن کے بعد  
 ان مظلوموں کو شہر میں رہنا نصیب ہوا۔

چند دن نہیں اچند ہفتے نہیں اچند مہینے نہیں بلکہ مسلسل تین برس تک اس استقامت اور عزیمت کے ساتھ خوفناک مصائب برداشت کرنا اور جہاں ہمت پر شکن تک نہ آنے دینا بڑا دل گروے کا کام تھا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے شہید ابی طالب کے مقدس نظر بندو تم پر سلام! تمہارا استقلال اور حوصلہ تا قیامت مسلمانوں کے لیے چراغِ راہ بنا رہے گا۔

# ہجرت

(۱)

## فضائل ہجرت

فرزندانِ توحید نے راہِ حق میں جو زہرہ گداز مصائب و شدائد برداشت کیے، ان میں ہجرت کی داستان نہایت درد انگیز ہے۔ محض رضائے الہی کی خاطر گھر بار، مال و جائیداد اور اہل عیال کو چھوڑ کر غریب الوطنی اختیار کرنا ایک عظیم ایثار تھا۔ اسلام کے نام لیواؤں نے راہِ حق میں ہجرت کر کے ایک ایسی قربانی کی مثال پیش کی کہ تاریخِ عالم کے صفحات میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی بنا پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

ان الهجرة شانهما شديدا  
ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے۔

مہاجرین کا جذبہٴ فدویت بارگاہِ الہی میں اس قدر مقبول ہوا کہ حق تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ مہاجرین کے فضائل بیان کیے اور دنیا و آخرت میں ان سے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے :-

الَّذِينَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ  
أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ  
هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ  
بِرَحْمَتِهِمْ إِنَّهُمْ لَرِضْوَانٌ وَ

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے  
میں جہاد کیا اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ وہ بہت  
بلند درجے والے ہیں اللہ کے نزدیک۔ اور یہی لوگ  
کامیاب ہونے والے ہیں، ان کا رب ان کو اپنی رحمت  
اور خوشخبری اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے،

جَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝

جن میں ان کے لیے دائمی راحت ہے اور یہ لوگ

خَلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (توبہ - ع ۳)

ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

سورہ نحل میں ارشاد ہوتا ہے :

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا

اور جن لوگوں نے اپنی مطلوبی کی بنا پر ہجرت کی،

ظَلَمُوا النَّبِيَّ تَتَّبِعُهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۖ

ان کو ہم دنیا میں ضرور اچھی جگہ بٹھائیں گے اور

وَلَا جَزَاءَ الْاِحْتِرَاءِ الْكَبِيرِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

آخرت کا اجر اس سے بہت بڑا ہے۔ کاش

دخَلَ ع ۶) وہ لوگ جانتے۔

اہل سنت کے نزدیک خلفائے راشدین اور ازواجِ مطہرات کے بعد ہاجرین اولین

کا درجہ دوسرے تمام صحابہؓ سے افضل ہے حضرت سعد بن ابی وقاص ہاجرین اولین ہی کی

مقدس جماعت کے ایک فرد تھے اس سے ان کے بلند درجہ کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲)

### ہجرت کا آغاز

جب مکہ میں کفار کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں

کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کی ایک

جماعت حبشہ کو ہجرت کر گئی۔ نجاشی شاہِ حبش ایک نیک دل حکمران تھا۔ مسلمان اس کی حکومت

میں آرام سے رہنے لگے۔ مشرکین مکہ نے نجاشی کے پاس سفارت بھیجی کہ وہ مسلمانوں کو اپنے

ملک سے نکال دے لیکن یہ سفارت ناکام رہی۔ کچھ عرصہ بعد ہاجرین حبش کو اطلاع ملی کہ اہل

مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ وہ مکہ واپس چلے آئے۔ لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ

خبر غلط تھی۔ اب مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے شروع کر دیے۔

حضورؐ نے یہ حالت دیکھی تو مسلمانوں کو دوبارہ حبش کو ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اس دفعہ ۸۳ مردوں اور ۲۰ خواتین نے حبش کو ہجرت کی۔ اسی ہجرت کے بعد شعب ابی طالب



میں محصوری کا واقعہ پیش آیا۔ یہ ابتلا ختم ہوا تو حضور نے تبلیغ حق کا کام پھر پوری سرگرمی سے شروع کر دیا اور مختلف قبائل کے سعید الفطرت لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسی دوران میں حج کا موسم آگیا۔ مدینہ سے جو لوگ حج کے لیے آئے تھے ان میں سے چھ سلیم لطیف خزر جی حضور کی دعوتِ حق سے متاثر ہو گئے اور مشرف باسلام ہو کر مدینہ واپس گئے۔ دوسرے سال حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ آدمیوں نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔ تیسرے سال مدینہ سے بہتر عاشقانِ اسلام مکہ پہنچے اور سرورِ کونین کے دستِ حق پرست پر اس عہد کے ساتھ بیعت کی کہ آپ مدینہ تشریف لائیں تو ہم اپنی جان و مال کے ساتھ آپ کی حفاظت کریں گے۔ یہ بیعت ”بیعت عقبہ ثانی“ کہلاتی ہے۔ اس بیعت کے بعد حضور نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

(۱۳)

### حضرت سعد کی ہجرت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہجرت مدینہ کا اذن ملنے پر حضرت سعد بن ابی وقاص اور ان کے نو عمر بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص نے بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ ارضِ مکہ کو ”الوداع“ کہا۔

صحیح بخاری میں حضرت براء انصاری سے روایت ہے :-

”اول من قدم علینا مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم و کان ابقدرانی الناس، فقدم بلال و سعد و عمار بن یاسر“  
 ”ہمارے پاس (یعنی مدینہ میں) سر کے پہلے مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم وارد ہوئے۔ یہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ ان کے بعد بلال، سعد اور عمار بن یاسر آئے۔“

مدینہ پہنچ کر حضرت سعد بن ابی وقاص اور عمیر بن ابی وقاص اپنے بڑے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے مکان میں فروکش ہوئے۔ عتبہ نے جنگِ بعاث سے قبل مکہ میں ایک شخص کو قتل

کر دیا تھا اور قصاص کے خوف سے بھاگ کر مدینہ میں پناہ لی تھی۔ عتبہ کی اقامت گاہ بنو عدیہ  
 بن عوف میں تھی، وہاں ان کا ایک باغ بھی تھا۔ عتبہ کو مشرک تھے لیکن انہوں نے نہایت  
 خوش دلی سے اپنے دونوں مسلم بھائیوں کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔ بدقسمتی سے عتبہ کافی عرصہ تک  
 کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹکتے رہے۔ جنگ احد میں انہوں نے مشرکین مکہ کا ساتھ دیا۔  
 اور مسلمانوں کے خلاف نہایت جوش و خروش سے لڑے۔ ان کے ایک پتھر سے رسول اکرم ص کا  
 چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کو ان کی یہ حرکت مدت البھر یاد رہی۔ فرمایا  
 کرتے تھے: "خدا کی قسم! عتبہ سے بڑھ کر میں کبھی کسی شخص کا جانی دشمن نہیں ہوا۔" عتبہ  
 حضرت سعد و حضرت عمیرہ کے حقیقی بڑے بھائی اور میزبان تھے۔ لیکن ان کی اسلام دشمنی  
 نے چھوٹے بھائیوں کو ذرہ برابر بھی متاثر نہ کیا اور شروع سے لے کر آخر تک اسلام سے ان  
 کی والہانہ شیفتگی قائم رہی ۛ

# مدینہ کی اہستہ زندگی

(۱)

پرخطر ایام

حضرت سعدؓ کی ہجرت کے تھوڑے عرصے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ حضورؐ کی تشریف آوری کے بعد اسلام کی مدنی زندگی کا آغاز ہو گیا۔ مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کو مدینہ میں مسلمانوں کا امن و امان سے رہنا ایک آنکھ نہ بھایا۔ چنانچہ انھوں نے فرزند ان توحید کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول اور اس کے ساتھی بھی دل سے مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ادھر قریش مکہ نے عبداللہ بن ابی کو ایک خط لکھ کر دھکی دی کہ تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے اس کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم مدینہ پر حملہ کر کے تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔

۱۔ سلسلہ ہجری میں رسول کریمؐ نے ہابریں اور انصار میں مواخاۃ (بھائی چارہ) کا سلسلہ قائم کیا۔ کتب سیر و تاریخ اس بارے میں خاموش ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا بھائی چارہ کس سے کرایا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کے درمیان سلسلہ مواخاۃ قائم کیا۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ ان کے دینی بھائی بنائے گئے۔ لیکن یہ دونوں روایتیں پایہ استناد تک نہیں پہنچتیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت ابوالیوب انصاریؓ کے اور حضرت سعد بن معاذؓ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے دینی بھائی بنائے گئے۔ ممکن ہے حضرت سعدؓ کا بھائی چارہ ان کے بھائی عمیرؓ سے کرایا گیا ہو۔ لیکن یہ محض قیاس ہے۔

عبداللہ کا بس چلتا تو وہ ضرور کفار کے کہنے کے مطابق عمل کرتا لیکن جب رسول اکرمؐ نے ایسی کوشش کے نتائج و عواقب سے اسے آگاہ کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ یہ بڑا پرخطر زمانہ تھا۔ دشمنانِ اسلام مدینہ پر حملہ کے لیے پرتول رہے تھے اس لیے ہر وقت چوکنار منے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد ایک عرصہ تک صحابہ کرامؓ ہر وقت مسلح رہتے تھے حتیٰ کہ رات کو بھی ہتھیار باندھ کر سوتے تھے اور باری باری جاگ کر پہرہ دیا کرتے تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ جب مدینہ تشریف لائے اور انصارؓ نے ان کو پناہ دی تو سارا عرب یکبارگی ان کے خلاف لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔ صحابہؓ صبح تک ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مقدس فرزند انِ اسلام کے لیے ایک متاعِ عظیم تھا ہر صحابی حضورؐ کی محبت کے جذبہ میں شکر رکھتا اور ہر وقت اپنی جان و مال اور اولاد کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی راہ میں قربان کرنے پر کمر بستہ رہتا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے معمول بنا لیا تھا کہ وہ ان پر خطر ایام میں کاشانہ نبویؐ کو کبھی غیر محفوظ حالت میں نہیں چھوڑتے تھے اور دن ہو یا رات کوئی نہ کوئی صحابی ہتھیار باندھ کر کاشانہ نبویؐ کے پہرے پر ضرور کھڑا ہوتا۔

(۲)

مردِ صالح

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آج کوئی اچھا آدمی پہرہ دیتا۔" حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا حضورؐ نے اطمینان کا اظہار فرمایا اور حضرت سعدؓ کو رات بھر کاشانہ نبویؐ پر پہرہ دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

شَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مُقَدِّمَةَ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً فَقَالَ  
لَيْتَ رَجُلٌ صَالِحًا يَحْرُسُنِي إِذَا  
جَبَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَوُّعَ تَرَوُّعِ  
مَدِينَةٍ تَشْرَفُ لَيْلَتُهُ تَحْتَهُ نَوَائِبُ تَرْتَبُ حَضْرَتِ كَيْفِيَّةٍ  
اچھا ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

کوئی نیک مرد آج پہرہ پہننا۔ اتنے میں ہم نے ہتھیاروں  
کی جھنکار سنی۔ حضور نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا،  
میں سعد ہوں۔ فرمایا، کس لیے آئے ہو، عرض کی۔ میرے  
دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خوف پیدا  
ہوا اس لیے میں پہرہ دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی پھر سو گئے۔

بِمَعَا صَوْتِ سَلَاحٍ فَقَالَ مَنْ  
هَذَا قَالَ اَنَا سَعْدُ قَالَ مَا جَاءَ  
بِكَ قَالَ وَقَعَ فِي نَفْسِي خَوْفٌ عَلَى  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَجِئْتُ أَحْرَسًا فَلَمَّا كَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدَّ نَأْمًا -

(اسی الفاظ سے ذکر سعد بن ابی وقاص صحیح بخاری کتاب الجهاد)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم کو حضرت سعدؓ پر کس قدر اعتماد تھا۔ ایک دوسری روایت  
میں ہے کہ اس موقع پر رسول اکرم نے حضرت سعدؓ کے جذبہ فدویت پر خوش ہو کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔  
صحیح مسلم کی روایت کے مطابق یہ واقعہ مدینہ سے باہر کسی جگہ پیش آیا۔ اس وقت رسول  
کریمؐ ایک غزوہ سے واپس تشریف لارہے تھے۔ رات کو ایک ایسی جگہ قیام ہوا جہاں دشمنوں  
کا سخت خطرہ تھا۔ حضرت سعدؓ کے دل میں خود بخود خیال پیدا ہوا کہ آج کا شانہ نبویؐ کی حفاظت  
کرنی چاہئے۔ چنانچہ وہ مسلح ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ جاگ رہے تھے اور  
ایک با اعتماد پہرہ دار کی ضرورت محسوس فرما رہے تھے۔ حضرت سعدؓ کو دیکھ کر آپؐ نے خوشی کا  
اظہار فرمایا اور استراحت فرمائی۔ محدثین نے اس واقعہ کا ذکر صراحت سے کیا ہے، شاید اس لیے  
کہ اس موقع پر حضرت سعدؓ کو "مرد صالح" کا عظیم لقب مرحمت ہوا۔ ورنہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے  
کہ حضرت سعدؓ نے اور کئی موقعوں پر بھی یہ خدمت انجام دی ہوگی۔

(۱۲۷)

### مختلف سرایا میں شرکت

ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کسی قدر طمانیت نصیب ہوئی اور وہ کفار کی ایذا رسانی سے محفوظ  
ہو گئے تاہم مشرکین مکہ کے حملہ کا خطرہ ہر وقت موجود تھا۔ اسی خطرہ کے تدارک کے لیے رسول اکرمؐ  
صحابہ کی چھوٹی چھوٹی مساجد جماعتیں وقتاً فوقتاً مکہ کی طرف روانہ فرماتے تھے۔ ان مہمات کو

سرایا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دشمنوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جائے تاکہ وہ بے خبری میں حملہ نہ کر دیں۔ جنگ بدر سے پہلے جو سرا یا پیش آئے ان میں سے ایک سریہ کی قیادت حضرت سعد بن ابی وقاص نے کی۔ اس کے علاوہ تین سرا یا میں انھوں نے ایک مجاہد کی حیثیت سے شرکت کی۔ ان چار سرا یا کے مختصر واقعات یہ ہیں :-

(۱) سریہ عبیدہ بن حارث

اس سریہ میں رسول اکرمؐ نے ساٹھ سواروں کے ساتھ حضرت عبیدہ بن حارث کو قریش کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بھی مجاہدین میں شامل تھے۔ حجاز کے ساحلی علاقہ میں مسلمانوں کی مدبھیہ طوفان کے ایک بڑے قافلے سے ہوئی لیکن کشت و خون تک نوبت نہیں پہنچی اور قریش بچ کر نکل گئے۔ تاہم حضرت سعد بن ابی وقاص نے راہ خدا میں ایک تیر چلایا ہی دیا۔ محدثین کا قول ہے کہ وہ سب سے پہلے عرب ہیں جنہوں نے راہ حق میں تیر چلایا۔ صحیح بخاری میں حضرت سعدؓ سے روایت ہے: "انی لاول العرب رمی بسهم فی سبیل اللہ" یعنی میں پہلا عرب ہوں جس نے راہ خدا میں تیر چلایا۔

(۲) سریہ حمزہ

اس سریہ میں رسول اکرمؐ نے حضرت حمزہؓ کو تیس مجاہدوں کے ساتھ ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق ان تیس مجاہدوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص بھی شامل تھے۔ ساحلی علاقے میں ابو جہل کے قافلے سے مدبھیہ ہوئی، اس میں تین سو سوار تھے۔ دونوں فریق صف بندی کر کے جنگ پر آمادہ تھے لیکن مجدی بن عمروؓ نے بیچ بچاؤ کر دیا اور مسلمان کشت و خون کے بغیر مدینہ واپس آ گئے۔

(۳) سریہ سعد بن ابی وقاص

اس سریہ میں رسول کریمؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو آٹھ مہاجرین کے ساتھ قریش

کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے پر مامور فرمایا۔ یہ جماعت خرار کے مقام تک گئی۔ لیکن مشرکین سے سامنا نہ ہوا۔

(۴) سر یہ عبداللہ بن جحشؓ

رجب ۲ھ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ آدمیوں کے ساتھ دشمن کی خبر گیری پر مامور فرمایا۔ جب وہ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو حضورؐ نے ان کو ایک سبز مہر خط دیا اور ہدایت فرمائی کہ اسے دو دن کے بعد کھولنا۔ حضرت عبداللہؓ کے ساتھیوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص بھی شامل تھے۔ دو دن بعد حضرت عبداللہؓ نے حضورؐ کا فرمان کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ ”نخلہ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام) میں قیام کرو اور قریش کی نقل و حرکت کا پتہ چلاؤ۔“

اس موقع پر حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں سے کہا کہ میری طرف سے کسی پر پابندی نہیں ہے۔ جسے شہادت کی آرزو ہو میرے ساتھ رہے ورنہ واپس چلا جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور دوسرے مجاہدین نے بیک آواز کہا کہ ”اے امیر ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے ہم نے اپنی جانیں راہ خدا میں وقف کر رکھی ہیں“ حضرت عبداللہؓ اپنے پُرجوش ساتھیوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھے۔ اتفاق سے جس اونٹ پر حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن دناہؓ سوار تھے، وہ راستے سے بھٹک کر پیچھے رہ گیا۔ اس اثنا میں حضرت عبداللہؓ دوسرے مجاہدین کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ ان کا مقابلہ قریش کے ایک چھوٹے سے تجارتی قافلے سے ہو گیا۔ اس میں قریش کا ایک معزز آدمی عمرو بن الحضرمی مارا گیا اور دو آدمیوں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ حضرت عبداللہؓ مال غنیمت اور قیدیوں کے ہمراہ مدینہ واپس آئے تو حضورؐ نے فرمایا: ”میں نے تمہیں ایسا کرنے (یعنی کشت و خون وغیرہ کرنے کی) اجازت نہیں دی تھی“ دوسرے صحابہ کرامؓ بھی حضرت عبداللہؓ پر طعنہ زن ہوئے کہ تم حضورؐ کی اجازت کے بغیر راہ حرام میں لڑے۔ طبری نے صحابہ کرامؓ سے یہ الفاظ منسوب کئے ہیں۔

”صنعتہ مالہ تو مروا بہ وقاتلتم  
فی الشہد الحرام ولم تو مروا بقتال“

یعنی تم نے وہ کام کی جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا  
تھا اور ماہ حرام میں گشت و خون کیا حالانکہ اس مہینہ  
میں تم کو جہاد و قتال کا حکم نہ تھا۔

حضرت عبداللہؓ نے عذر پیش کیا کہ میں یہاں سے چلا تھا تو جب کا مہینہ تھا۔ اٹھارہ  
سفر میں ماہ حرام شروع ہو گیا اور تاریخ کی غلطی ایسا علمی سے اس مہینہ میں کفار سے لڑائی  
پیش آگئی۔

بعض مفسرین کا بیان ہے کہ اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضرت  
عبداللہؓ جحش اور ان کے ساتھیوں کی بریت کر دی گئی۔

لوگ آپ سے ماہ حرام کی نسبت سوال کرتے ہیں کہ  
آیا اس میں لڑنا (باح ہے) کہہ دیجئے کہ اس میں لڑنا  
بڑا گناہ ہے (لیکن) راہ حق سے روکنا اور اس کے ساتھ  
کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے اہل کو اس سے  
نکال دینا اس سے بھی بڑھ کر ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ  
فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدُّ عَن  
مَسَابِلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ  
وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ  
وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط

(سورہ بقرہ - ۲۷۰-۲۷۱) بڑا ہے۔

قریش کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ سخت مشتعل ہوئے۔ تاہم انہوں نے فدیہ دے کر کچھ  
آدمی اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے بھیجے۔ جس وقت یہ آدمی مدینہ پہنچے حضرت سعد بن ابی وقاص  
اور عتبہ بن غزوہ ان واپس نہیں آئے تھے اور حضورؐ کو ان کے بارے میں تشویش ہو رہی تھی۔ آپ نے  
قریش کے آدمیوں سے فرمایا کہ جب تک سعد اور عتبہ بخیریت واپس نہیں آجائے تمہارے قیدی  
رہا نہیں کئے جاسکتے۔ یہ لوگ خاموش ہو گئے اور دونوں حضرات کی واپسی کا انتظار کرنے لگے  
اسی اثنا میں حضرت سعد اور عتبہ واپس آگئے۔ ان کے آتے ہی حضورؐ نے قیام فرمایا  
کر دیئے۔



## رسول اکرمؐ کی دائمی رفاقت

صفر ۲ ہجری میں سرور کائناتؐ ساٹھ مہاجرین کی معیت میں ابواء (مدینہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر ایک مقام) تک تشریف لے گئے اور بنو نضمرہ سے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے مسلمان اور بنو نضمرہ ایک دوسرے کے حلیف بن گئے۔ محدثین نے نام کی تصریح نہیں کی لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ وقاصؓ بھی حضورؐ کے ساتھ ابواء گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرمؐ کی معیت میں غزوہ کرتے تھے اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ ہمارا فضلہ ایسا ہوتا تھا جیسا اونٹ یا بکری کا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی خاطر نہیں ہوتی تھی (یعنی بیگنیاں ہوتی تھیں)۔ محدثین کرام نے وضاحت نہیں کی کہ حضرت سعدؓ کی روایت میں کن غزوات کی طرف اشارہ ہے۔ بہر صورت اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے کسی حالت میں بھی رسول اکرمؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور وہ ہر موقع پر حضورؐ پر اپنی جان فدا کرنے کے لیے آمادہ رہتے تھے۔

# اصحابِ بدر میں سے ایک

(۱)

## غزوہ بدر اور اصحابِ بدر

غزوہ بدر کفر اور اسلام کا معرکہ اول ہے۔ تاریخ اسلام میں اس غزوہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہی غزوہ اسلام کی آئندہ ترقی اور وسعت کا پیش خیمہ بنا۔ اس میں کفر و شرک کے بڑے بڑے باجیروت بت سزنگوں ہو گئے۔ اور مٹھی بھر بے سرو سامان فرزند ان تو حید نے ہر قسم کے ساز و سامان سے آراستہ اپنے سے تین گنا کفار کو عبرتناک شکست دی۔ اس غزوہ میں مجاہدین اسلام کی تعداد باختلاف روایت ۳۰۵ سے ۳۱۰ کے درمیان تھی۔ عملی طور پر لڑائی میں حصہ لینے والوں کی تعداد اکثر روایات میں ۳۱۳ (تین سو تیرہ) بیان کی گئی ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ بدر کو نہایت عزیز جانتے تھے۔ آپ نے کئی مواقع پر ان کے فضائل بیان فرمائے۔ حضور کے بعد بھی بدری صحابہؓ کو دوسرے صحابہؓ میں ہمیشہ ایک خاص مقام حاصل رہا۔ محدثین نے خلفائے راشدینؓ، ازواجِ مطہراتؓ، مہاجرینِ اولینؓ اور اہل عقبہ کے بعد بدری صحابہؓ کو دوسرے تمام صحابہؓ سے افضل قرار دیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان جلیل القدر صحابہؓ میں سے ہیں جن کو نہ صرف ہجرت میں تقدم کا شرف حاصل ہوا بلکہ جو غزوہ بدر میں بھی مجاہدانہ شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں حضرت سعدؓ کی شرکت کتب احادیث و سیر سے بلا اختلاف ثابت ہے۔

(۲)

## مجاہد بدر کی طرف اقدام

ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کا امن و عافیت سے رہنا قریش مکہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے حضورؐ کی مکہ سے ہجرت کے فوراً بعد قریش مسلمانوں کے خلاف لٹنے و اینٹوں میں مشغول ہو گئے تھے۔ ابھی وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول ہی رہے تھے کہ سر یہ عبداللہ بن جحشؓ میں عمرو بن الحضرمی کے قتل کی خبر ملی۔ اس خبر نے صلتی پر تیل کا کام کیا اور قریش کی آتش غضب پوری تندگی سے بھڑک اٹھی۔ وہ اسی وقت زور پشور سے جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چند دن کے اندر اندر کیل کائے سے لیس ہو کر ایک ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے۔ اس لشکر میں ابولہب کے سوا تمام رؤسائے قریش شریک تھے۔ عتیبہ بن ربیعہ شکر کی قیادت کر رہا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی پرخروش آمد کی اطلاع ملی تو آپؐ بھی ۱۲ رمضان المبارک ۶؎ کو تقریباً تین سو جان نثاروں کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ ان میں ساٹھ ہاجر اور باقی انصار تھے۔ لشکر اسلام میں کچھ کمسن بچے بھی شامل ہو گئے تھے۔

حضورؐ نے شہر سے باہر نکل کر فوج کا جائزہ لیا تو ان بچوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص بھی ان بچوں کے ساتھ آئے تھے۔ ان کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی۔ حضورؐ نے ان کو بھی واپس جانے کا حکم دیا۔ عمیرؓ کو جنگ میں حصہ لینے کا اس قدر شوق تھا کہ حضورؐ کا حکم سن کر بے اختیار رونے لگے۔ سرور کائنات ان کے جذبہ اخلاص سے بے حد متاثر ہوئے اور ان کو نہ صرف جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی بلکہ اپنے دست مبارک سے ان کے تلوار باندھی۔

حضرت عمیرؓ کو اسی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے رتبہ شہادت پر فائز کیا۔ اس کسن مجاہد کو شہید کرنے والا کوئی معمولی سپاہی نہیں تھا بلکہ قریش کا نامی بہادر عمرو بن عبدود تھا۔ جو ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔

۱۲۔ یہ مستدرک حاکم کی روایت ہے۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ حضرت عمیرؓ کے گلے میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے تلوار جمائل کی۔

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ "بدر کی لڑائی سے پہلے جب لشکرِ اسلام تیاری کر رہا تھا تو میں نے اپنے بھائی عمیرؓ کو دیکھا کہ ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا "عمیرؓ کیا بات ہے؟" تم کیوں مضطربانہ چھپتے پھرتے ہو؟" کہنے لگا "بھائی جان میری عمر کم ہے اس لیے ڈرتا ہوں کہ کہیں رسولِ اکرمؐ مجھے لڑائی میں حصہ لینے سے روک نہ دیں۔ میری دلی تمنا ہے کہ اس لڑائی میں ضرور شرکت کروں شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے۔"

جب حضورؐ نے لشکر کا معائنہ فرمایا تو عمیرؓ کا خدشہ درست ثابت ہوا۔ حضورؐ نے ان کی کم عمری کی وجہ سے واپس جانے کا حکم دیا۔ عمیرؓ رونے لگے۔ حضورؐ کو ان کے شوق اور رونے کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے ان کو لڑائی میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ لڑائی میں شریک ہوئے اور اللہ نے ان کی دوسری تمنا بھی پوری کر دی یعنی وہ اسی لڑائی میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ "ان (عمیرؓ) کے چھوٹے ہونے اور تلوار کے بڑا ہونے کی وجہ سے میں اس کے قسموں میں گرہیں لگانا تھا تا کہ اونچی ہو جائے۔"

بچوں کی واپسی کے بعد تین سو تیرہ جان نثار حضورؐ کے ساتھ رہ گئے۔ ان میں سے صرف دو پاس گھوڑے تھے۔ اور بہت کم ایسے تھے جن کے پاس پورے ہتھیار تھے۔

(۳)

### معرکہ بھق و باطل

۷ اور رمضان المبارک ۲ ہجری کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قریب پہنچے۔ قریش اس سے پہلے ہی یہاں پہنچ کر خمیہ زن ہو چکے تھے۔ لشکرِ اسلام نے بھی ان کے سامنے ایک مناسب جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ حضورؐ رات بھر عبادت و دعائیں مشغول رہے۔ دوسرے دن دونوں فوجیں مقابلہ کے لئے آمنے سامنے ہوئیں۔ یہ ایک عجیب منظر تھا۔ ایک طرف مسٹھی بھر بے سوسا مان فرزند ان توحید تھے اور دوسری طرف کفار کا جم غفیر تھا جو ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس تھا اور جس میں سواہن پوش

سواروں کا ایک دستہ بھی تھا۔

فردوسیؒ اسلامِ حنیفہ جاندھری نے دونوں لشکروں کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے :-

(شکرِ کفار)

یکایک اک سیہ آندھی اٹھی بد مقابل سے

زین پر پھلتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

اٹھا اللہ کے ہر دشمن نامرد کا پردہ

کہ جن کی وضع سے شرمندہ تھا لبوس انسانی

خدا سے دشمنی اور قیصر و کسریٰ سے پارانہ

پرانے مدعی اور جانے پہچانے ہوئے دشمن

اگرتے بنتے تھے پیچ و بل کھاتے ہوئے آئے

صفین ماندھے کھڑی تھی یہ جماعت ضبطِ کابل سے

اٹتی، دوڑتی، اٹھتی ہوئی، بڑھتی ہوئی آندھی

کیا جب چاک مقرض ہوانے گرد کا پردہ

نظر آئے بیاباں میں وہ غولان بیابانی

وہ سب کے سب جنھیں حاصل تھے اعزازِ ثیبانہ

وہ سب کے سب رسول اللہ کے مانے ہوئے دشمن

غور و تمکنت کی شان دکھلاتے ہوئے آئے

یہ قوت کی نمائش تھی یہ کثرت کا دکھاوا تھا

خدا کے ملک پر شیطان کے بندوں کا دھاوا تھا

(شکرِ اسلام)

خدا والے محمد والے بھی، ایمان والے بھی

نہ کلنگی تھی نہ طرہ تھا کندیں تھیں نہ کوٹے تھے

علمبردار تھے یہ ایک غیرت مند اہل بیت کے

صفین باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی

نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوٹے تھے نہ جوڑے تھے

نہتے تین سو تیرہ تھے وہ پتے شجاعت کے

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں

پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقیہ ہیں

سب سے پہلے شکر قریش سے عمرو بن العاصی مقتول کے بھائی عامر حضرمی نے آگے بڑھ کر

سوارز طلبی کی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے غلام حضرت مہجؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور شہید

تھے مسلمان۔

ہو گئے۔ اس کے بعد عتبہ، اولیاء اور شیبہ آگے بڑھے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے لٹکارا۔ مسلمانوں سے حضرت عوفؓ، حضرت معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مقابلہ کو نکلے۔ یہ تینوں انصاری تھے۔ عتبہ بلند آواز سے پکارا۔ ”محمد! یہ لوگ ہمارے جوڑے نہیں ہیں۔“ اس پر حضورؐ کے ارشاد کے مطابق حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ، عتبہ اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ پر آئے۔ عتبہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور ولیدؓ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا اور حضرت عبیدہؓ کو زنگاہ سے اُٹھالائے۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔ اس زور کارن پڑا کہ زمین کانپ اُٹھی۔ اثنائے جنگ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا مقابلہ قریش کے نامی بہادر سعید بن عاص سے ہو گیا۔ حضرت سعدؓ نہایت جوش اور وارفتگی سے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے آنا فانا سعید بن عاص کو خاک و خون میں لوٹا دیا اور اس کی مشہور تلوار ”ذوالکئیفہ“ اپنے قبضے میں کر لی۔ یہ تلوار لے کر وہ سرور کونین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت تک مالِ غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضورؐ نے حضرت سعدؓ کو حکم دیا کہ یہ تلوار جہاں سے اُٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔ حضرت سعدؓ نے تعمیلِ ارشاد کی لیکن ان کو اس مشہور تلوار کے نہ ملنے پر بڑا اندال ہوا۔ ابھی وہ کچھ ہی دُور گئے تھے کہ سورۃ انفال نازل ہوئی جس میں یہ حکم بھی تھا:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا وَطَيِّبًا

تو جو تم نے لوٹا ہے اب کھاؤ کہ حلال طیب ہے۔

حضورؐ نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ جاؤ اور اپنی تلوار لے لو۔ اس واقعہ کے متعلق

حضرت سعدؓ کا اپنا بیان یہ ہے :-

لما كان يوم بدر، قتل اخي عمير، وقتلت سعيد بن العاص، واخذت سيفه  
وكان ليبي ذوالكئيفة، فانتيت به نبي الله صلعم، قال اذها فاطرحه في القبض،

اے سورۃ انفال اگرچہ جنگ بدر میں نازل ہوئی لیکن صحیح بخاری میں اس کی شان نزول اس طرح مذکور نہیں ہے۔ ہماری

روایت کا ماخذ مستند احمد، حنبل اور صحیح مسلم ہے۔

قال فرجعت ، وبنی ما لا یعلیہ الا اللہ من قتل اخی واخذ سببی ، قال فما جاوزت الا  
یسیرا حتی نزلت سورۃ انفال ، فقال لہ رسول اللہ صلحہ اذہب فخذ سیفک۔

(مسند - ج ۱)

یعنی بدر کے دن میرے بھائی عمرؓ قتل ہوئے اور میں نے سعید بن عاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار چھین  
لی، اس کا نام ذو الکئیفہ تھا۔ میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ حضور نے فرمایا  
جاؤ اور اسے مالِ غنیمت میں رکھ دو۔ میں لوٹا۔ بھائی کے قتل اور غنیمت (یعنی تلوار) کی واپسی سے  
مجھ کو جو دکھ ہوا وہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ میں تھوڑی دُور گیا تھا کہ سورہ انفال کا نزول ہوا۔ رسول اللہ  
صلعم نے مجھ سے فرمایا، جاؤ اور اپنی تلوار لے لو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سعدؓ غزوہ بدر میں ایک تلوار لے کر سرورِ کونین کی خدمت  
میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ آج خدا نے دشمن کے نمون سے میرا کلیجہ پھنڈا کیا ہے۔  
یہ تلوار مجھے فرحت فرمائیے" حضور نے فرمایا۔ "یہ تلوار نہ تیری ہے نہ میری۔"

حضرت سعدؓ حضور کا ارشاد سن کر دل میں یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ شاید یہ تلوار اس کو  
ملے جس نے مجھ جیسا کارنامہ انجام نہ دیا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا۔  
حضرت سعدؓ گھبرائے کہ شاید ان کے دلی خیالات سے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ ڈرتے ڈرتے  
بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور نے یہ آیت سنائی:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ۔  
لوگ آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔  
کہہ دیجئے کہ مالِ غنیمت تو خدا اور رسول کا ہے۔

فرمایا۔ "اے سعدؓ! خدا نے یہ تلوار مجھے دی ہے لیکن میں تجھے دیتا ہوں" (ابوداؤد، کتاب الجہاد)

(۴)

فتح مبین

قریش کا سپہ سالار عتبہؓ تو لڑائی کے آغاز ہی میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ چند

گھنٹوں کے اندر اندر ان کے دوسرے بڑے بڑے سردار ابو جہل، عاص بن ہشام، منبہ بن الحجاج، امیہ بن خلف، زمعہ بن الاسود وغیرہ بھی مارے گئے۔ اب مشرکین کے جو صلے لپت ہو گئے اور وہ قریباً ستر لاکھ میں جنگ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں ستر آدمی مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ ان میں نصر بن حارت اور عقبہ بھی تھے جو اسلام دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ رسول اکرم نے ان کو قتل کر دیا۔ باقی قیدی مدینہ لائے گئے۔ حضور نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان قیدیوں کو نہایت امن اور آسائش کے ساتھ رکھو۔ مسلمانوں نے حضور کے ارشاد کے مطابق ان قیدیوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ حتیٰ کہ خود بھوکے رہ کر ان کو کھانا کھلایا۔ قیدیوں اور پھر ان قیدیوں کے ساتھ جو اسلام کے بدترین دشمن اور فرزند ان لوہید کے خون کے پیاسے تھے ایسا حسن سلوک تاریخ عالم میں اپنی نظیر آپسے۔ بات یہیں تک ختم نہیں ہوئی بلکہ حضور نے فیصلہ کیا کہ ان قیدیوں کو غلام رکھنے کی بجائے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ ان سے چار چار ہزار درہم فی کس فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا۔ جو لوگ فدیہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، ان کو ویسے ہی چھوڑ دیا گیا۔ البتہ جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان کے لیے یہ فدیہ مقرر ہوا کہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھادیں۔ غرض اس طرح سارے اسیران جنگ رہا ہو گئے۔

معرکہ بدر میں مسلمانوں کے ۱۲ آدمی شہید ہوئے۔ ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے نوعمر بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص بھی تھے۔ اس جنگ میں یوں تو ہر مسلمان نے شجاعت اور فداکاری کا بے مثال مظاہرہ کیا تاہم حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت معاذ بن عفراتؓ اور کچھ دوسرے صحابہؓ کے کارنامے ارباب سیر نے نمایاں طور پر بیان کئے ہیں۔ غزوہ بدر مذہبی ملکی سیاسی ہر لحاظ سے ایک انقلاب انگیز اور فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اس میں قریش کے وہ تمام بڑے بڑے رؤسا جو اسلام کی ترقی کی راہ میں سدّ اہن کی حیثیت رکھتے تھے قتل ہو گئے اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی حالت کافی مستحکم ہو گئی۔



## اُحد کے میدان میں

(۱)

قریش کا جوشِ انتقام

ہزیمتِ بدر کی خبر ملنے پہنچی تو وہاں کھرام مچ گیا اور ہر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ لیکن قریش کی غیرت کا یہ عالم تھا کہ رسوائی کے خوف سے بلند آواز سے نہیں روتے تھے۔ اگرچہ غم و اندوہ سے ٹڈھال تھے لیکن ہمتِ شکستہ نہیں ہوئی تھی اور دل جوشِ انتقام سے بھر پڑے تھے۔ اہل مکہ نے قسم کھائی کہ جب تک بدر کی شکست کا انتقام نہ لے لیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ایک سال تک وہ خوب زور زہور سے لڑائی کی تیاریاں کرتے رہے اور پھر شوال ۳ھ میں تین ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ جوشِ انتقام کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی لشکر میں شامل تھیں۔ یہ عورتیں دن پر جزیہ اشعار پڑھ پڑھ کر مشرکین کو لڑائی پر ابھارتی تھیں۔ قریش ۳ شوال ۳ھ کو مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہِ اُحد کے دامن میں پڑاؤ ڈال دیا۔

(۲)

رسولِ اکرم کی مدیت سے روانگی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی آمد کا حال معلوم ہوا تو آپ ۶ شوال کو نمازِ جمعہ پڑھ کر ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے۔ عبداللہ بن ابی نے عین موقع پر غداری کی اور اپنے تین سوساقتھیوں کے ساتھ مسلمانوں سے الگ ہو گیا۔ اب رسول اللہ کے جان نثاروں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بھی انہیں نفوسِ قدسی میں شامل تھے۔ حضور نے

ان کو اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو مقدمۃ الجیش کا افسر مقرر فرمایا۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کو سواروں کی قیادت مرحمت فرمائی اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو لشکر اسلام کا علم عنایت فرمایا پھر اس کو نیشتر پر رکھ کر صف آرائی کی۔ اس طرف ایک درہ تھا اور خطرہ تھا کہ کفار ادھر سے آکر مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہوں۔ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو چچاس تیر اندازوں کے ہمراہ اس درہ کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنگ احد کے ابطال خاص (HEROES) ہیں۔

ہیں اس لئے ہم اس جنگ میں حضرت سعدؓ اور بعض دوسرے مجاہدین کی جاں نثاری اور حب سولہ کے جسبہ و اوقات کسی قدر تفصیلی سے بیان کریں گے۔

(۱۳)

### احد کے دامن میں

سوال ۳۷ (ہفتہ) کے دن بوڑھے جبل احد نے اپنے دامن میں ایک ایسا نظارہ دیکھا کہ اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ صدیوں سے اسی جگہ اپنی خشک اور ٹنڈ منڈ چٹانوں کے ساتھ زمین کے سینے پر بیٹھ کر گڑا ہوا تھا۔ بے حس اور مردہ۔ لیکن اس دن گرم گرم اور تازہ خون نے اسے ایک ایسی زندگی بخش دی جس کا اختتام صور اسرافیل کے پھونکے جانے سے پیشتر شاید ہی ہو۔ بوڑھے کوہ احد نے کفار کی یغوش آمد آمد کو دیکھا۔ اس نے مدینہ سے غلبہ داران حق کا نکلتا دیکھا۔ اور پھر جب اس کے دامن میں شرابو لہبی، چرخ مصطفویؐ سے ستیزہ کار ہوا تو اس نے کچھ ایسے دلہوز مناظر دیکھے جو صفحہ تاریخ پر نقوش جاوداں بن کر ثبت ہو گئے۔

(۱۴)

### بہتر دعاء

جنگ احد سے ایک دن قبل حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے کھٹے بیٹھے تھے۔ یکایک حضرت سعدؓ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔ "اے زمین و آسمان کے مالک! اے جو دشمن میرے مقابلہ پر آئے وہ نہایت نندا اور شجاع ہو اور میں تیری راہ میں اس کو قتل کروں۔"

عبداللہ بن جحش نے آئین کہا اور پھر خود آسمان کی طرف مُنہ کر کے نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی۔ "بارِ الہا مجھے ایسا مقابل دے جو نہایت غضب ناک اور بہادر ہو۔ میں تیری راہ میں اس سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر کے ناک کان کاٹ ڈالے۔ جب میں تجھ سے ملوں اور تو مجھ سے سوال کرے کہ اے عبداللہ، تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں اے اللہ تیرے لئے اور تیرے رسول کے لئے"۔

دوسرے دن اُحد کے میدان میں کفار اور مسلمانوں کے درمیان معرکہ کا زرار گرم ہوا تو سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن جحش اس بے جگر می سے لڑے کہ جب ہر نکل جاتے مشرکین کی صفیں اُلٹ دیتے مشرکین کے ایک نامور بہادر طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق میں حضرت سعد نے تاج کر ایسا تیر مارا کہ اس کی زبان گتے کی طرح باہر نکل آئی اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ یوں حضرت سعد بن ابی وقاص کی دعا قبول ہو گئی۔ دوسری طرف حضرت عبداللہ بن جحش اس جوش سے لڑے کہ ان کی تلوار کے ٹکڑے اڑ گئے۔ حضور نے انھیں کھجور کی ایک چھڑی عنایت فرمائی، جس سے انھوں نے تلوار کا کام لیا۔ بڑی دیر تک اسی سے لڑتے رہے۔ آخر ایک مُشرک ابوالحکم بن اُخس ثقفی کے وار سے ان کی شہادت کی تمنا پوری ہو گئی۔ کفار نے مُثلہ کیا اور ان کے ناک اور کان کاٹ کر دھائے میں پڑے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے دیکھا تو بے ساختہ فرمایا۔ "خدا کی قسم! عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی"۔

(۵)

### حضرت حمزہ کی شہادت

اُحد کی عام لڑائی شروع ہونے سے پہلے قریش کے علمبردار طلحہ نے بڑھ کر مبارز طلبی کی۔ شیر خدا علی مرتضیٰؑ اس کی طرف لپکے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اُسے جہنم وصل کر دیا۔ طلحہ کے بعد اس کا بھائی رعبز پڑھتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے مقابلے کے لئے حضرت حمزہؑ نکلے اور تلوار کے ایک بھر پور وار سے اسے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔ عجم رسولؐ حمزہؑ جھکا والہانہ انداز سے لڑے۔

انہوں نے دشمنوں کی مکر توڑ کر رکھ دی۔ انہوں نے ڈھال پھینک کر دونوں ہاتھوں میں تلواریں پکڑ لی تھیں اور موت و حیات سے بے نیاز ہو کر کفار کے ٹڈی دل میں گھس گئے تھے۔ لڑتے لڑتے ان کا سامنا مشہور مشرک سباغ غبتانی سے ہو گیا۔ اسے دیکھ کر پکارے :-

”اے ام المومنینہ! تجھ کے بچے، کیا تو خدا اور اس کے رسول سے

لڑنے آیا ہے؟“

یہ کہہ کر تلوار کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اسی طرح ان کے ہاتھ سے تیس کافر جہنم وصل ہو چکے تھے کہ جبیر بن مطعم کے غلام بو حسی نے جو ایک چٹان کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھا تھا، تاک کر ان پر اپنا برچھا پھینکا۔ حمزہؓ شہید ہو کر گر پڑے۔ کفار کی عورتوں نے مسرت کے گیت گائے۔ ہند بنت عتبہ نے ان کے ناک کان کاٹ ڈالے اور سپٹ چاک کر کے جگر نکالا اور چبا چیا کر تھوک دیا۔ جب سرور کونین ان کی لاش پر تشریف لائے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا ”تم پر خدا کی رحمت۔ تم نیک کاموں میں رہے آگے رہتے تھے اور رشتہ داروں کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اگر مجھے صفیہؓ (رسول اللہ کی چھوٹی اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن) کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہیں اسی طرح چھوڑ دیتا کہ تم قیامت کے دن دندوں اور پرندوں کے شکم سے اٹھائے جاتے۔ خدا کی قسم میں تمہارے عوض ستر کافروں کا مثلہ کروں گا۔“ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے انتقام سے حضورؐ کو منع فرمادیا اور آپ نے قسم کا کفارہ ادا کر کے صبراً ختم فرمایا۔ حضرت حمزہؓ کی ہمشیرہ صفیہؓ نے بھی ان کی شہادت کا حال سن کر بڑے صبر اور حوصلے کا اظہار فرمایا۔ اور بھائی کے کفن و دفن کے لئے اپنے صاحبزادے زبیرؓ کو دو چادریں دیں۔ جب وہ سید الشہداء کو دفنانے لگے تو پہلو میں ایک انصاری شہید کی بے گور و کفن لاش بھی پڑی تھی۔ ایک چادر ان کے لئے دے دی۔ لیکن اب ایک چادر سے حضرت حمزہؓ کا چہرہ چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو چہرہ کھل جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ چادر چہرے پر ڈال دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ غرض اس طرح اس آفتاب شہادت کا جنازہ تیار ہوا۔ حضورؐ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور اسی میدان میں انہیں آغوشِ احد میں اتار دیا۔

## زید بن خطابؓ کا شوق شہادت

جنگِ احد کے دن فاروقِ اعظمؓ کے عاشق رسول بھائی زید بن خطاب کے دل میں شوق شہادت کے شعلے بھڑک رہے تھے، چاہتے تھے کہ آج کے دن وہ راہِ خدا میں ضرور قربان ہو جائیں اپنا کرتہ اُتار دیا اور ننگے بدن لشکرِ کفار کی طرف بڑھے تاکہ دشمن کا کوئی وار جلد از جلد ان کی تمنائے شہادت پوری کر دے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ منّت سماجت کر کے زرہ پہنائی لیکن انھوں نے ٹھوڑی دیر بعد انار دی۔ حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا تو فرمایا: میرا عریا سینہ ہی دشمنوں کا ہدف بننے میں آپ کی طرح میرے دل میں بھی جامِ شہادت پینے کی تمنا ہے۔ حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور زیدؓ اسی حالت میں اس جوش سے لڑے کہ کفار میں بھگدڑ مچ گئی قدرت کو ابھی ان کی زندگی منظور تھی، اس جنگ میں شرفِ شہادت سے محروم رہے۔

## ابودجانہؓ کی شجاعت

مشہور صحابی حضرت ابودجانہؓ شجاعانِ عرب میں شمار ہوتے تھے۔ وہ کفار کے ٹڈی دل میں گھس گئے اور صفوں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ حضورؐ نے ایک تلوار دستِ مبارک میں لے کر فرمایا: "آج کون اس کا حق ادا کرتا ہے؟"

کئی صحابہ کرامؓ نے اس کا عظیم جہد کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، ان میں حضرت ابودجانہؓ بھی شامل تھے۔ حضورؐ نے تلوار انہیں مرحمت فرمائی۔ ابودجانہؓ اس عزت افزائی پر بے حد مسرور ہوئے اور سرِ سرخِ رومال باندھ کر سینہ تانے ہوئے فوج سے بھلے اور کفار کو اپنی تلوار پر رکھ لیا۔ انہوں نے جنگ میں ہند بنت عتبہ ان کی تلوار کی زد میں آگئی لیکن انھوں نے یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا کہ میں اپنے نانا و مونی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ایک عورت کے خون سے آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔

## دو مجاہدین

جنگ سے قبل مدینہ منورہ سے باہر نکل کر سرورِ کائنات نے لشکرِ اسلام کا معائنہ فرمایا تو کئی  
 صغیر السن بچے بھی شوقِ شہادت میں لشکرِ اسلام میں شامل ہو گئے حضور نے انہیں مدینہ واپس جانے  
 کا حکم دیا۔ حضرت خدیج ایک انصاری نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ میرے لڑکے رافع کو تیرا انداز ہی میں  
 بہت جہارت ہے، اسے لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت دیں" رافع کی عمر پندرہ سال کی تھی اور وہ اپنی  
 ایڑیوں پر کھڑے ہو ہو کر اپنے قد کو لمبا ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے حضور نے انہیں دیکھ کر تبسم  
 فرمایا اور لڑائی میں شرکت کی اجازت دے دی۔ رافع خوشی سے پھولے نہ سمائے۔

لڑکوں کی جماعت میں رافع کے ہم عمر ایک لڑکے سمیرہ بن جذب بھی تھے۔ انہیں رافع پر  
 بہت رشک آیا۔ اپنے سوتیلے باپ مری بن سنان کی وساطت سے رسول کریم کی خدمت میں عرض  
 کی۔ "یا رسول اللہ آپ نے رافع کو اجازت دے دی اور مجھے چھوڑ دیا حالانکہ میں رافع سے طاقتور  
 ہوں۔ آپ بے شک رافع سے میری کشتی کرا کے دیکھ لیجئے۔ اگر میں ہار گیا تو میدانِ جنگ میں جانے  
 پر اصرار نہ کروں گا"

رسول کریم سمیرہ کے شوقِ جہاد سے بے حد متاثر ہوئے اور کشتی کا حکم دے دیا۔  
 رافع اور سمیرہ راضم ٹھونک کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور ایک دوسرے سے گتھے گئے تھوڑی  
 دیر بعد سمیرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ وہ دیکھنے میں چھوٹے اور کمزور تھے لیکن مقابلہ جیت کر اپنے آپ کو  
 طاقتور ثابت کر دیا۔ حضور نے اب انہیں بھی جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

رافع اور سمیرہ دونوں اس بہادری اور ثابتن قدمی سے لڑے کہ اپنے آپ کو بڑوں کا ہمسر بنا

سے حضرت رافع کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ جنگِ احد کے بعد غزوہٴ خندق اور کئی دوسرے غزوات میں  
 انھوں نے رسول کریم کی رفاقت کا حق ادا کیا۔ جنگِ صفین میں وہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ کی طرف سے نہایت بہادری سے لڑے

۶۳ھ میں ۸۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔ وفات کے دن مدینہ میں کھرام حج گیا۔ (سیر انصار جلد اول)

۵ صفحہ ملاحظہ ہو۔

کر دیا حضرت رافعؓ کے سینے میں کسی مشرک کا تیر پھوسا ہو گیا۔ لوگوں نے اسے باہر کھینچا تو ٹوٹ گیا۔ اور اس کی نوک حضرت رافعؓ کے سینے میں رہ گئی تاہم جان بچ گئی۔ اس واقعہ کے بعد تقریباً ۲۷ سال زندہ رہے۔ (طبری)

(۹)

### مقدس آنکھ

حضرت قتادہ بن نعمانؓ ایک جلیل القدر انصاری صحابی تھے۔ وہ جنگ بدر کے تین سو تیرہ نفوسِ قدسی میں سے ایک تھے۔ جنگ احد میں بھی نہایت جوش و خروش کے ساتھ شامل ہوئے۔ جب وہ دُنا و بائینہا سے بے خبر و ادشجاعت وے رہے تھے کہ کسی مشرک نے آنکھ پر نیزہ پھینکا۔ آنکھ باہر نکل کر رخسارہ پر ٹپک آئی۔ لیکن یہ عاشقِ رسولؐ میدانِ جنگ کے ہٹنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ لوگوں نے کہا: "اسے کاٹ دو۔ بولے "رسول اللہ سے پوچھ لو"

جب نبی کریمؐ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "نہیں نہیں" اور پھر اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کو اپنی اصلی جگہ پر لگا دیا اور دعا مانگی:

اللَّهُمَّ اكْشِمْهَا جَالًا

اس دعا کی برکت سے یہ آنکھ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اور پھر حضرت قتادہؓ کی ساری زندگی تک اس کی نظر نہایت تیز رہی۔

ان کی اولاد میں کسی نے یہ اشعار اسی واقعہ کی بابت لکھے ہیں:

بقیہ صفحہ ۵۴۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ بھی نہایت جلیل القدر صحابی ہوئے اور احد کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی۔ سرورِ کائنات کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ زیاد بن سمیہ حاکم بصرہ و کوفہ نے انہیں اپنا نائب حکومت مقرر کیا وہ کوفہ میں ہوتا تو بصرہ کی امارت ان کے سپرد ہوتی۔ وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ جا کر انتظامِ حکومت سنبھال لیتے۔ سمرہؓ عوارج کے سخت دشمن تھے، ان پر قابو پا کر بیدریغِ قبلِ کرا دیتے تھے۔ رسول کریمؐ کی سنت پر عمل کرنے میں بڑا اہتمام فرماتے تھے۔

اور فضلاء نے صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ ۳۳۳ میں یکبہرہ جل کر بیکہا۔ (اسد الغابہ)

انا ابن الذی سالت علی الخدیغہ  
 فردت بکف المصطفیٰ احسن الرد  
 فعاتت کما کانت لاول امرها  
 فی احسن ماعین و باحسن ما ارد

یعنی میں اس کا فرزند ہوں جس کے گالوں پر آنکھ (خانہ چشم) سے نکل کر گر پڑی۔ پس وہ محمد مصطفیٰ کے مبارک ہاتھ سے نہایت احسن طریقہ سے لوٹائی گئی۔ پس وہ لوٹ گئی (اپنی جگہ پر آگئی) جیسا کہ اس کا پہلا ٹھکانہ تھا۔ کیا مبارک تھی وہ آنکھ اور کیا مبارک تھا اس کا لوٹا یا جانا (مبارک تھی وہ ذات اقدس جس نے اُسے لوٹا دیا)۔ (اسد الغابہ)

(۱۰)

سمر لوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے  
 یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے

حضرت عمارہ بن زیاد (انصاری) رسول کریم کے عاشق زار تھے۔ جنگ احد میں انہوں نے اپنا حق رفاقت خوب بنا یا اور بڑی ثابت قدمی کے ساتھ مشرکین کے خلاف لڑے۔ ان کے حیم پر تیرہ زخم لگ چکے تھے لیکن میدان جنگ سے منہ موڑنے کا نام نہ لیتے تھے۔ آخر جو دھویں زخم کے ساتھ طاقت جواب دے گئی اور گر پڑے۔ لوگوں نے سمجھا شہید ہو گئے ہیں رسول اللہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ "عمارہ کی لاش میرے پاس لاؤ۔"

اصحاب رسول فوراً ان کی طرف دوڑے۔ دیکھا تو ابھی سانس چل رہی تھی۔ اٹھا کر حضور کے روبرو رکھ دیا۔ بولنے کی سکت نہ تھی لیکن ان کی بے نور ہوتی ہوئی آنکھیں پکار رہی تھیں "یا رسول اللہ! یہ تو صرف ایک جان تھی، اگر سو جائیں بھی ہوتیں تو آپ پر نثار کر دیتا۔"

چنانچہ اپنے خساروں سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں کو سہلاتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔



اللہ اللہ یہ جذبہ عقیدت اور یہ خوش بختی کہ دم واپس ہے اور سر محبوب کے قدموں پر ہے۔ اور محبوب کون؟ فخر انس و ملائک، سید الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم! عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ کی قابل رشک شہادت اس شعر کا مصداق تھی:

منم وہمیں تمنا کہ بوقتِ جاں سپردن  
برخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

(اسد الغابہ)

(۱۱)

### عملِ قبیل و اجہر کثیر

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو قبیلہ اوس کے تمام مرد و زن مشرف باسلام ہو گئے۔ بجز ایک شخص کے۔ وہ تھے عمرو بن ثابت الملقب بہ اجیرم عبدالاشہل۔ غزوہ احد تک وہ کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹکتے رہے۔ جنگِ احد کے دن حضورؐ جب اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ میدانِ جنگ کی طرف تشریف لے گئے تو عمرو گھر سے باہر تھے۔ جب واپس لوٹے تو محلے میں ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گھر والوں سے پوچھا کہ شہر کے لوگ کہاں گئے۔ انھوں نے جواب دیا: "مشرکین مکہ کا مقابلہ کرنے کے لیے حضورؐ کے ہمراہ میدانِ جنگ میں گئے ہیں۔"

اسی وقت دل میں نورِ ہدایت کی چنگاری بھڑکی۔ لباسِ جنگ پہنا، گھوڑے پر سوار ہوئے اور سیدھے حضورؐ کے قدموں میں جا گئے۔ عرض کی "یا رسول اللہ! راہِ حق میں لڑوں یا اسلام قبول کروں؟"

آپؐ نے فرمایا: "دونوں کام کرو۔ پہلے اسلام قبول کرو پھر لڑو۔"  
عمروؓ نے عرض کی: "یا رسول اللہ! میں نے آج تک خدائے واحد کے آگے ایک سجدہ بھی نہیں کیا۔ اگر لڑائی میں مارا گیا تو کیا میری اس میں بہتری ہوگی؟"  
حضورؐ نے فرمایا: "ہاں!"

حضرت عمروؓ نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا رسول اللہ کے وفات مبارک پر بیعت کی اور مردانہ وار صفِ جنگاہ میں گھس گئے۔ نہایت شجاعت سے لڑے۔ کفار نے نرغہ میں لے کر تیر و تلوار سے چھلنی کر دیا۔ ہر موٹے بدن سے خون جاری تھا لیکن دیوانہ وار تلوار چلا رہے تھے۔ آخر زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑے۔ لڑائی کے بعد جب ان کے قبیلہ کے لوگ اپنے شہیدوں کی تلاش میں نکلے تو عمروؓ بن ثابت کو بھی خاک و خون میں غلطان دیکھا۔ ابھی کچھ سانس باقی تھے۔ قبیلہ کے لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا:-

”حیرم یہ کیا؟ تو تو اسلام کا مخالف تھا۔ کیا قوم سستی کا جذبہ تمہیں میدانِ جنگ میں لے آیا۔؟“  
 عمروؓ نے جواب دیا۔ ”نہیں، اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کا شرف عطا کیا اور میں اللہ کی راہ میں لڑا۔“

لوگ اٹھا کر مدینہ لائے۔ کھوڑی دیر بعد جانِ جان آفریں کے سپرد کی۔  
 حضورؐ نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا: ”عَمَلًا قَلِيلًا وَّ اَجْرًا كَثِيرًا“ اس نے تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر پایا۔

حضرت عمروؓ بن ثابت (حیرم عبدالاشہل) کا واقعہ شہادت اتنا مشہور ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ جب کبھی اپنے شاگردوں سے پوچھتے۔ ”ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت کی نماز بھی نہ پڑھی ہو۔ لیکن سیدھا جنت میں گیا ہو۔“ تو وہ فوراً جواب دیتے ”حیرم عبدالاشہل“

(صحیحین - اسد الغابہ - مستدرک حاکم - ابوداؤد وغیرہ)

(۱۲)

غسل الملائکہ

بشر کے قبیلہ اوس کا رہبر ابو عامر دین حق کا اتنا سخت دشمن تھا کہ رسول اکرمؐ نے اُسے ”فاسق“ کے لقب سے پکارا لیکن اسی فاسق کے صلب سے وہ جلیل القدر فرزند پیدا ہوا جسے تاریخ میں تقی اور غسل الملائکہ کے القاب سے پکارا گیا۔

یہ رفیع المرتبت انسان حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر تھے۔ انھوں نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ سے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے دشمن اسلام باپ کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ حضورؐ نے اُن کے جذبہ ایمانی کو سراہا لیکن باپ کو قتل کرنے کی اجازت نہ دی۔

حضرت حنظلہؓ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی کہ پرستار ان حق کو غزوہ احد پیش آیا۔ وہ اپنی بیوی کے پاس خلوت میں تھے کہ اعلان جہاد سنا۔ بے اختیار ہو کر تلوار ہاتھ میں لی اور میدان جنگ کو اٹھ دوڑے۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ وہ شروع میں غزوہ احد میں شریک نہیں تھے جب مسلمانوں کی شکست کی خبر خلوت نگاہ میں سنی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ میدان جنگ کی طرف لپکے۔) صرف ایک ہی آرزو تھی کہ راہ حق میں اپنی جان قربان کر دوں۔ داؤد شجاعت دے رہے تھے کہ شہزاد بن اسود لیبثی نے بڑھ کر تلوار کا ایک بھر پور وار کیا اور شرب کے اس دو لھانے جرعہ شہادت پی کر روضہ رضوان کا راستہ لیا۔

چونکہ حالت جنابت میں شہید ہوئے۔ بارگاہ الہی سے فرشتوں کو حکم ہوا کہ انہیں غسل دیں۔ حضورؐ نے ان کے غسل کی کیفیت دیکھی تو بہت حیران ہوئے۔ فرشتوں کے ہاتھوں ان کے غسل کا تذکرہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے بھی کیا۔ ابو سعید ساعدیؓ کا بیان ہے کہ میں نے سرور کائناتؐ کا ارشاد سُن کر حنظلہؓ کو جا کر دیکھا تو اُن کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا۔ احد سے واپسی پر حضورؐ نے اس واقعہ کی تحقیق فرمائی تو ان کی بیوی نے سارا قصہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ”تب ہی حنظلہؓ کو ملائکہ غسل دے رہے تھے۔“

اسی وجہ سے حضرت حنظلہؓ غسل ملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اللہ سے ذوق و شوق کہ راہ حق میں جان دینے کی آرزو میں نہ نئی تو پل دُلہن یاد رہی او نہ غسل۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

## عمرو بن جموح کا جوش ایمان

سید الانصار حضرت عمرو بن جموح کا پاؤں سے حادثہ میں زخمی ہو گیا تھا اور وہ ایک پاؤں سے لنگڑا کر چلتے تھے۔ جنگ بدر میں شامل ہونا چاہا تو حضور نے ان کے فرزندوں کو حکم دیا کہ وہ انہیں لڑائی میں جانے سے منع کریں کیونکہ وہ معذور ہیں اور اس حالت میں ان پر جہاد واجب نہیں۔ حضرت عمرو بن جموح دل مسوس کر رہ گئے اور حکم نبوی کی تعمیل میں غزوہ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔

جنگ احد میں بھی یہی کیفیت پیش آئی۔ ان کے لڑکوں نے کہا: "باوا جان! آپ معذور ہیں۔ لڑائی میں شرکت آپ پر واجب نہیں۔ ہم جوان ہیں، تندرست ہیں، آپ کی طرف سے لڑیں گے اور رسول اللہ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔"

حضرت عمرو بن جموح نے فرمایا: "تم نے مجھے جنگ بدر میں بھی شامل ہونے سے روک دیا تھا۔ خدا کی قسم اب میں نہ لڑوں گا اور اپنے آقا پر اپنی جان نثار کروں گا۔"

لڑکوں نے رسول کریم کو باپ کے ارادہ کی اطلاع دی تو حضور نے عمرو بن جموح کو بلا بھیجا۔ جب وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہیں سمجھایا کہ تمہارا جذبہ جہاد قابل قدر ہے لیکن تم معذور ہو، تم پر جہاد فرض نہیں۔ لڑائی میں عملی شرکت کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد کا ثواب دے گا۔"

حضرت عمرو بن جموح نے عرض کی: "یا رسول اللہ! مجھے جہاد میں عملی شرکت کی سعادت سے محروم نہ فرمائیے۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ میں اسی لنگڑے پیر کو گھسیٹتا ہوا جنت میں پہنچوں گا۔"

حضور نے بھی اب زیادہ زور نہ دیا اور انہیں لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو حضرت عمرو بن جموح نے ہتھیار لے کر دعائے مانگی۔ اسے

باری تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کر اور زندہ واپس نہ لے جا۔  
 یہ کہہ کر لشکرِ کفار میں گھس گئے اور کشتوں کے پتے لگا دیئے۔ جب رسول اللہ کی  
 شہادت کی افواہ سن کر اکثر مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تو عمرو نے اپنے فرزند خلدادؓ کو ساتھ لے کر  
 کفار پر اتنا شدید حملہ کیا کہ ان کا منہ پھیر دیا۔ لیکن آخر بہت سے مشرکوں نے نرغہ میں لے کر  
 باپ بیٹے دونوں کو شہید کر دیا۔ لڑائی کے بعد جب حضورؐ ان کی طرف سے گزے تو فرمایا:  
 "عمروؓ کو میں جنت میں ان کے لشکر کے پاؤں کے ساتھ چلتا دیکھ رہا ہوں۔ خدا نے ان کی قسم  
 پوری کر دی ہے۔"  
 (اصابہ - اسد الغابہ)

(۱۴)

## بہشت کی خوشبو

حضرت انس بن نضر انصاریؓ مشہور صحابی حضرت انس بن مالکؓ کے چچا تھے۔ وہ ان  
 بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی :-

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ  
 قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ  
 (الاحزاب - ۳۷)

یعنی مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے اقرار کے پابند ہیں، ان میں سے بعض اپنا عہد  
 پورا کر چکے ہیں اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔

جب احد میں ایک اتفاقی غلطی سے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی تو  
 انہوں نے کہا: "اے مولائے کریم! میں ان مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں  
 اور کفار کے کرتوت سے برأت ظاہر کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر کفار کے ہجوم کی طرف بڑھے۔ رستے میں  
 حضرت سعد بن معاذؓ فرماتے۔ ان سے فرمایا: "سعد! دیکھو یہ سب بہشتِ خدا کی قسم مجھے اس کی  
 خوشبو آ رہی ہے۔" اس کے بعد تلوار سونت کر کفار پر حملہ کیا اور لاشوں پر لاشیں گراتے ہوئے  
 معبودِ حقیقی سے جا ملے۔ شہادت کے بعد ان کے جسم پر اسی سے زیادہ تیز تلوار اور نیزہ کے

رسیر انصار، جلد اول

زخم گئے گئے۔

طبری نے حضرت انس بن نضر کے جوش ایمان اور شہادت کا حال ایک دوسرے پیرائے میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت انس نے چند مسلمانوں کو دیکھا کہ انھوں نے ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور نہایت غمزہ وہ حالت میں میدان جنگ سے پرے ہٹ کر بیٹھ گئے ہیں حضرت انس نے ان سے پوچھا۔ تم کیوں اس طرح بیٹھے ہو؟

انھوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ شہید ہو گئے ہیں اب لڑنے سے کیا حاصل؟

حضرت انس نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ موتِ اعلیٰ مآمات رسول اللہ رسول اللہ اگر شہید ہو گئے ہیں تو آؤ ہم بھی لڑ کر مر جائیں، اب جی کر کیا کرنا ہے!

یہ کہا اور تلوار چلاتے ہوئے لشکرِ کفار میں گھس گئے اور بیسیوں زخم کھا کر جامِ شہادت نوش کیا

(۱۵)

### ایک ضعیف العمر عاشقِ رسول

حضرت رفاعہ بن دیش انصار کے ایک ضعیف العمر بزرگ تھے۔ کسی لڑائی میں شامل ہونے کی طاقت نہ تھی۔ لیکن جنگِ احد کے دن شوقِ شہادت نے انہیں بے قرار کر دیا۔ خدا اور خدا کے رسول کے عشق میں وہ اپنے بڑھاپے اور کمزوری کو بھول گئے اور والہانہ انداز سے لشکرِ اسلام میں شامل ہو گئے۔ جنگ میں انھوں نے بے مثال ثابت قدمی دکھائی اور بڑی پامردی سے دارِ شجاعت دیتے ہوئے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۱۶)

### عظیم آزمائش

لڑائی میں مسلمانوں نے ایسی بے مثال شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ کفار اپنے کثیر تعداد اور سامان کے باوجود بددل ہو گئے اور بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ حضور نے دڑنے پر جو پچاس تیر انداز مقرر

کئے تھے، وہ بھی مالِ غنیمت سمیٹنے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا لیکن کفار کو بھاگتے دیکھ کر مالِ غنیمت لوٹنے میں اُنھوں نے کچھ حرج نہ سمجھا۔ خالد بن ولید نے جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے اورہ کو خالی دیکھا تو سواروں کا ایک دستہ لے کر اس درہ کی راہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے چند جانبازوں کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا لیکن سب کے سب شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے لئے یہ پرشور حملہ غیر منقطع تھا۔ وہ کچھ بدحواس سے ہو گئے۔ اس پر غضب یہ ہوا کہ علمبردارِ اسلام حضرت مسعود بن عمیرؓ ابن قثمہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ وہ رسولِ اکرمؐ سے صورت میں مشابہ تھے۔ ان کے شہید ہوتے ہی غل مچ گیا۔ کہ رسول اللہ شہید ہو گئے۔ اس وقت مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے کہا: رسول اللہ کے بعد لڑنے سے کیا حاصل؟ اور یہ کہہ کر مدینہ کی طرف چل دیا۔ دوسرے گروہ نے کہا: رسول اللہ کے بعد جینے سے کیا حاصل نہ اور یہ کہہ کر حصولِ شہادت کی خاطر مردانہ وارث کفر کفار میں گھس گیا۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو حضور کے ارد گرد جمع رہا، آپ کی حفاظت کر رہا تھا۔ یہ گروہ باختلاف روایت گیارہ یا چودہ نفوس قسویٰ پر مشتمل تھا۔ ان میں حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت ابو جہانہؓ، حضرت زید بن سہل انصاری اور حضرت شماس بن عثمان کے نام تخصیص معلوم ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں صرف حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ کا نام لکھا ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مسعود بن عمیرؓ رسولِ اکرمؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہونے کے بعد شہید ہوئے۔ انھوں نے حضور کی شہادت کی خبر سنی تو بلند آواز سے نعرہ لگایا: "ہیں رسول اللہ کا علم ننگوں نہیں ہونے دوں گا" یہ کہہ کر ایک ہاتھ میں شمشیر بربہنہ اور دوسرے میں علم لئے کفار پر ٹوٹ پڑے۔ ابن قثمہ نے آگے بڑھ کر یکے بعد دیگرے ان کے دونوں ہاتھ شہید کر دیئے۔ حضرت مسعودؓ نے علمِ اسلام کو سینے سے چٹایا۔ ابن قثمہ نے اب ان پر نیزے کا ایک بھر لوہا مارا اور وہ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ کی شہادت کی خبر سن کر حضرت مصعبؓ کی زبان پر بے اختیار یہ آیت مبارکہ ہو گئی:

يٰۤاَيُّهَا مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِكَ الرَّسُلُ رَاٰلِ عٰرَبِیْنَ اور محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔

بہر صورت حضرت سعد بن ابی وقاص بالاتفاق ان جلیل القدر اصحاب میں تھے جن کے پاس استقلال میں اخیر وقت تک جنبش نہ آئی۔ وہ ایک زبردست تیر انداز تھے۔ جب حضور پر کفار کا زغہ ہوا تو سعد آپ کے پہلو میں کھڑے تھے۔ حضور اپنے ترکش سے تیرا نہیں دیتے جاتے تھے اور فرماتے تھے:-

يَا سَعْدُ ارْمِي دَاكَ اَبِي وَاُمِّي

اے سعد تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں

ایک دوسری روایت کے مطابق اس موقع پر حضور کے الفاظ یہ تھے: "ارْمِ اَيْهَا الْغُلَامُ

الْمُحْرُوسِ (اے زور آور نوجوان تیر چلا)۔ (مشکوٰۃ بحوالہ سنن ترمذی باب مناقب عشرہ مبشرہ)

صحیح بخاری میں حضرت سعد سے یہ روایت منقول ہے:-

"رسول اللہ نے اُحد کے دن میرے لئے اپنا ترکش بچھیر دیا اور فرمایا،

تیر چلا اے سعد تم پر میرے باپ اور ماں قربان"

حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سعد کے سوا کسی اور کے حق میں "فِدَاكَ اَبِي

وَاُمِّي" کے الفاظ سرور کائنات کی زبان مبارک سے نہیں سنے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضور نے ایسے ہی الفاظ حضرت زبیر بن العوام کے

حق میں بھی ارشاد فرمائے تھے۔ ان کے علاوہ حضور نے کبھی کسی صحابی کے حق میں یہ الفاظ نہیں

فرمائے۔ یہ ایک عظیم شرف تھا جو حضرت سعد بن ابی وقاص (اور حضرت زبیرؓ) کو حاصل ہوا۔

اسد الغابہ میں ہے کہ غزوہ اُحد کے دن حضرت سعد نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔

اگرچہ سعد بن ابی وقاص اور دوسرے مٹھی بھر جان نثار مقدور بھر رسول اکرم کی حفاظت

سے بخاری کتاب المغازی (ذکر غزوہ اُحد)

سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دوسرے موقع پر رسول اکرم نے ایسے ہی الفاظ حضرت طلحہ بن عبید

کے حق میں بھی فرمائے تھے۔



کا حق ادا کر رہے تھے۔ لیکن کفار تھے کہ چاروں طرف سے ٹوٹے پڑتے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت سعدؓ کے مشرک بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے حضورؐ پر ایک پتھر پھینکا جس سے آپ کے دندان مبارک شہیر ہو گئے۔ (اس کی اس ناپاک حرکت کے بارے میں حضرت سعدؓ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ میں عتبہ سے زیادہ کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔) (مہاجرین حصہ اول) اس کے بعد ابن قثمہ آگے بڑھا اور حضورؐ پر تلوار کا ایک بھر پورا کیا۔ اس سے آپ کے خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہو گئیں اور رخ اور خون سے تر ہو گیا۔ حضورؐ خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے :-

کیف یفلح القوم خضیوا و جد نبیہم  
بالدم و یدعوہم الی اللہ  
وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کے  
چہرے کو خون آلود کر دیا حالانکہ وہ ان کو خدا کی طرف  
بلاتا ہے۔ (ابن اثیر)

یہ بڑا نازک وقت تھا۔ ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر چاروں طرف سے تیروں اور تلواروں کا مینہ برس رہا تھا اور آپ کی زبان اقدس پر یہ الفاظ تھے :-

رب اغفر قومی فانہم لا یعلمون  
اے اللہ میری قوم کو بخش دے۔ وہ جانتے نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اسی موقع پر مشہور مشرک طلحہ بن ابی طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حضرت سعد نے اس کے حلق میں تاک کر ایسا تیر مارا کہ گتے کی طرح زبان باہر نکل پڑی اور ٹپ ٹپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

اسی اثنا میں حضرت کعب بن مالک انصاریؓ کفار سے لڑتے لڑتے رسول اکرم کے قریب آسکے۔ حضورؐ نے ان کو اپنی زرہ عنایت فرمائی تھی اور وہ اس انداز سے لڑ رہے تھے کہ سر پیر کا کچھ ہوش نہیں تھا۔ جسم پر گیارہ زخم لگ چکے تھے لیکن انہیں کچھ خبر ہی نہ تھی۔ جب حضورؐ کی شہادت کی خبر سنی تو سخت دیکھ ہوئے۔ اب جو یکایک ان کی نظر اپنے آقاؐ کے چہرہ اقدس پر پڑی تو فرط مسرت سے بے خود ہو گئے اور پوری قوت سے پکارے :- "مسلمانو! رسول اللہؐ یہ

ہیں۔ حضور نے اشارے سے منع فرمایا کہ خاموش رہو۔ کعب اپنے جذباتِ مسرت کو دل میں ہی دبا کر رہ گئے۔ (وہ اس واقعہ پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ کی زندگی کی بشارت میدانِ احد میں سب سے پہلے میں نے لوگوں کو دی تھی)۔

ادھر جس جس جان نثار کے کان میں حضرت کعب کی آواز پڑی وہ کفار کے ٹڈی دل کو چیرتا ہوا اس طرف بڑھا۔ مشرکین نے بھی ہر طرف سے ہٹ کر اسی طرف کا رخ کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہونے کے باوجود کوہِ استقامت بن کر کھڑے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو جہانہؓ اور دوسرے جاں نثار حضور کی سپر بنے ہوئے تھے اور کفار کے پے پے حملوں کو کمال شجاعت سے روک رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت زیاد بن کنانہ انصاریؓ اور پانچ یا چھ دوسرے انصاری جاں نثاروں نے مشرکین کے حملوں کو روکے ہوئے یکے بعد دیگرے رسول اکرم پر اپنی جانیں فدا کر دیں۔ اس وقت کچھ دوسرے جاں نثاروں نے بھی ایسی بے مثال شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ نے اسے ہمیشہ کے لئے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے۔

(۱۷)

### میری جان آپ کی جان پر قربان

حضرت ابو طلحہ زید بن سہل انصاریؓ رسول اللہ کے عاشق زار تھے۔ وہ اصحاب بدر میں سے تھے۔ بدر کے بعد جب جبلِ احد کے دہن میں معرکہ کفر و دین برپا ہوا تو حضرت ابو طلحہؓ بھی رسول کریم پر جان نثار کرنے کا جذبہ لئے اس میں شامل ہوئے جس وقت گھمسان کارن پڑا اور بڑے بے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تو حضرت ابو طلحہؓ شہر و ثبات کا پہاڑ بنے رسول کریم کے آگے کھڑے تھے۔ ماہر تیر انداز تھے۔ اپنے تیروں سے مشرکوں کو تاک تاک کر نشانہ اجل بنا رہے تھے اور جو تیر مشرکوں کی طرف سے سرورِ کائنات کی طرف آتا اسے اپنے ہاتھ پر روکتے تھے اور نہایت جوش سے بار بار یہ شعر پڑھتے تھے:

نفسی لنفسک الفداء - ودجھی لوجهک الوقاء

میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے روئے مبارک کی سپر

حضورؐ فوراً ادھر ادھر ہوتے اور آپ کی ذات اقدس کو خطرہ لاحقی ہوتا تو ابو طلحہؓ فوراً آگے ہو جاتے اور فرماتے: "میرا گلا آپ کے گلے سے پہلے"

کفار پر تیر برساتے برساتے آپ کے ہاتھ سے تین کمانیں ٹوٹیں اور وہ لڑائی ختم ہونے تک ذات رسالت کی نہایت ثابت قدمی سے حفاظت کرتے رہے جس ہاتھ سے تیر روک رہے تھے وہ ہمیشہ کے لئے مثل ہو گیا لیکن انھوں نے اس صدمہ کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا حضورؐ نے ان کے جذبہ جاں نثاری کو بے حد سراہا ہے

(۱۸)

## رسول اللہ کی سپر

شماس بن عثمان مکہ کے ایک حسین و جمیل نوجوان تھے۔ ان کا اصلی نام تو شاید ماں باپ نے کچھ اور رکھا ہوگا لیکن اپنی خوب روئی کی بدولت شماس (یعنی رُخ تاباں) کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت شماسؓ اوائل اسلام ہی میں حلقہ بگوش توحید ہو گئے اور سابقون الاولون میں شمار ہوئے۔

لے جنگ خیبر میں حضرت ابو طلحہؓ نے اپنا اونٹ رسول کریمؐ کے بالکل برابر کر کے حضورؐ کی حفاظت کا حق ادا کیا۔

جنگ حنین میں حضرت ابو طلحہؓ نے بمثل شجاعت کا مظاہرہ کیا اور سخت سے سخت موقع پر بھی ان کے قدم نہ ڈگ گئے۔ اس لڑائی میں ان کے ہاتھ سے اکیس کافر قتل ہوئے۔

رسول کریمؐ کی رحلت کے بعد حضرت ابو طلحہؓ نے عہد صدیقی و فاروقی میں متعدد جنگوں میں شرکت کی۔ آخر ضعف پیری نے گھر

بیشیٹنے پر مجبور کر دیا۔ ستر برس کی عمر تھی۔ ایک دن قرآن کریمؐ کی تلاوت کرتے ہوئے سورہ براءت کی اس آیت انفراداً و ثقلاً پر پہنچے تو شوق جہاد سے بے تاب ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کا عہد خلافت تھا، مسلمان غزوة البجیر کی تیاری میں مصروف تھے۔ وہ بھی لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ لوگوں نے بہتیرا سمجھا یا کہ آپ بوڑھے اور کمزور ہیں گھر پر آرام کیجئے لیکن وہ میدان جہاد میں دین پر جان قربان کرنے کا تہیہ کر چکے تھے، زمانے نے بھری جہاز میں سوار ہو گئے۔ راستے ہی میں نئے کہ پیغامِ اجل آ گیا۔ ساتویں دن جب جہاز کنا سے لگا تو ان کا جہد مبارک ایک جزیرے سے تیس سو درختوں کا ایک جنگل بنا گیا۔ (بخاری۔ سند احمد حنبلی۔ طبقات ابن سعد)

راہِ حق میں اُنھوں نے بے پناہ مصیبتیں جھیلیں۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت ربیعہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ دونوں ماں بیٹے جب مشرکین کے مظالم سے عاجز آ گئے تو رسول کریم کی اجازت سے حبش چلے گئے۔ پھر وہاں سے آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور یاد و ہجرتوں سے مشرف ہوئے۔

جنگِ اُحد کے دن حضرت شماسؓ بھی ان چودہ نفوسِ قدسی میں تھے جو بھگدڑ کے وقت شمعِ نبوت کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے تھے۔ شماسؓ صحیح معنوں میں رسول اللہ کی ڈھال بنے ہوئے تھے۔ انہیں بے شمار زخم آچکے تھے لیکن وہ اپنے آقا کے دائیں بائیں آگے پیچھے تلوار چلا رہے تھے اور کسی مشرک کو حضورؐ کے نزدیک نہیں بھٹکنے دیتے تھے۔ ان کا چاند سا پھرہ خون ہونے کے باوجود چمک رہا تھا۔ اُنھوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اپنے جیتے جی رسول کریمؐ پر کوئی آنچ آنے دیں گے لیکن آخر زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ لڑائی ختم ہوئی تو ابھی زندگی کی رن نو جوان تھی۔ اُٹھا کر مدینہ لے گئے۔ حضرت ام سلمہؓ جنہیں بعد میں ام المؤمنین بنتے کا شرف حاصل ہوا ان کی تیمارداری پر مامور ہوئیں۔ لیکن دوسرے دن شماسؓ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا حضورؐ نے خون آلود کپڑوں کے ساتھ ہی اُحد کے گنجِ شہیدان میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ اُحد کے دن شماسؓ میری سپر تھے۔ دائیں بائیں آگے پیچھے بدھ دیکھتا شماسؓ آتے تھے۔ "سپر" کے سوا میں ان کے لئے کوئی تشبیہ نہیں پاتا۔ (اسد الغابہ۔ طبقات ابن سعد)

(۱۹)

ثابت بن دحداح کی لکار

حضرت ثابت بن دحداح ایک انصاری عاشقِ رسولؐ جنگِ اُحد میں نہایت جوش سے رہے تھے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو اُنھوں نے اگر مسلمانوں کے قدم اکھڑتے دیکھے۔ ثابتؓ نے آگے بڑھ کر انصار کو لکارا:

”ادھر ادھر ہیں ہوں ثابت بن دحداح

ان کان محمدًا قتل فان الله حي لا يموت

اگر محمد قتل ہوئے تو خدا موجود ہے۔ تمہیں اپنے اللہ کے لئے لڑنا چاہئے۔

ان کی لاکھڑائی کرکٹی انصاری پٹ پٹ سے اور کفار کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ لڑائی میں حضرت ثابتؓ کو نیزے کا ایک شدید زخم لگا۔ اگرچہ عارضی طور پر افاقہ ہو گیا لیکن زخم اوسے طور پر مندمل نہ ہوا اور اسی کے صدمہ سے غزوہ حدیبیہ کے بعد وفات پائی۔ ایک سری روایت کے مطابق جنگ اُحد کے دن ہی سب سے آخر میں شہید ہو گئے۔

(صحیح مسلم - اصحابہ - اسد الغابہ)

(۲۰)

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

وہرب بن قابوسؓ اور ان کے بھتیجے حارث بن عقیبہ بن قابوس جبل مزینہ سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے۔ شہر کو لوگوں سے خالی دیکھا۔ وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ تمام لوگ قریش مکہ کے مقابلہ پر میدان اُحد میں مصروف کارزار ہیں۔ فوراً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کیا اور پھر حضورؐ سے اجازت لے کر جہاد میں شریک ہو گئے۔ اس بے جگری سے لڑے کہ اپنے بیگانے سب دنگ رہ گئے نہ حضرت وہبؓ نے حضورؐ پر کفار کے دو شدید حملوں کو تنہا پاپا کر دیا۔ حضورؐ نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ تیسری دفعہ پھر یہی صورت پیش آئی تو وہ بھتیجے کے ہمراہ تلوار چلاتے ہوئے کفار کے ہجوم میں گھس گئے اور بے شمار زخم کھا کر دونوں پر دیسی چچا بھتیجے جنت کو سدھارے۔ کہاں بکریوں کی تجارت اور کہاں جنت کا سودا ہے

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لو ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت وہبؓ جنگ اُحد سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے البتہ انہیں مشرکین مکہ کی مدینہ پر چڑھائی کا حال معلوم نہ تھا۔ جنگ اُحد کے دن مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے اور رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

شہادت کے بعد حضور نے ان کے سرانے کھڑے ہو کر فرمایا: "اللہ تم سے راضی ہو۔  
 میں تم سے راضی ہوں۔" پھر حضور نے خود انہیں اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا۔  
 حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ "میں نے وہبؓ جیسی دلیری اور بہادری  
 جو انھوں نے جنگ اُحد میں دکھائی، کبھی کسی دوسرے میں نہیں دیکھی۔" حضرت عمر فاروقؓ فرما  
 تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہبؓ کے عمل پر۔ میری آرزو ہے کہ داور  
 محشر کے سامنے ان جیسا اعمال نامہ لے کر حاضر ہوں۔"

(۲۱)

### شمع رسالت کے پروانے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں کی بے مثال شجاعت اور ثابت قدمی  
 نے مشرکین کا منہ پھیر دیا۔ اور حضور اپنے چند رفقاءؓ ساتھ جبل اُحد کی چوٹی پر تشریف لے گئے۔ مشرکوں  
 کو وہاں جا کر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ البتہ ابوسفیان نے سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر حضورؐ  
 حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو باری باری پکارا۔ جب ادھر سے کچھ جواب نہ ملا، تو  
 کہنے لگا: "کیا سب مارے گئے؟" حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اور کڑک کر بولے:۔  
 "اور دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں۔"

ابوسفیان پکارا: "اے ہبل تیرا بول بالا ہو۔"

صحابہ کرامؓ نے جواب دیا: "اللہ اونچا اور بڑا ہے۔"

۱۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اس موقع پر ملائکہ قدسی نے بھی رسول اکرمؐ کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے  
 روایت ہے کہ میں نے اُحد کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں دو شخص دیکھے جو کفار کے خلاف شدید لڑائی  
 میں مشغول تھے۔ ان پر سفید کپڑے تھے۔ میں نے نہ کبھی ان کو پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں  
 سفید پوش فرشتے تھے۔

۲۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اس موقع پر حضرت سعدؓ بھی رسول اکرمؐ کے ساتھ تھے۔

ایک دو اور سوال و جواب ہوئے اور پھر ابوسفیان نے اپنی فوج کے ساتھ مکہ کا رخ کیا حضور نے دوسرے دن حمراء اسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے مشرکین کا تعاقب کیا۔ لیکن انھوں نے مکہ پہنچ کر ہی دم لیا۔ لڑائی میں ستر مسلمانوں نے جاں شہادت پایا۔ حضور کے سر اقدس میں ابن قثمہ کے وار سے خود کی دو کڑیاں چبھ گئی تھیں اور آپ کو ان سے سخت تکلیف تھی۔ امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح حضور کی تکلیف سے سخت بے قرار تھے۔ کڑیاں اس سختی سے حضور کے سر اقدس میں پیوست تھیں کہ نکلنے کا نام ہی نہ لیتی تھیں۔ آخر حضرت ابو عبیدہ نے انھیں اپنے دانتوں میں پکڑ کر زور سے باہر کی طرف کھینچا۔ اس کوشش میں ان کے اپنے دو دانت بھی شہید ہو گئے لیکن کڑیاں نکل آئیں۔ حضرت ابو عبیدہ بے حد خوش تھے کہ حضور کی تکلیف میں کمی ہوئی۔ فرماتے تھے: اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے جان بھی حاضر ہے دو دانت کیا چیز ہیں۔ جنگ احد کا مفصل حال سورہ آل عمران میں بیان کیا گیا ہے۔

اس لڑائی میں جہاں مشرک عورتوں نے حصہ لیا وہاں کسی مسلم خواتین بھی شریک ہوئیں۔ ان میں حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام سلیطہ اور حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے نام قابل ذکر ہیں ایک انصاری خاتون حضرت ہند بنت عمرو (بن حرام سلمی) نے حبیب رسول کا کمال مظاہرہ کیا۔ انھوں نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سنی تو فرط الم سے بے تاب ہو گئیں اور مدینہ سے نکل کر میدان احد کی طرف روانہ ہوئیں۔ راستے میں خبر ملی کہ تمہارے بھائی (عبداللہ بن عمرو بن حرام) نے شہادت پائی۔ پھر خبر ملی کہ تمہارے شوہر (سید الانصار عمرو بن جموح) میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ چند قدم آگے گئیں تو کسی نے خبر سنائی کہ تمہارا لخت جگر (خلاد بن عمرو بن جموح) رسول اللہ پر قربان ہو گیا۔ یہ خاتون ہر خبر سننے پر الحمد للہ فرماتی تھیں اور لوگوں سے پوچھتی تھیں: "لوگو! خدا را یہ بتلاؤ کہ میرے آقا محمد مصطفیٰ کا کیا حال ہے؟" جب لوگوں نے بتایا کہ سرور کائنات بخیریت ہیں تو فرط مسرت سے بے خود ہو گئیں۔ فوراً حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: "كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ صَخِيْرَةٌ" (آپ سلامت ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے)

اس کے بعد یہ خاتون تینوں شہداء کی لاشوں کو اونٹ پر لاد کر مدینہ لے گئیں اور پھر گنج شہداء میں دفنانے کے لئے میدان اُحد میں لے آئیں۔

صبر و استقلال کے اس مقدس سیکر کا ذکر علامہ شبلی نعمانی نے ان الفاظ میں کیا ہے :-  
 کافروں نے یہ کیا جنگ اُحد میں مشہور  
 ہوئے مشہور مدینہ میں جو پہنچی خبر  
 ہو کے بے تاب گھروں سے نکل آئے باہر  
 وہ بھی نکلیں کہ ہوتھیں پر وہ نشینانِ عقیق  
 ایک خاتون کہ انصار کو نام سے تھیں  
 موقعِ جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا  
 تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی  
 سب بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید  
 اس عقیقہ نے یہ سُن کے کہا تو یہ کہا  
 سب نے دی اس کو بشارت کہ سلامت ہیں حضور  
 بڑھ کے اُس نے رُخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا

کہ پیہر بھی ہوئے کشتہ شمشیرِ دوم  
 ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدہ حسرت و غم  
 کودک و پیرو جوان و خدم و خیل و حشم  
 جن میں تھیں سیدہ پاک بھی بادیعہ نم  
 سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس ان کے ہم  
 کیا کہیں تجھ سے کہ کتنے ہوئے شراب تے ہیں ہم  
 تیرے والد بھی ہوئے کشتہ شمشیرِ حشم  
 گھر کا گھر صاف ہوا لوٹ پڑا کوہِ الم  
 یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اعم  
 گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم  
 تو سلامت ہے تو اب بیچ ہے سب بیخ و دم

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی قدا

اے شہ دین! تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

علامہ شبلی کے بیان کے مطابق اس انصاری خاتون کے والد شوہر اور بھائی جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کی روایت کا ماخذ ابن ہشام ہے لیکن کچھ دوسری روایات میں ہے کہ اس خاتون کے بھائی شوہر اور بیٹے نے جنگِ اُحد میں شہادت پائی۔



# غزوة احزاب تا عہدِ مدینی

(۱)

## غزوة احزاب

غزواتِ بدر اور احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے جس جانبازی اور جذبہ فدویت کا مظاہرہ کیا، بعد کے تمام غزوات میں بھی وہ اسی جذبہ کے ساتھ شریک رہے۔ مورخین نے بدر، احد، احزاب، خیبر فتح مکہ، حنین، اطائف اور تبوک کے غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد کی شرکت کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بیعتِ ضون میں ان کی شرکت مسلم ہے۔ غزوة احزاب میں حضرت سعد کے ایک کارنامہ کا حال مندرجہ تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ غزوة احزاب (یا خندق) شہمہ میں پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو نضیر کے یہودی جو اپنی بد عہدی کے باعث مدینہ سے جلا وطن کر دیئے گئے تھے، انتقام پر آنا دہ ہوئے۔ ان کے چند سردار بنی وائل کے کئی رئیسوں کو ہمراہ لے کر مکہ پہنچے اور ابوسفیان کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا۔ وہ چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکہ سے نکلا۔ راستہ میں غطفان، کنانہ اور کچھ دوسرے بدوی قبائل ان کے ساتھ شامل ہو گئے یہاں تک کہ ان کی جمعیت دس ہزار کے قریب ہو گئی۔ دشمنانِ اسلام کے اس حجمِ غفیر نے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ رسول اکرم نے شہر سے باہر جا کر لڑنا خلافتِ مصلحت سمجھا اور مدینہ کے گرد خندق کھود کر مورچے باندھ لئے۔ مشرکین نے نہایت سختی کے ساتھ مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ فرزندِ ان توحید کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ لیکن انہوں نے نہایت پامردی اور جوش کے ساتھ مشرکین کا مقابلہ کیا اور

محاصرے کی سختیاں چھیلیں۔ یہ ہولناک محاصرہ قریباً ایک ماہ تک قائم رہا۔ اس عرصہ میں مشرکین نے کئی بار بڑے جوش و خروش سے مسلمانوں پر حملہ کیا لیکن مسلمانوں کی شدید مزاحمت اور خندق کی ٹکاوٹ کی وجہ سے وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے۔ اسی طرح کے ایک معرکے میں حضرت سعد کا مقابلہ ایک مشرک سے ہو گیا۔ مسند کی روایت کے مطابق حضرت سعد کا بیان ہے کہ جنگ خندق میں ایک مشرک کو میں نے دیکھا کہ اپنی ڈھال کو کبھی ناک کے اوپر اور کبھی نیچے لے جاتا تھا میں نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور جس وقت اُس نے اپنا ہاتھ نیچے کیا، نشانہ باندھ کر تیر اس کو مارا۔ وہ شخص بدحواس ہو کر گر پڑا اور اس کی ازار کھل گئی۔ رسول اللہ صلعم نے یہ منظر دیکھا تو ہنس پڑے اور آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو کس بات پر ہنسی آئی ہے۔ حضور نے فرمایا، اس شخص کی بدحواسی پر۔

قریباً ایک ماہ کے محاصرے کے بعد کفار میں پھوٹ پڑ گئی اور پھر ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایک ہولناک آندھی ان پر عذاب الہی کی صورت میں بھیج دی۔ کفار سخت خوفزدہ اور بدول ہو گئے اور محاصرہ اٹھا کر جدھر سے آئے تھے اسی طرف بھاگ گئے۔

(۲)

### بیعت رضوان

غزوہ احزاب کے بعد ۱۰ ہجری میں حضرت سعد کو بیعت رضوان میں شرکت کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ اس کا مختصر حال یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال چودہ سو صحابہ کے ساتھ (جن میں حضرت سعد بھی شامل تھے) حج کے ارادہ سے مکہ کو روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے

۱۰ صبح سلم کتاب لیا تب مناقب سعد کی ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ غزوہ احد میں پیش آیا۔ اس روایت میں ہے کہ جنگ احد میں ایک مشرک بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملے کر رہا تھا۔ حضور نے حضرت سعد کو حکم دیا کہ اس کو نیز کا نشانہ بنا میں حضرت سعد کے پاس اس وقت تیر ختم ہو چکے تھے، بغیر پھیل کے ایک تیر پاس پڑا تھا حضرت سعد نے اسے اٹھا کر مشرک کی پیشانی پر مارا۔ وہ بدحواس ہو کر گر پڑا اور رہنے ہو گیا۔ حضور اس موقع پر بے اختیار ہنس پڑے۔

سے ایک پڑاؤ کی مسافت پر حدیبیہ نام کا ایک کنواں اور گاؤں ہے۔ لشکرِ اسلام نے اس مقام پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ قریش کو مسلمانوں کی آمد کا حال معلوم ہوا تو انھیں شک گزرا کہ مسلمان جنگ کے ارادے سے آئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے بڑے زور و شور سے جنگ کی تیاری کی اور اعلان کر دیا کہ مسلمان مکہ میں کبھی داخل نہیں ہو سکتے۔ رسولِ اکرم نے بنی خزاعہ کے رئیس بدیل بن ورقا کے ہاتھ قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے۔ قریش کو یہ پیغام موصول ہوا تو انھوں نے تفحص حالات کے لئے عروہ بن مسعود کو مسلمانوں کے پاس بھیجا۔ عروہ اور رسولِ اکرم کے درمیان سخت گفتگو ہوئی اور صلح کی سبیل مندرجہ ذیل چڑھ سکی۔ تاہم عروہ مسلمانوں کے جوش و خروش اور رسولِ اکرم سے ان کی بے پناہ عقیدت مندی کا حال دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اس نے مکہ واپس جا کر قریش کے سامنے ساری کیفیت بیان کی۔ قریش پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ بدستور اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اب ہادی اکرم نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو صلح کی گفتگو کے لئے قریش کے پاس مکہ بھیجا۔ قریش نے ان کو نظر بند کر لیا لیکن لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ کو یہ خبر ملی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ کا قصاص لینا ہم پر فرض ہے۔ اس کے بعد آپ کیکر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ سے ثبات، عزیمت اور جان نثاری کی بیعت لی۔ تمام صحابہؓ نے بے مثال جذبہٴ فدویت کا مظاہرہ کیا اور حضورؐ کے دست مبارک پر اپنی جانیں راہِ حق میں نثار کرنے کی بیعت کی۔ یہ بیعت تاریخ میں "بیعتِ رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت میں شریک ہونے والوں کی فضیلت قرآن حکیم میں اس طرح بیان کی گئی ہے:-

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ  
 إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ  
 مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ  
 عَلَيْهِمْ وَأَنَابَهُمْ فَتَحَا قَرَيْبًا

اے پیغمبرِ خدا! مسلمانوں سے راضی تھا جب کہ وہ  
 تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے  
 سو خدا نے جان لیا جو کچھ کہ ان کے دلوں میں تھا  
 اور ان کو اطمینانِ قلب عطا کیا اور عاجلانہ فتح دی :ۛ

(سورۃ فتح - آیت ۱۷-۱۸ یا ۲۰)

بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کو "صحابہ شجرہ" بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت سعدؓ بھی اسی مقدس گروہ کے ایک فرد تھے۔

بیعتِ رضوان کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ ادھر قریش نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر مسلمانوں کے پاس شرائطِ صلح طے کرنے کے لئے بھیجا۔ سہیل دیر تک رسولِ اکرمؐ سے گفتگو کرتے رہے اور آخر میں ان شرائط پر معاہدہ صلح موحض تحریر میں آیا:-

۱۔ مسلمان اس سال مکہ میں داخل نہ ہوں۔

۲۔ اگلے سال مسلمان صرف تین دن کے لئے مکہ میں داخل ہو سکیں گے بشرطیکہ وہ ہتھیار

لگا کر نہ آئیں۔ اگر تلوار ساتھ ہو تو وہ نیا میں ہوگی اور نیا میں کسی تھیلے وغیرہ میں ہوگا۔

۳۔ مکہ میں مقیم کسی مسلمان کو مدینہ جانے کی اجازت نہ ہوگی اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکہ میں رہ جانا چاہے تو مسلمان اس کو نہ روکیں گے۔

۴۔ اگر کوئی مسلمان مکہ میں آجائے تو مسلمانوں کے پاس واپس نہیں بھیجا جائے گا لیکن مکہ سے

اگر کوئی مشرک یا مسلمان مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے گا۔

"تاریخ میں یہ صلح "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس صلح کی شرائط بظاہر مسلمانوں

کے خلاف تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کی کھلی ہوئی فتح قرار دیا۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا صَبِيئًا ۝ ہم نے تجھ کو فتح میں عطا کی۔ (سورہ فتح)

صلح نامہ پر مسلمانوں کی طرف سے جن اصحاب نے دستخط کئے ان میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

بھی تھے۔ دوسرے اصحاب کے نام یہ ہیں: حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت

عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ، حضرت محمد بن مسلمہؓ،

حضرت ابو جندلؓ۔ صلح نامہ کی کتابت حضرت علیؓ نے کی۔

۱۰ سہیلؓ بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

## فتح مکہ

”بیعت رضوان“ کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگ خیبر میں اپنی شمشیر خارا شکرگان کے جوہر دکھائے اور رسول اکرم ص نے انھیں خیبر کی مفتوحہ ارضی سے ایک جاگیر عطا کی جنگ خیبر کے بعد جب ۱۰ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان دس ہزار ”قدوسیوں“ میں شامل تھے جو مکہ میں داخل ہوتے وقت سرور کائنات کے ہمراہ تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد بن زعمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک خاص معاملہ وجہ نزاع بن گیا۔ چنانچہ یہ معاملہ رسول اکرم ص کے سامنے پیش کیا گیا حضور نے طرفین کے بیان سننے کے بعد اپنا فیصلہ حضرت عبد بن زعمہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دے دیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی تفصیل سے درج ہے۔ حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی) نے مرتے وقت ان کو وصیت کی تھی کہ زعمہ کی کنیز کا لڑکا میرے صلب سے ہے۔ میرے بعد تم اس کو اپنی

۱۰۰ استنباب ۳۳ (بائبل) میں یہ پیش گوئی درج ہے:-

”اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ جبل فاران سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس

ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دینے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔“

محققین اسلام کے نزدیک سینا سے آنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور شعیر سے طلوع

ہونے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے شعیر فلسطین کا ایک حصہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اس علاقے

میں ہوئی تھی۔ فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہونے والے سے مراد سالار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ مکہ و مدینہ کے درمیان جو پہاڑ ہیں ان کو فاران کہا جاتا ہے حضور نے جب مکہ فتح کیا تو دس ہزار صحابہ کرام آپ کے

ہمراہ تھے۔ دس ہزار قدوسیوں سے مراد یہی صحابہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر مہاجرین کے تین علموں

میں سے ایک علم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا:

سرپستی میں لے لیا۔

فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کو لینا چاہا اور کہا کہ یہ میرے بھائی کی اولاد ہے اور وہ مجھے اس کے بارے میں وصیت کر گئے تھے۔ زعمہ کے بیٹے عبد نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ میرے باپ کی کنیز کے بطن سے ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور میرا بھائی ہے اس جھگڑے کا تصفیہ کرانے کے لئے دونوں سردار کونین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا اپنا موقف پیش کیا حضور نے سارے حالات سن کر فرمایا کہ یہ بچہ زعمہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اس لئے عبد بن زعمہ ہی اس کا وارث ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضور نے سوہہ بنت زعمہ سے فرمایا کہ تم اس لڑکے سے پردہ کیا کرو کیونکہ وہ عتبه سے مشابہ ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت سوہہ بنت زعمہ نے اس لڑکے سے پردہ کرتی رہیں۔

(۳)

### غزوہ حنین:

غزوہ الفتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حنین کے خونین معرکہ میں شرکت کی حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ مکہ کی فتح سے عرب کے دو جنگجو قبائل بنو لقیف اور

۱۔ حضرت سوہہ بنت زعمہ رسول اکرم ص کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ ان کے باپ زعمہ بن قیس تھے جو قبیلہ عامر بن لوی سے تھے۔ حضرت سوہہ کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت سکران بن عمرو سے ہوا۔ یہ دونوں اسلام کے سابقوں اولوں میں شمار ہوتے ہیں۔ حبشہ کی دوسری ہجرت میں دونوں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حبش چلے گئے اور کئی برس وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ واپس آئے۔ چند دن بعد حضرت سکران نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اسی زمانہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تھی اور رسول اکرم ص بہت افسردہ رہتے تھے۔ رسول کریم ص کی ایک جان نثار صحابیہ حضرت خولہ بنت حکیم نے حضور ص کے ایام سے حضرت سوہہ کو نکاح مانی کا پیغام بھیجا۔ انھوں نے یہ پیغام بخوشی قبول کر لیا اور ان کے والد نے اپنی نعت جگر کا نکاح سرد رکائات سے چار سو درہم پر خود پڑھا دیا۔ ام المؤمنین حضرت سوہہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۶۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیرۃ الصحابیات)

بنو ہوازن پر الٹا اثر ہوا۔ اسلام کی برکتوں سے سعادت اندوز ہونے کی بجائے انہوں نے  
 بڑے زور و شور سے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاریاں کیں اور چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ  
 مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے خلاف ان کے غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ اپنے بیوی  
 بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اس سے یہ مقصد تھا کہ لڑتے وقت بھاگنے کا خیال بھی دل  
 میں نہ لائیں کیونکہ اس صورت میں ان کی بیویاں اور بچے قید ہو جائیں گے اور غلام بنائے جائیں گے  
 رسول اکرم ص کو ان لوگوں کی یلغار کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی بارہ ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ  
 سے نکلے۔ چلتے وقت کچھ لوگوں کی زبان سے یہ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ  
 کو یہ نازش پسند نہ آئی اور مسلمانوں کو میدان جنگ میں خوفناک مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ مشرکین نے  
 وادی حنین کی پہاڑیوں کے دروں اور گھاٹیوں میں کمین گاہیں بنالیں اور ان میں چھپ کر پیٹھ  
 گئے۔ مسلمانوں کا مقدمہ الجیش جب ان کی زد پر آیا تو انہوں نے اس پر تیروں اور پتھروں  
 کا مینہ برسایا۔ مقدمہ الجیش میں اکثریت مکہ کے نو مسلموں کی تھی۔ وہ ثابت قدم نہ رہ سکے  
 اور سرا سیمہ ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے۔ ان کی بدحواسانہ بھگدڑ نے باقی فوج کو بھی ہراسا  
 کر دیا اور ہر طرف افراتفری مچ گئی۔ اس وقت میدان جنگ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مختصر سی جماعت رہ گئی اور پھر جنگ احد کا نقشہ قائم ہو گیا۔ اس  
 موقع پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص  
 بھی تھے۔ اس وقت حضور ص کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

میں نبی ہوں اس میں اصلا جھوٹ نہیں ہے

میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

پھر حضور نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو نہایت بلند آواز تھے حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو بلاؤ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوری قوت سے ان الفاظ میں مسلمانوں کو پکارا:-

اے گروہ انصار

یا معشر الانصار

## یا اصحاب الشجرۃ

ہے اصحاب شجرہ (درخت کے نیچے جان نثاری کی بیعت

کرنے والوں)

واپس آؤ! رسول خدا ص تم کو بلاتے ہیں۔

حضرت عباس رضی کی آواز کا بھاگتے ہوئے مسلمانوں پر عجیب اثر ہوا۔ وہ گویا خواب سے چونک پڑے اور یکبارگی سمجھے پلٹے۔ اب وہ دنیا و مافیہا سے بے تہر ہو کر اس جوش سے لڑے کہ مشرکین کے لئے ہتھیار ڈالتے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے شمار مال غنیمت اور ہزاروں قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ فتح حنین کے بعد رسول اکرم ص نے طائف کی طرف کوچ کیا کیونکہ بنی نقیف نے طائف کے قلعہ میں جا کر پناہ لی تھی حضرت سعد رضی بھی رسول اکرم ص کے ہمراہ تھے مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کر لیا۔ بیس دن کے بعد حضور ص نے محاصرہ اٹھایا اور جبرائیل تشریف لائے یہاں آپ نے حنین کا مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا اور پھر مدینہ تشریف لے آئے۔

(۵)

## غزوہ تبوک اور حج الاسلام

غزوہ حنین کے بعد حضرت سعد رضی غزوہ تبوک میں شریک ہوئے۔ تبوک شام اور وادی القراء کے درمیان ایک قصبہ ہے جو اس زمانے میں ہرقل شاہ روم کے ماتحت تھا۔ رسول اکرم ص کو خبر ملی کہ رومیوں نے عرب پر حملہ کرنے کے لئے ایک کثیر لشکر جمع کیا ہے۔ ہرقل نے ایک برس کے لئے اس لشکر کی رسد کا انتظام کر لیا ہے اور عیسائیوں کے بہت سے قبائل ان کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔ حضور ص نے فیصلہ کیا کہ خود آگے بڑھ کر اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ بیس ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خیر غلط تھی۔ تبوک میں بیس دن قیام کرنے کے بعد سرور کو مدینہ ۳ مدینہ کو واپس پھرے۔ غزوہ تبوک میں اگرچہ جنگ تبدیل تک نوبت نہیں پہنچی لیکن بعد مسافت، شدت گریا اور مسلمانوں کی تنگ حالی کے باعث تاریخ اسلام میں اس غزوہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں رسول



اپنی ذاتِ خاص سے شریک ہوئے۔ مدینہ سے روانہ ہونے سے پہلے حضور ﷺ نے  
 ذی ثروت صحابہ کو لشکر کی امداد کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس موقع پر بعض صحابہ کرام رضی  
 بے مثل اشارہ کا مظاہرہ کیا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنا مال و اسبابِ راہِ حق میں دیا  
 غزوہ تبوک کے بعد حضرت سعد رضی کو حجِ اسلام (یا حجِ اکبر) میں شرکت کا شرف حاصل ہوا تبوک  
 سے واپسی کے بعد ذوالحجہ ۹ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مسلمانوں کا  
 قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ فرمایا۔ اس قافلہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی شامل  
 تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اس قافلہ کے امیر تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تقیب اسلام  
 حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رضی اور حضرت ابو ہریرہؓ رضی اور کچھ دوسرے صحابہ کے ذمہ معاشی کی خدمت  
 تھی۔ اس حج کو "حجِ اسلام" کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ حج کی جاہلانہ رسوم کا خاتمہ ہو گیا اور  
 اسلامی احکام کے مطابق حج کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ بعض علماء نے اس حج کو حجِ اکبر کا نام دیا ہے  
 اور لکھا ہے کہ سورہ توبہ میں "یوم الحج الاکبر" کے الفاظ اسی حج سے متعلق ہیں۔ اس کے برعکس  
 بعض دوسرے علماء کا خیال ہے کہ عمر حجِ اصغر ہے اور اس کے مقابلہ میں حجِ اکبر ہے۔  
 یہ صورتِ شہد ہجری کے حج میں حضرت سعد کی نمایاں طور پر شرکت کتب سیر و احادیث  
 سے ثابت ہے۔

(۶)

### حجۃ الوداع

شہد میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی سیاتِ اقدس کا آخری حج فرمایا۔ تاریخ میں یہ عظیم حج حجۃ الوداع

۱۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی کو یہ خدمت تفویض کی تھی کہ وہ حج کے موقع پر سورہ برات کی چنانچہ آیتیں مشرکین کو  
 سنائیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اردو الحجہ کو منیٰ میں سورہ برات کی چالیس آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور  
 اعلان کیا کہ آئندہ کسی بھی مشرک کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ کوئی شخص پوری طرح  
 ستر ڈھانپنے بغیر حج کر سکے گا اور مشرکین سے کٹے کٹے تمام معاہدے چار ماہ کے بعد فسخ ہو جائیں گے۔ (بخاری ابن اثیر)

کے نام سے مشہور ہے۔ اس حج میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی تعداد حضور ﷺ کے ہمراہ تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بھی ان نفوس قدسی میں شامل تھے جو حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ کی معیت میں مدینہ منورہ سے مکہ تشریف لے گئے۔ مکہ پہنچ کر حضرت سعد بن ابی وقاص سخت علیل ہو گئے۔ مؤرخین نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس شدید علالت کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سرور کونین ﷺ نے ان کی شدید علالت کا حال سنا تو عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ "یا رسول اللہ! میں مال دار آدمی ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں اور ایک تہائی بیٹی کے لئے چھوڑ دوں۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "منہیں۔" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی "اگر دو تہائی منہیں تو نصف ہی سہی۔" حضور ﷺ نے فرمایا "منہیں۔" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "پھر ایک تہائی صدقہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔" رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "ایک تہائی بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار اور تو نگر چھوڑو تو یہ ان کے مفلس چھوڑے جانے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے پھر تم رمضان المبارک کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرو گے تم کو اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے عمنہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی اجر ملے گا۔" اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اشکبار ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ! میں سر رہا ہوں حالانکہ میں راہ حق میں اس سر زمین کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکا ہوں۔" ہادی اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دلاسا دیا اور ان کی پیشانی پر ہاتھ اور شکم پر دست مبارک پھیر کر دعا فرمائی۔ "اللہم اشف سعداً وانما حله ہجرت"۔

۱۔ صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک بار منہیں بلکہ سرور کونین صلعم حضرت سعد رضی اللہ عنہ

کی علالت کے دوران میں باہران کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔ (کتاب الجنائز)۔

۲۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے "اللہم اشف سعداً" کے الفاظ تین بار فرمائے۔

رحمتِ دو عالم کی دعا حضرت سعد رضی کے لئے اب حیات ثابت ہوئی اور ان کی طبیعت بحال ہونے لگی یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو کر مدینہ واپس گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر رسول کریم ص نے حضرت سعد رضی کو یہ بشارت بھی دی کہ اے سعد تم اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک کہ تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ جائے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضور ص کی بشارت کے الفاظ یہ تھے:

”اے سعد۔ شاید خدائے کو (بستر مرض سے) اٹھائے اور تم سے کچھ لوگوں کو نفع

اور بعض کو نقصان پہنچے۔“ ۱۷

حضور ص کی یہ بشارت فی الحقیقت ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی جو بعد میں حضرت سعد رضی کے حق میں یوں پوری ہوئی کہ جنگِ قادسیہ (۳۰ھ) میں انھوں نے عجمی قوت کو پاش پاش کر دیا اور مسلمان منظر و منصور مدائن میں جا داخل ہوئے۔

حضرت سعد نے اپنی شدید علالت کے واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”میں مکہ میں سحرت علیل ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں مال چھوڑتا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنے دو تنہائی مال (صدقہ کر دینے) کی وصیت اور ایک تنہائی بیٹی کے لئے چھوڑ سکتا ہوں حضور ص نے فرمایا ہاں ایک تنہائی لیکن ایک تنہائی بھی زیادہ ہے پھر آپ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر اس کو میرے چہرے اور پیٹ پر پھیرا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ سعد رضی کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو کامل کر۔ چنانچہ رسول اکرم ص کے دست مبارک کی ٹھنڈک میں آج تک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں۔“ ۱۸

۱۷ صحیح مسلم کتاب الوصیۃ ۲۷ صحیح بخاری کتاب الوصایا۔ ۱۸ صحیح بخاری کتاب المرثعۃ والطلب ۶

ایک دوسری جگہ حضرت سعد رضی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :-

”اس شدید علالت میں جس میں حجۃ الوداع کے سال میں مبتلا ہو گیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت فرماتے تھے میں نے عرض کی (یا رسول اللہ) میرا مرض بڑھ گیا ہے میں مال دار آدمی ہوں۔ میری وارث صرف ایک لڑکی ہے کیا میں اپنا دو تہائی مال خیرات کر سکتا ہوں حضور نے فرمایا۔ نہیں میں نے کہا تو نصف سہی؟ فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا ایک تہائی اور وہ بھی زیادہ ہے تم اگر اپنے ورثا کو غنی چھوڑ جاؤ تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ مفلوک الحال ہوں اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کریں اور اللہ کی خوشنودی کے لئے تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے اس کا اجر پاؤ گے۔ یہاں تک کہ جو کچھ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو (اُس کا بھی اجر ملے گا) میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میں اپنے ساتھیوں کے بعد تک زندہ رہوں گا؟ حضور نے فرمایا۔ شاید تم زندہ رہو یہاں تک کہ بعض لوگوں کو تم سے نفع اور بعض کو ضرر پہنچے پھر حضور نے فرمایا تم اگر زندہ رہے اور نیک عمل کیا تو تمہارا درجہ اور شان زیادہ ہوگی۔ پھر فرمایا الہی میرے اصحاب کی ہجرت کو کامل کر دے اور انکو اڑیوں پر نہ ٹوٹا لے۔“

اس ضمن میں بعض تاریخوں میں یہ روایت بھی درج ہے کہ حضرت سعد رضی مکہ میں شدید بیمار ہوئے تو ان کو سرور کائنات کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ رسول اکرم ص نے فرمایا۔ ”طیب حارث بن کلدہ کو بلاؤ۔“

حارث بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی کو دیکھتے ہی کہنے لگے

۱۔ بخاری کتاب الجنائزہ

۲۔ ”حارث بن کلدہ“ عرب کا مشہور طبیب تھا۔ مؤرخین نے اس کو ”طیب العرب“ (باقی آگے)

”خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ کھجور اور اسی کے آٹے کا حیرہ بنا کر مریض کو پلایا جائے۔“  
چنانچہ مہی کیا گیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے صحت یاب ہو گئے۔

اس روایت سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی صحت یابی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو کچھ دخل نہ تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور دعا کے ساتھ دوا کو بھی

(حاشیہ نقیہ از صفحہ ۸۴) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ قبیلہ بنو ثقیف سے تھا۔ سرور کائنات کی ولادت سے سالہا سال پہلے طائف میں پیدا ہوا۔ اسے بچپن ہی سے علم طب کے حصول کا شوق تھا۔ ہوش سنبھالا تو اپنے شوق کی تکمیل کے لئے فارس پہنچا۔ وہاں کئی سال تک علم طب کی تحصیل میں مشغول رہا یہاں تک کہ اس فن میں کمال حاصل کر لیا اور مدتوں فارس میں مقیم رہ کر ہزار ہا لوگوں کو اپنی خداقت سے فیض یاب کیا۔ اپنی عقل رسا اور تجربے کی بدولت اسے مہند الفن کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے علم موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا اور بعض آلات موسیقی بالخصوص خود کے بجانے میں اسے عمدہ مہارت تھی۔ حارث نے بہت طویل عمر پائی۔ وہ کب پیدا ہوا اور کب سفر آخرت اختیار کیا۔ مؤرخین نے اس کی تصریح نہیں کی۔ البتہ مختلف روایات سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ نوشیروان کے عہد میں اس کی شہرت ہاں تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے بعد عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں بھی اس کی موجودگی کا سراغ ملتا ہے۔ ایک روایت سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں بھی البتہ تیار تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ طب کیا چیز ہے؟ حارث نے جواب دیا ”ازم“ یعنی پرہیز۔ حارث ٹھیکٹ عرب تھا اس لئے وہ عربوں کے عادات و خصائل سے بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ وہ اپنے معالجات میں صرف وہی چیزیں استعمال کرتا تھا جن سے عربی طبائع کو اہت نہ کریں سکتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ نوشیروان کے دربار میں حاضر ہوا۔ نوشیروان نے اس کا نام و پتہ پوچھا اور پھر کہا: ”عرب کے باشندے طب کی کیا قدر کر سکتے ہیں۔ وہ تو سخت جاہل ہیں اور کسی الابل کا گھانے سے انہیں پرہیز نہیں ہے۔“ حارث نے کہا: ”یہی چیز تو اس امر کی متقاضی ہے کہ کوئی ان کی اصلاح کرنے والا ہو اور ان کو بیماریوں سے بچانے والا ہو کیونکہ عاقل تو خود ہی جانتا ہے کہ کون سی چیزیں مضر صحت ہیں۔ اس کے بعد حارث نے نہایت فصیح و بلیغ الفاظ میں عربوں کے قومی خصائص بیان کئے کہ وہ بڑے شجاع اور سخی ہوتے ہیں۔ ان کا حسب و نسب (باقی اگلے صفحہ پر)

ضروری سمجھتے تھے کیونکہ دوا میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تاثیر ہوتی ہے اگر اس کا فضل شامل حال نہ ہو تو اعلیٰ سے اعلیٰ دوا بے اثر ثابت ہوتی ہے۔

(۶)

رسول اکرم کی وفات سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات تک

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے اور چند ماہ بعد وفات پانی حضور کی رحلت کے معاً بعد خلافت کی نزاع پیدا ہو گئی اور مسلمان تین گروہوں میں بٹ گئے (۱) انصار (۲) مہاجرین (۳) بنو ہاشم۔

(حاشیہ یقیناً صفحہ ۸۵) بڑا اعلیٰ ہے۔ فصاحت و بلاغت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے نہایت عیور اور وعدہ کے دھنی ہوتے ہیں۔ کوئی شخص ان کی عزت و غیرت کو نہیں لگا سکتا۔ نوشیرواں حارث کی تقریر سے بہت متاثر ہوا اور اس کو نہایت تعظیم و تکریم سے بٹھایا اور اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "دیکھو یہ شخص کتنا بے باک اور اپنی قوم کا مدار ہے۔ ایک آزاد منش اور عاقل شخص کی یہی روش ہونی چاہیے۔" پھر حارث سے پوچھا کہ ازم کسے کہتے ہیں اس نے جواب دیا "کھانے میں اعتدال سے کام لینا۔" نوشیرواں نے پوچھا "سب سے بڑا مرض کون سا ہے؟" حارث نے جواب دیا "ایک غذا کے ہضم ہونے سے پہلے دوسری غذا کا استعمال۔" پھر پوچھا کہ انسان کا جسم کن چیزوں سے بنا ہے؟ کہا "چار چیزوں سے۔ خون جو گرم و تر ہے سو دا جو سرد و خشک ہے۔ بلغم جو سرد و تر ہے اور صفرا جو گرم و خشک ہے۔"

نوشیرواں نے سوال کیا "جم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" کہا "غذا ہضم ہونے سے پہلے جم کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ اسی طرح غصے کی حالت میں کھانا کھالینا نشہ کی حالت میں سو جانا اور سوتے وقت پٹے اتار دینا صحت کے لئے مضر ہے۔" غرض اسی طرح بڑی دیر تک سوال و جواب ہوتے رہے۔ نوشیرواں حارث کے جوابات سے اتنا خوش ہوا کہ اس کا چہرہ مسرت سے تمٹھا اٹھا اور اس نے حارث کو اس کی توقع سے بڑھ کر انعام و اکرام سے نوازا۔ افسوس کہ حارث بن کلثوم قبول اسلام کے شرف سے محروم رہا۔ کم از کم عمر بنی ہاشم میں کوئی ایسی معتبر روایت نہیں ملتی جس سے اس کے قبول اسلام کی شہادت ملتی ہو۔ البتہ تاریخ... (باقی اگلے صفحہ پر)

انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ ان کا عمومی رجحان یہ تھا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی جائے۔ مہاجرین کو اس کا علم ہوا تو وہ بھی وہاں پہنچے۔ دونوں طرف سے تقریریں ہوئیں اور گرما گرمی تک نوبت پہنچی یہاں تک کہ بعض لوگوں نے تلواروں پر ہاتھ ڈال لئے۔ یہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ ان کے ساتھ ہی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اب چاروں طرف سے خلعت بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی۔

(حاشیہ بقیہ از صفحہ ۸۶) مشاہیر عرب میں مولینا زبیر احمد نے لکھا ہے کہ حارث بن کلدہ آخر عمر میں مشرف باسلام ہو گیا تھا۔ اس نے سلسلہ میں وفات پائی۔ مولینا زبیر احمد نے اپنی روایت کا ماخذ بیان نہیں کیا اور ہمیں ان کی روایت تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ اگر حارث بن کلدہ صحابی ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ کتب رجال میں اس کا تذکرہ خصوصیت سے نہ کیا جاتا۔ حارث بن کلدہ کی اولاد و احفاد کے بارے میں بھی مؤرخین نے کوئی تصریح نہیں کی۔ البتہ طبری نے حارث کی ایک بیٹی اردۃ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اردۃ رضی اللہ عنہا عراق عرب کے کئی معرکوں میں مجاہدانہ شریک ہوئیں۔ جنگ میسان میں انھوں نے حیرت انگیز جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ طبری نے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے۔ میسان کی لڑائی میں مسلمان فوج کی قیادت حضرت منیرہ رضی اللہ عنہا کر رہے تھے۔ وہ برناتے مصلحت عورتوں کو میدان جنگ سے بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ دریاٹے وجہ کے قریب اہل میسان اور مسلمان ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرا ہوئے۔ نہایت گھمسان کارن پڑا۔ اس وقت اردۃ نے دوسری خواتین کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ اس وقت ہمارے بھائیوں پر بڑا نازک وقت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ان کی مدد کریں۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے دوپٹے کا ایک بڑا علم بنایا۔ دوسری خواتین نے بھی ان کی تقلید میں اپنے اپنے دوپٹوں کے چھوٹے چھوٹے علم بنائے اور سب عورتیں اردۃ رضی اللہ عنہا کی قیادت میں پرچم اڑاتی ہوئی مجاہدین کی مدد کے لئے میدان جنگ کی طرف چل پڑیں۔ اہل میسان نے دور سے یہ پرچم دیکھے تو سمجھے کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے تازہ دم فوج آ رہی ہے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ سراپہ سیمگی کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ (تاریخ طبری جلد ۶) ۷

ان میں مہاجرین و انصار سبھی شامل تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے بلا توقف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بنو ہاشم البتہ کچھ عرصہ تک اپنے ادعا پر قائم رہے پھر انہوں نے بھی جمہور مسلمانوں کا راستہ اختیار کر لیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے عامل رہے اور نہایت خوش اسلوبی سے اپنے مفوضہ فرائض انجام دیتے رہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۲۲ جمادی الآخر ۳۳ھ کو وفات پائی۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت سونپی۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو کام کئے نمایاں انجام دیئے وہ عہدِ رسالت کے بعد ان کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ ایران کی قدیم اور طاقتور سلطنت کے خلاف جس حوصلہ، تدبیر اور اولوالعزمی کے ساتھ انہوں نے افواجِ اسلامی کی قیادت کی اس نے انہیں تاریخِ عالم کے نامور فاتحین کی صف میں جگہ دلا دی۔ آئندہ چیڈلہ اب میں ہم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ان کارناموں کا حال تفصیل سے بیان کریں گے۔ اگرچہ ہمارا مقصد اس کتاب کو جنگ نامہ بنانا نہیں لیکن اسلام کے اس بطلِ جلیل کے جنگی کارنامے بیان کرنے کے لئے تفصیل ناگزیر ہے۔ اس ضمن میں ہم نے کچھ ایسے واقعات بھی درج کر دیئے ہیں جو ظاہر حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتے لیکن جن حالات میں ان کو عراق عرب بھی جانے والی افواج کی قیادت سونپی گئی ان کا پس منظر واضح کرنے کے لئے ان واقعات کا تذکرہ ضروری تھا۔



# فرماؤ گئے ایران کو دعوتِ اسلام

(۱)

قیصر و کسری

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت روم اور ایران کی قدیم سلطنتیں ربع مسکوں پر چھائی ہوئی تھیں۔ یہ دونوں عظیم الشان سلطنتیں عرب کے پڑوس ہیں تھیں۔ سلطنتِ روم کے فرماں رواؤں کا لقب "قیصر" تھا اور سلطنتِ ایران کے بادشاہ "کسری" کہلاتے تھے۔ یہ دونوں سلطنتیں ایک دوسرے کی حریف تھیں اور وقتاً فوقتاً ان کے درمیان جنگ تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ فی الحقیقت یہ دونوں طاقتور ملک ہی ایک دوسرے کی ٹکر ہو سکتے تھے۔ کوئی دوسرا ملک ان سے مقابلہ کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ بالخصوص عرب جیسے پسماندہ ملک کے متعلق تو گویا کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایک دن وہ ان عظیم الشان طاقتوں سے بھڑ جائے گا لیکن ظہورِ اسلام کے ساتھ دنیا نے دیکھ لیا کہ مٹھی بھر فرزندِ ان توحید اپنے بوسیدہ ساز و سامان کے ساتھ ایک وقت ان قانہ سلطنتوں سے نبرد آزما ہوئے اور نہایت قلیل عرصہ میں قیصر و کسری کے تختِ اٹل دیتے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کارناموں کا زیادہ تر تعلق سلطنتِ ایران (پارسیوں) سے ہے۔ اس لئے ہم اس کے حالات قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔

(۲)

سلطنتِ ایران

قدیم زمانہ میں ایرانی سلطنت کی حدود نہایت وسیع تھیں اور لاکھوں مربع میل پر سلطنت

ایران کا پرچم لہرایا تھا۔ خلیج فارس، بحیرہ روم، بحیرہ اسود، بحیرہ کیسپین، افغانستان، کشمیر، تبت وغیرہ سب ایرانی سلطنت میں شامل تھے۔ اس عظیم اور طاقتور سلطنت پر سب سے پہلے سکندر یونانی نے کاری ضرب لگائی اور دارا شہنشاہ ایران کو قتل کر کے سلطنت ایران کو پارہ پارہ کر دیا لیکن قدیم ایرانی تمدن کی خاکستر میں کچھ چنگاریاں باقی رہ گئیں۔ خاتم الانبیاءؐ کی بعثت سے تقریباً چار سو سال پہلے (۲۳۰ء میں) ایران میں ساسانی خاندان ابھرا اور اس کے بانی اردشیر بابکاں نے ایران کی گذشتہ شان و شوکت نہ صرف پھر بحال کر دی بلکہ اسے مزید وسعت دی۔ ساسانیوں نے اپنے عہد حکومت میں عرب کے بعض حصوں (عراق عرب اور عراق عجم میں وغیرہ) پر بھی اپنا قبضہ جمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ایران پر نوشیروان عادل ساسانی حکومت کر رہا تھا جو اردشیر بابکاں کی نسل سے تھا۔ نوشیروان سے پہلے ایران پر مزدک کا غلبہ تھا جس نے ایرانیوں کے اخلاق فاضلہ کو ناقابل اصلاح طور پر تباہ کر دیا تھا۔ مزدک نے زنا کی اباحت کا فتویٰ دے دیا تھا۔ حدیث کہ بھرے دربار میں اس نے شہنشاہ ایران کو کہہ دیا کہ تیری ملکہ سے ہر شخص استفادہ کر سکتا ہے لیکن شہنشاہ کی رگ حمیت ذرا نہ پھٹکی، اور وہ مزدک کے فتویٰ کو شیر مادر سمجھ کر پی گیا۔ نوشیروان نے تخت نشین ہو کر اپنے باپ سے مختلف طرز عمل اختیار کیا۔ اس نے مزدکیت کو نہایت سختی سے کچل دیا اور قدیم زرتشتی مذہب کو فروغ دیا۔ اس مذہب کا خاصہ "آتش پرستی" تھا۔ ایران پر لشکر کشی کے وقت مسلمانوں کا سامنا جن ایرانیوں سے ہوا وہ اسی "مجوسیت" کے پیروکار تھے۔ نوشیروان کے بعد اس کا بیٹا ہرمز تخت ایران پر بیٹھا۔ ہرمز کے بعد اس کا نوجوان بیٹا خسرو پرویز سلطنت ایران کا مالک ہوا۔ رسول اکرم ص کی بعثت کے وقت کسے ایران میں خسرو پرویز تھا۔

(۳)

عظیم پیشینگوئیاں

ایرانی اخلاقی پستی کی جن عمیق ترین گہرائیوں میں جا گئے تھے ان کی بناء پر مسلمان رویوں

کو جو عیسائیت کا دم بھرتے تھے ایرانیوں کی نسبت قدرے بہتر سمجھتے تھے۔ اس کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ ایرانی آئے دن عرب علاقوں پر دستِ تعدی دراز کرتے رہتے تھے اسلئے قدرتاہر عرب کے دل میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات موجزن تھے۔ عہدِ نبوی کے ابتدائی زمانے میں ایران اور روم کے درمیان ایک خونخوار جنگ چھڑ گئی۔ مشرکین مکہ کو ایرانیوں سے ہمدردی تھی۔ اس کے برعکس مسلمان رومیوں کے متعلق ہمدردانہ جذبات رکھتے تھے۔ اس جنگ میں ایرانیوں نے رومیوں کو تباہ توڑ شکستیں دیں اور ان سے مصر اور شام وغیرہ کے علاقے چھین لئے۔ مشرکین نے ایرانیوں کی فتوحات پر بڑی خوشیاں منائیں۔ مسلمان قدرتاہر طویل ہوئے۔ اس وقت رسولِ اکرم ص کو بارگاہِ الہی سے غَلَبَتِ الْوَدُوعِ فِي اَذْنِي الْاَرْضِ کی عظیم الشان خبر دی گئی۔ چند ہی سال کے اندر اندر دنیا نے دیکھا کہ یہ پیشینگوئی محرف بھرتی ہو گئی۔ صلح حدیبیہ کے زمانے میں (یعنی ۶۱۰ھ میں) قیصر روم نے نینوسی کے میدان میں ایرانیوں کو ایسی بڑی شکست دی کہ ایران کا تختِ شاہی لٹکھڑا گیا۔ عین اس زمانے میں عرب میں ایک نئی قوت اُبھر رہی تھی۔ چند سال بعد اس قوت نے ایک طرف تو رومی اقتدار کے پرچھے اڑا دیئے اور دوسری طرف ایرانی سلطنت کی بساط اُلٹ دی۔ یہ قوت تھی نلتِ اسلامیہ۔ ہادی کو ۱۱ سالوں نے سالہا سال پیشتر نلتِ اسلامیہ کو یہ خوشخبری سنا دی تھی کہ ایک دن قیصر و کسریٰ کی دولت تمہارے قدموں پر نچھاور ہوگی۔ اس ضمن میں یہ بے جا نہ ہوگا کہ ہم یہاں دو واقعات کا مختصر تذکرہ کریں۔

رسولِ اکرم ص جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کا تعاقب کرنے والوں میں قریش کے ایک جہاڑے شہسوار سراقہ بن مالک (بن جعشم) بھی تھے۔ وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے رسولِ اکرم ص کے قریب جا پہنچے۔ اس وقت ان کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر آ رہے۔ اٹھ کر پھر گھوڑے پر سوار ہوئے اور دوبارہ حضور ص کی طرف بڑھے یہاں تک کہ حضور ص کے بارگاہِ قریب پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دشمن

کو سر پر دیکھا تو انھیں قدرتنا نشوونما پیدا ہوئی اور انھوں نے حضورؐ کی توجہ سراقہ کی طرف مبذول کرانی۔ عین اس وقت سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک ریشمی زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گھبرا گئے اور ان کو اپنی ناکاحی کا پورا یقین ہو گیا۔ انھوں نے رسول اکرمؐ اور آپ کے رفقاء (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما) کو آواز دے کر روکا۔ ان سے معذرت خواہ ہوئے اور کہا کہ قریش نے آپ کی گرفتاری کے لئے سواونٹ انعام میں دینے کا اعلان کیا ہے۔ اسی انعام کی طمع میں میں آپ کا تعاقب کر رہا تھا اب میں نے اپنے ارادے سے توبہ کر لی ہے۔ میرے پاس کچھ زادِ راہ ہے اسے آپ قبول فرمائیں۔ حضورؐ نے سراقہ کی پیشکش قبول نہ فرمائی البتہ اتنا فرمایا کہ ہمارا پتہ کسی کو نہ بتانا۔ سراقہ نے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ کسی کو آپ کی اطلاع نہیں دیں گے بلکہ اگر کسی شخص کو اس طرف کا رخ مہمی کرتے دیکھا تو اسے واپس کر دیں گے۔ اس کے بعد سراقہ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے امان نامہ لکھ دیں حضورؐ کے حکم کے مطابق حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر انھیں امان نامہ لکھ دیا اور سراقہ مکہ کو واپس چلے گئے۔ غزوہ حنین و طائف کے بعد وہ مقام جبرائے میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہی امان نامہ دکھا کر اپنا تعارف کرایا اور اسی موقع پر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ابھی سراقہ کو یہ اختلاف روایت سفر ہجرت میں مذکورہ واقعہ کے وقت یا ایک اور موقع پر حضورؐ نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسرے کے (طلائی) کنگن پہنو گے۔"

بعض روایتوں میں ہے کہ حضورؐ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کو نہ صرف کنگن بلکہ کسری کا صرّح تاج پہننے کی خبر بھی دی۔ ایران کے دار الحکومت مدائن کی تسخیر کے بعد سراقہ رضی اللہ عنہ نے واقعہ کسری کے کنگن ہاتھوں میں پہنے اور اس کا صرّح تاج سر پر رکھا۔ اس کا ذکر مناسب موقع پر آئے گا۔

اسی طرح غزوہ احزاب کے موقع پر جب رسول اکرم ص صحابہ کرام رض کے ہمراہ خندق کھود رہے تھے تو سنگ مرمر کی ایک چٹان ٹوڑتے وقت اس میں سے چنگاریاں اُٹیں اِس وقت حضور نے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے جب قیصر و کسریٰ کی دولت میری اُمت کے قدموں پر ڈھیر ہوگی۔ اس وقت کسی مسلمان کے سان و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ہادی اکرم ص کی پیشینگوئیاں کس قدر جلد حقیقت کا جامہ پہن کر ان کے سامنے آجائیں گی لیکن وہ وقت واقعی بڑی تیزی سے قریب آ رہا تھا۔

(۴)

شاہ ایران کو دعوتِ اسلام

۳۷ھ میں بیعتِ رضوان اور صلحِ نامہ حدیبیہ کے مہتمم بالشان واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ صلح حدیبیہ کی شرطیں اگرچہ بظاہر مسلمانوں کے موافق نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو "فتحِ مبین" نامہ کر دیا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (سورہ فتح) اے پیغمبر! تم کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔ فی الحقیقت یہ صلح امتِ اسلامیہ کی اشدّ قوت و شوکت کی بنیاد ثابت ہوئی۔ اس صلح کے بعد عرب قبائل جو توجّہ درجوتِ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی زمانہ میں (یعنی آخر ۳۷ھ یا شروع ۳۸ھ میں) رسول اکرم ص نے قیصرِ روم، شہنشاہِ ایران، عزیزِ مصر، شاہِ حبشہ اور روسائے عرب کو خاص قاصدوں کے ہاتھ خطوط بھیج کر دعوتِ اسلام دی کسریٰ شاہِ ایران کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکتوب مبارک بھیجا اس کا مضمون یہ تھا:-

عربی متن

ترجمہ

اللہ کے نام سے جو رحمن اور رحیم ہے

محمد رسول اللہ کی طرف سے

کسرے رئیس فارس (ایران) کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِن مَّحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ اِلٰی

کَسْرٰی عَظِیْمِ فَارَسِ

سلامة علی من اتبع الهدی

و آمن بالله ورسوله

و ادعوك بدعاية الله قانی

انا رسول الله الى الناس كافة

لانذر من كان حیا و یحق القول

على الكفرین

فا سلم تسلم فان

ابیت فان اثم المجرس

علیک له

اس شخص پر سلامتی پہنچو یہ ایت پر چلنے والا ہو

اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے

اور میں تجھے خدا کی طرف بلاؤا دیتا ہوں کیونکہ

خدا نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رسول مبعوث کیا ہے

تاکہ میں ہر زندہ شخص کو خدا کا خوف دلاؤں

کافروں کے متعلق خدا کا قول پورا ہو کر رہے گا

اسلام قبول کر تو سلامت رہے گا

اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرے تو تمام

مجرموں کے وبال کی ذمہ داری تجھ پر ہوگی

۱: تاریخ طبری - تاریخ الکامل ابن اثیر - تاریخ یعقوبی وغیرہ مختلف روایتوں میں اس مکتوب مبارک

کے متن میں کچھ لفظی اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱: بعض روایتوں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم حذف ہو گیا ہے۔

۲: ایک روایت میں "گسری" کے بعد "ابرویز عظیم فارس" کے الفاظ ہیں۔

۳: کچھ روایتوں میں "و آمن بالله ورسوله" کے بعد "و شهد ان لا اله الا الله" کے الفاظ ہیں۔

۴: بعض روایتوں میں "و شهد ان لا اله الا الله و حدك لا شريك له و ان محمدا عبدا ورسوله"

کے الفاظ زائد ہیں۔

۵: بعض روایتوں میں "و ادعوك بدعاية الله" کے الفاظ حذف ہو گئے ہیں۔

۶: ایک روایت میں "بدعاية الله" کی جگہ "دعاء الله" کے الفاظ ہیں۔

۷: کچھ روایتوں میں "قانی" کی جگہ "وانی" کے الفاظ ہیں۔

۸: بعض روایتوں میں "لانذر" کی جگہ "لینذر" مروی ہے۔

۹: بعض روایتوں میں "فان" کی جگہ "وان" - "ابیت" کی جگہ "تولیت" اور "اثم المجرس علیک"

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس نامہ مبارک کو منزل مقصود تک پہنچانے کی خدمت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوئی۔ حضور نے ان کو ہدایت کی کہ وہ یہ خط (دربار ایران کی طرف سے) بحرین کے حاکم منذر بن سادی کو پہنچادیں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد کی۔ وہ مکتوب مبارک منذر کے سپرد کر کے واپس چلے گئے یا منذر نے ان کو خط کے ہمراہ شاہ ایران کے

(حاشیہ یقیناً از صفحہ نمبر ۹۴) کی جگہ "فعلیک اثم الجوس" کے الفاظ ہیں۔ یہ تمام اختلافات لفظی روایت بالمعنی کا نتیجہ ہیں۔ درتہ تمام روایتوں میں اس مکتوب مبارک کا مطلب اور مفہوم ایک ہی ہے۔

لے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بن قیس سہمی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کا شمار اسلام کے سابقین اولیوں میں ہوتا ہے۔ حبشہ کو بلاکشان اسلام کے دوسرے قافلے نے ہجرت کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل ہو گئے اور ایک عرصہ تک حبش میں مقیم رہے۔ غزوہ بدر میں ان کی شمولیت کے متعلق اختلاف ہے البتہ دوسرے تمام غزوات میں ان کا شریک ہونا مسلم ہے۔

عہد فاروقی میں جب شام پر لشکر کشی کی گئی تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی مجاہدین اسلام میں شامل تھے۔ ایک معرکہ میں اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت رومیوں کے ہاتھ اسیر ہو گئے۔ رومیوں نے تانبے کی ایک بڑی دیگ میں زیتون کا تیل گرم کیا اور مسلمان قیدیوں سے کہا کہ ہمارا مذہب قبول کرو ورنہ کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ مسلمانوں نے دین حق ترک کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ رومیوں نے ایک مسلمان قیدی کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا وہ آناٹا ناٹا جل بھن کر رہ گیا۔ عالم جاوداں ہوا۔ اب رومیوں نے دوسرے قیدیوں کو پھر مسیحت قبول کرنے کی دعوت دی اور انکار کی صورت میں گرم تیل میں پھینکنے کی دھمکی دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سختی سے انکار کیا۔ رومی انہیں پکڑ کر دیگ میں ڈالنے لگے تو وہ رونے لگے۔ رومی سمجھے ڈر گئے ہیں۔ پوچھا اب روتے کیوں ہو؟ فرمایا اس بات پر روتا ہوں کہ راہ حق میں قربان کرنے کے لئے صرف ایک جان ہے۔ کاش میری سوجانیں ہوتیں تو دین حق پر قربان کر دیتا۔ رومی ان کے جذبہ ایمانی پر بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر تم ہمارے حاکم کی پیشانی چوم لو تو رہا کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کی پیشانی چومنے سے انکار کر دیا۔ زعیب و نخویف کا کوئی حربہ انہیں اس پر آمادہ نہ کر سکا۔ آخر رومیوں نے کہا اگر تم ایسا کرو گے تو تمام مسلمان قیدی رہا کر دیئے جائیں گے۔ اب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عیسائی حاکم کی پیشانی (باقی اگلے صفحہ پر)

پاس مدائن پہنچ دیا۔ اس کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بہر صورت یہ نامہ مبارک منذر بن سادہ کے واسطے سے کسریٰ کے پاس بحفاظت پہنچ گیا۔ خسرو پرویز بڑا باہمیروت اور متکبر بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں سلطنت ایران کو اس قدر وسعت دی تھی کہ اس سے پہلے کوئی ایرانی بادشاہ اپنی حکومت کو اتنا وسیع نہیں کر سکا تھا۔ اس مکتوب

(حاشیہ بقیہ از صفحہ نمبر ۹۵) چومنے پر آمادہ ہو گئے اور روٹیوں سے پختہ عمدے کران کی خواہش پوری کر دی۔ اس کے صلہ میں ۸۰ مسلمان رہا ہوئے۔ جب وہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنی کہ فریڈ مسرت سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی چوم لی اور فرمایا کہ تمہارے جذبہ ایمانی نے اسی مسلمانوں کی جانیں بچالیں۔ حضرت عبداللہ کو جب کوئی شخص یہ واقعہ یاد دلانا تو فرماتے۔ بے شک میں نے ایک بے دین کی پیشانی پر بوسہ دیا لیکن اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں کی جان بچانے کے لئے ایسا کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مصر میں وفات پائی۔ (بخاری۔ اسد الغابہ)۔

ان مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بیان ہے کہ ایرانی تاجدار کے نام خط کے ہمراہ رسول اکرم ص نے ایک خط منذر بن سادہ حاکم بحرین کے نام بھی بھیجا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کے مطابق منذر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ خسرو پرویز کے قتل کے بعد جب ایران میں شاہ گردی شروع ہوئی تو رسول اکرم ص نے منذر کو ایک اور خط بھیجا جس میں اسے بحرین کی گورنری پر بحال رکھا گیا اور غیر مسلم باشندوں سے ریلوک کے متعلق چند ہدایتیں دیں۔ گویا بحرین عہد رسالت ہی میں ایک اسلامی صوبہ بن گیا تھا اور منذر ایک اہم اسلامی صوبے کے راسخ العقیدہ اطاعت شعار اور مخلص گورنر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ منذر کے نام ایک نہیں بلکہ ان کے حد علم تک نصف درجن سے بھی زائد خطوط رسول اکرم ص نے لکھے تھے۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ)۔

تاریخوں میں اس بات کی صراحت نہیں کی گئی کہ منذر بن سادہ نے کب اسلام قبول کیا۔ قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے جب کسریٰ کو خط بھیجا تو منذر اسلام قبول کر چکے تھے یا اسلام سے متاثر ہو چکے تھے اور حضور کو ان کے اسلام کی طرف جھکاؤ کا بخوبی علم تھا یہی سبب تھا کہ حضور نے شاہ ایران کو دعوت حق پہنچانے کے لئے منذر کو وسیلہ بنایا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ منذر بن سادہ مغربی النسل تھے۔ اس ایرانی لٹیر پھر میں خسرو پرویز کی دولت و حشمت اور اسباب باقی اگلے صفحہ



مبارک کے زمانہ سے چند ماہ پہلے اگرچہ ہرقل شاہِ روم نے ٹینوسی کے میدان میں ایرانی فوجوں کو ہوناک شکست دی تھی اور اپنے چھینے ہوئے علاقے ایران سے واپس لے لئے تھے لیکن کسریٰ کی شان و شوکت اور دمِ خم میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہرقل اور کسریٰ دونوں کے زیرِ نگین لاکھوں مرتبہ میں علاقہ تھا اور ان میں کسی ایک کے لئے ممکن نہ تھا کہ دوسرے کو مکمل طور پر مغلوب کرے۔ دونوں ملکوں میں وقتاً فوقتاً جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ کبھی رومی ایرانیوں کو دبا

(حاشیہ، بقیہ از صفحہ ۹۶) عیش و عشرت کے بارے میں عجیب و غریب روایات پائی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس

کے پاس سو عظیم الشان خزانے تھے جن میں سے یہ آٹھ آج تک مشہور ہیں۔ (۱) گنج شائیکاں۔ (۲) گنجِ عروس۔ (۳) گنجِ دیبہ (یا دیبہ خسروی)۔ (۴) گنجِ خضرا۔ (۵) گنجِ شاد آدر۔ (۶) گنجِ شاد رواں۔ (۷) گنجِ سمختہ۔ (۸) گنجِ افراسیاب

اس کے حرم میں بازہ ہزار عورتیں تھیں۔ انہی میں سے ایک شیریں ممتی جس نے لازوال شہرت پائی۔

خسرو پر ویز کی سواری کے لئے پچاس ہزار اسپ خاصہ تھے۔ ان میں شہر بیز نامی ایک گھوڑا بادشاہ کو بہت عزیز تھا۔ اس گھوڑے کا قد عام گھوڑوں کے قد سے چار بالشت اونچا تھا۔ بادشاہ جو غذا خود کھاتا وہی اس گھوڑے کو کھلاتا۔ جب یہ گھوڑا مرا تو بادشاہ نے اسے بڑی عزت و احترام سے دفن کیا اور اس کی قبر پر پچاس کاسنگی مجسمہ نصب کرایا۔

پر ویز کے تخت کا نام طاقدیس تھا۔ اس کا طول ایک سو ستر گز اور عرض ایک سو بیس گز تھا۔ اس میں چاندی کی ایک لاکھ چالیس ہزار منجین جڑی ہوئی تھیں۔ ہر صبح کا وزن ساٹھ سے سو منقال تک تھا۔ (منقال ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہوتا ہے) ان کے علاوہ سونے کے ایک ہزار گیند اس تخت میں نصب تھے۔ ہر گیند کا وزن پانچ سو منقال تھا۔

اس تخت پر بارہ بروج اور ہفت کواکب کا نقشہ ایسی خوبی سے بنایا گیا تھا کہ تمام احوالِ فلکی و نجومی اس سے ظاہر ہوتے تھے۔ اس کے پاس سونے کی چند ایسی اینٹیں تھیں جو موم کی طرح نرم تھیں اور ان کے سونے سے آگ دکھائے بغیر ہر چیز بنائی جاسکتی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیتے تھے اور کبھی ایرانی رویوں کو چھپے دھکیں دیتے تھے لیکن کسی سلطنت کے تحت پرانچ  
مہینے آتی تھی۔

کسریٰ کے سامنے جب ہادھی اکرم کا نام مبارک پہنچا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ  
گئی۔ وہ عربوں کو اپنا محکوم سمجھتا تھا اور اس کے تصور میں بھی یہ بات مہینے آسکتی تھی کہ ایک  
عرب اپنے خط میں اس کے نام سے پہلے اپنا نام لکھ سکتا ہے۔ کسریٰ نے اس خط کو اپنی توہین  
سمجھا اور نہایت غضب آلود لہجے میں کہنے لگا۔ "میری رعایا کا ایک ادنیٰ فرد ہو کر اس شخص  
کو کیسے جرات ہوئی کہ مجھے اس قسم کا خط لکھے؟" یہ کہہ کر نامہ مبارک کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور نامہ  
کو دربار سے نکلوا دیا۔ اس کے ساتھ ہی یمن کے ایرانی گورنر باذان کو حکم دیا کہ وہ دو آدمی مدینہ  
روانہ کرے جو نبوت کے مدعی محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے سامنے لائے۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا:-  
"اللہ تعالیٰ ان کو (ایرانیوں کو) پارہ پارہ کر دے۔"

بعض روایتوں میں آپ کے الفاظ اس طرح منقول ہیں کہ اس کی (کسریٰ کی) سلطنت  
پارہ پارہ ہو جائے گی یا یہ کہ کسریٰ نے میرا خط نہیں پھاڑا بلکہ اپنی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے  
کر دی ہے۔

ادھر باذان نے کسریٰ کا حکم ملنے پر بابویہ اور خرخرسہ نامی دو آدمیوں کو سروساگرت  
کی گرفتاری کے لئے مدینہ منورہ بھیجا اور حضور ص کو کھلا بھیجا کہ کسریٰ نے تمہیں اپنے دربار  
طلب کیا ہے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ فوراً میرے آدمیوں کے ساتھ چلے آؤ۔  
بابویہ اور خرخرسہ یمن سے طائف پہنچے اور رسول عربی ص کا اہل بیتا پوچھا معلوم ہوا  
مدینہ منورہ میں رہتے ہیں۔ اہل طائف ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ ان کو بابویہ  
اور خرخرسہ کی آمد کا مقصد معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ قریش کے چند آدمی بھی مکہ  
طائف آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی خوشی سے بغلیں بجانے لگے کہ اب محمد ص کو تباہ کرنے

کہ خدائے واحد کا نام کیسے لیا جاتا ہے۔ طائف سے گورنر یمن کے فرستادہ مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی اور ساتھ ہی کہا کہ اگر آپ بخوشی ہمارے ساتھ چلیں تو ہمارا حاکم باذان شہنشاہ ایران سے آپ کی سفارش کر دیگا ورنہ ہم جبراً آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کسریٰ آپ کو اور آپ کے ملک کو برباد کر ڈالے گا۔ حضور ص نے یہ ساری گفتگو نہایت تحمل سے سنی اور پھر فرمایا:-

”تم طویل سفر کے بعد تھک گئے ہو اب جا کر آرام کرو۔ کل صبح آنا پھر تم کو جواب دیا جائیگا۔“ دوسرے دن علی الصبح بابوہ اور خنصرہ دربار نبوت میں پہنچے تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: ”ابلقا صاحبکما ان سبى قتل ربه فى هذه الليلة“ (اپنے آقا سے

جا کر کہہ دو کہ میرے رب (اللہ تعالیٰ) نے اس کے رب (خنسرو پوز) کو آج رات قتل کر ڈالا)۔ وہ اس خبر کو سن کر ایک دوسرے کا منہ ننگے لگے، اور کہنے لگے ”آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ہم کو تو یہ جرات نہیں کہ اپنے آقا کے سامنے ایسی بات منہ سے نکالیں۔“

حضور ص نے فرمایا: ”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، حقیقت ہے۔ تم میری طرف سے باذان کو یہ خبر پہنچا دو اور اسے یہ بھی بتا دو کہ اسلام کی حکومت ایران کے پایہ تخت تک پہنچ کر رہے گی۔ اگر باذان دین حق قبول کر لے تو یمن کی حکومت اسی کے پاس رہے گی۔“

بابوہ اور خنصرہ رسول اکرم ص کے ارشادات سن کر بے جلت عازم یمن ہو گئے جب انہوں نے باذان کے سامنے رسول اکرم ص سے اپنی گفتگو کی تفصیل بیان کی تو وہ کہنے لگا: ”واللہ اس قسم کی باتیں ایک نبی اور رسول ہی کر سکتا ہے۔ اگر باذان سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو بلاشبہ یہ شخص خدا کا سچا رسول ہے۔ ہمیں اس خبر کی تصدیق یا تکذیب کے لئے چند دن انتظار کرنا چاہئے۔“

چند دن کے بعد باذان کو خنسرو پوز کے بیٹے شیسروہ کا خط ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ میں نے اپنے باپ کو قتل کر ڈالا ہے کیونکہ وہ شرفائے فارس کے قتل میں بہت دلیر تھا

اور اس نے جبر و تعدی سے اپنے خزانے پھرنے تھے۔ تم لوگوں کو میری اطاعت پر آمادہ کرو اور عرب کے اس شخص سے کوئی تعرض نہ کرو جس کی گرفتاری کا حکم میرے باپ نے دیا تھا۔ باذان یہ خط پڑھ کر اللہ اکبر کپار اٹھا اور یمن کے سربراہ اور وہ لوگوں کے ساتھ مشرف باسلام ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے رسول اکرم کو اپنی بیعت کا خط لکھ دیا۔ حضور نے اسے اپنی طرف سے یمن کا حاکم مقرر فرمایا۔

واقعی کا بیان ہے کہ شیروہ نے اپنے باپ کسریٰ کو منگل کی رات ۱۰ جمادی الاولیٰ کے روز کو قتل کیا جبکہ چھ گھنٹے رات گزر چکی تھی اور یہ وہی رات ہے جس کے اگلے دن رسول اکرم نے بالویہ اور خسرہ کو کسریٰ کے قتل کی اطلاع دی۔

خسرہ پرویز کے بعد شیروہ تخت ایران پر بیٹھا۔ اس نے اپنے تمام بھائیوں کو قتل کر دیا اور ظلم و جور میں اپنے باپ سے بھی بڑھ گیا لیکن کل اٹھ مہینے حکومت کر پایا تھا کہ پیغام اجل پہنچا بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس کے درباریوں نے ناراض ہو کر اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے برعکس مورخین کا خیال ہے کہ شیروہ اپنی طبعی موت مرا۔ شیروہ کے بعد ایران میں شاہ گردی شروع ہو گئی۔

۱۱۔ "رسول اکرم کی سیاسی زندگی" میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ پرویز کے قتل کے بعد مدائن میں جو شاہ گردی شروع ہوئی اس کے بعد یہ معلوم نہیں کہ وہ (حضور کا) نامہ مبارک کس نے وصول کیا۔ ان کو واقعی کی اس روایت میں بھی شبہ ہے کہ خسرہ پرویز کو شیروہ نے ۱۰ جمادی الاولیٰ کے روز کو قتل کیا۔ ان کے خیال میں خسرہ پرویز وسط رمضان ۶۲۸ء میں قتل ہوا اور کسریٰ کو حضور نے اس واقعہ کے بعد خط روانہ کیا تھا۔

طبری اور دوسرے تمام مشہور مورخین کی تحقیق کے مطابق رسول اکرم کا نامہ مبارک خسرہ پرویز ہی کو لکھا گیا اور اسی نے وصول کیا۔ خسرہ پرویز نے ۶۲۸ء سے ۶۲۹ء تک حکومت کی اور ۶۲۸ء (مطابق ۶ ہجری) میں رسول اکرم نے تبلیغی خطوط لکھے۔ اس لئے ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی اشکال محسوس نہیں ہوتا (باقی اگلے صفحہ پر)

علامہ شبلی کا بیان ہے کہ "شیرویہ کے بعد سلسلہ حکومت کی ترتیب اور ناموں کے تغین  
میں مؤرخین اس قدر مختلف ہیں کہ دو مؤرخ بھی باہم متفق نہیں رہے۔"

فی الحقیقت جس دن کسریٰ نے رسول اکرم ص کا نام مبارک چاک کیا تھا اسی دن سے  
اس قدیم سلطنت کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ شیرویہ کے بعد تخت ایران یکے بعد دیگرے کئی ہاتھوں  
میں منتقل ہوا اور بالآخر ایک یونانی شہزادی پوران دخت کے سر پر تاج کسریٰ اس شرط پر رکھا  
گیا کہ جب شہریار کا خور و سال بیٹا یزدگرد (یا یزدجرد) سن شعور کو پہنچے گا تو وہی تخت و  
تاج کا مالک ہوگا۔ اسی ملکہ پوران دخت کے زمانے میں رسول اکرم ص نے رحلت فرمائی۔ بطریق  
کا بیان ہے کہ ملکہ پوران دخت نے تخت نشینی کے بعد رسول اکرم ص کی خدمت میں کچھ تحائف  
بھیجے تھے اور صلح کی طرح ڈالنی چاہی تھی لیکن حضور ص کی رحلت کے بعد حالات نے کچھ ایسی  
کروٹ لی کہ عرب اور ایران ایک دوسرے کے مقابلے پر آگئے۔

شیرین چھوٹا تھا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۰۰) کہ حضور ص کا نام مبارک خسرو پرویز ہی نے وصول کیا۔ باقی رہا بابویہ اور خرخرہ کا مدینہ  
جانا اور بادان کا اسلام قبول کرنا تو یہ روایت اکثر مؤرخین نے تواتر سے بیان کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اصل روایت  
میں کچھ کمی بیشی ہو گئی ہو لیکن تمام مؤرخین کے بیانات کا مفہوم قریباً یکساں ہے۔

لے الفاروق حصہ اول (شبلی نعمانی ج ۲)

ملکہ یزدگرد و خسرو پرویز کا پوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ پرویز کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ اس نے سب بیٹوں کو شادی  
بیاہ سے روک دیا تھا کیونکہ منجوں نے اس کو بتایا تھا کہ فارس کا زوال تیری اولاد میں سے ایک ایسے شخص کے عہد  
میں ہوگا جس کے عضو میں نقص ہوگا۔ پرویز کے بیٹے شہریار نے محض طور پر ایک عورت سے تعلق قائم کر لیا جس کے  
نتیجہ میں یزدگرد پیدا ہوا۔ اس کا ایک سیر چھوٹا تھا۔ آخر عمر میں پرویز کو بچوں سے رعیت پیدا ہو گئی۔ اس کی ملکہ  
شیرین نے جو سارے واقعہ سے آگاہ تھی پرویز کو یزدگرد کا حال بتا دیا۔ پرویز نے یزدگرد کو ازراہ محبت (باقی اگلے صفحہ پر)

# عرب اور ایران میں جنگ کا آغاز

(۱)

## بتوشیدیان کی ترک تازیاں

اہل عرب اور ایرانی قدیم زمانے سے ایک دوسرے کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے۔ اہل عرب اگرچہ نہایت شجاع اور آزادی پسند تھے لیکن ان کے باہمی افتراق اور پسماندگی کا فائدہ اٹھا کر ایرانیوں نے بارہا سارے عرب کو تاخت و تاراج کر ڈالا تھا اور عراق عرب عراق عجم اور عرب کے کئی دوسرے سرحدی علاقوں پر اپنا مستقل تسلط جما لیا تھا۔ ویسے شاہان ایران سارے عرب کو اپنے ماتحت سمجھتے تھے۔ عرب چونکہ جلی طور پر ہجرت پسند تھے اس لئے جب کبھی متوجہ پاتے ایرانی حکام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔ عراق عرب کا علاقہ عرب خاص سے ملحق تھا اسلئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۰۱) بلا بھیجا۔ جب وہ اس کے سامنے آیا تو پرویز نے اس کے سرین میں نقص دیکھ کر قتل کرنا چاہا لیکن شیریں نے یہ کہہ کر اس کو روک دیا کہ مقدّر کا لکھا کبھی نہیں مٹ سکتا۔ اس کے بعد اس نے یزدگرد کو کہیں ڈور بھیج دیا۔ (اشاعت اسلام سولینا محمد حبیب الرحمن مرحوم)»

لہ عراق عرب کے حدود اربعہ یہ ہیں مشرق میں خوزستان، مغرب میں دیار بکر، شمال میں جزیرہ اور

جنوب میں بحیرہ فارس ہے۔ آج کل عراق عرب کے مشہور شہر بغداد، بصرہ اور کوفہ ہیں۔

لہ عراق عجم کے حدود اربعہ یہ ہیں مشرق میں خوزستان، مغرب میں شہر مراغہ، شمال میں طبرستان اور

جنوب میں شیراز ہے۔ آج کل عراق عجم کے بڑے بڑے شہر تھران، ہمدان اور اصفہان ہیں۔

عراقِ عرب کے ایرانی حکام اور سرحدی اہل عرب میں اکثر کشت و خون کے معرکے ہوتے رہتے تھے اور سرحدِ عرب و عراق پر ہمیشہ جنگ و جدل اور فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔

عراقِ عرب سے ملحقہ عرب علاقے میں بنو بکر بن وائل آباد تھے۔ یہ لوگ مدتوں سے حکومتِ ایران کے ظلم و ستم سہہ رہے تھے اور ایرانیوں سے شدید نفرت کرتے تھے جب ان لوگوں نے ایران میں شاہِ گرومی اور سیاسی انقلابات کا حال سنا تو ایرانی ستم گروں سے پُرانے بدلے چکانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس قبیلہ کی شاخ بنو شیبان کے ایک سردار منشی بن حارثہ شیبانی نے اپنے ایک جمعیتِ بہم پہنچا کر ایران کے مقبوضہ علاقوں حمیرہ اور ابلہ پر چھاپے مارنے شروع کر دیے لیکن منشی رضا اور ان کے ساتھیوں کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ایران کے انقلابات حکومت نے اسکی عسکری قوت پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا اور اس کے مقابلہ کے لئے ایک منظم قوت کی ضرورت ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت تھا۔ حضرت منشی رضا نے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر تمام حالات بیان کئے اور عراقِ عرب پر باقاعدہ لشکر کشی کی اجازت طلب کی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے جذبہ جہاد اور خلوص سے بے حد متاثر ہوئے اور ان کو ایرانیوں کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے کی اجازت دے دی لیکن ساتھ ہی ہدایت کی کہ ابھی اپنی سرگرمیوں کو جنگِ چپاول تک ہی محدود رکھنا، یہاں تک کہ میں دارالخلافت سے تمہاری مدد کے لئے فوج بھیجوں۔

حضرت منشی بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے ممتاز رؤسا میں تھے۔ وہ ۹ھ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے، گو ان کو فیضانِ نبوی صے پہرہ یاب ہونے کا موقع بہت کم ملا تاہم ان کے صحابی ہونے میں کلام نہیں۔ "عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مصنف محمد بن ہیکل کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ منشی رضا صحابی نہیں تھے۔ اس بارے میں ہیکل کو یقیناً تسامع ہوا ہے۔ اسد الغابہ - استیعاب وغیرہ سے ان کا صحابی ہونا ثابت ہے۔"

کچھ بعض روایتوں میں ہے کہ منشی رضا مدینہ نہیں گئے اور نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے ہی بل بوتے پر عراق کے دیہاتی علاقے میں ایرانیوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اس سے ان کا نشانہ ہوا تھا کہ وہاں کے عرب قبائل کو ایرانیوں کے ظلم و ستم سے نجات دلائی جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے (باقی اگلے صفحہ پر)

مثنیٰ سیدھے اپنے قبیلے کے پاس پہنچے جس کا بڑا حصہ ابھی تک کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹک رہا تھا۔ انھوں نے نہایت مؤثر طریقہ سے اپنے قبیلہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ چند دن کے اندر اندران کا سہارا قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے قبیلے (بنو شیبان) کو ساتھ لے کر ایران کے خلاف باقاعدہ جہاد کا آغاز کر دیا۔

(۲)

### جنگوں کا طویل سلسلہ

حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے مدینہ سے رخصت ہوتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو ملک بھیننے کی تدبیروں میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت فتنہ ارتداد کا استیصال ہو چکا تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ کی مہمات سے فارس ہو چکے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایران کی قدیم اور زبردست سلطنت سے تیرا اڑنا ہونے کے لئے سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ ہی موزون ترین شخص تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مہم عراق کا امیر مقرر فرمایا۔

(حاشیہ بقیہ از صفحہ نمبر ۱۰۳) غائبانہ ان کی داستان جہاد کا حال سنا۔ وہ مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے واقف نہیں تھے۔ لوگوں سے ان کے حالات دریافت کئے تو تیس بن عاصم المنقری نے بتایا کہ ”یہ شخص گنہگار اور خود غرض نہیں ہے بلکہ اعلیٰ حسب و نسب کا مالک ہے اور ہر لحاظ سے اعتماد کے قابل ہے۔“ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ مثنیٰ رضی اللہ عنہ ارتداد میں بھرنے کے مردوں کے خلاف نہایت ثابت قدمی اور شجاعت سے جہاد کیا ہے۔ یہ حالاً سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ کو فوراً امداد بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

لے ایران پر مسلمانوں کی فوج کشی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ایرانی حکام نے فتنہ ارتداد میں بھرنے کے مزدوروں کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ بحرین عہد رسالت ہی میں اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا تھا۔ وہاں دو قبائل آباد تھے۔ بنو بکر اور بنو عبد القیس۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے زور پکڑا تو بنو بکر اسلام سے برگشتہ ہو گئے۔ البتہ بنو عبد القیس اسلام پر قائم رہے۔ ایرانی حکام نے بنو بکر کی کھلم کھلا مدد کی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بنو بکر کی سرکوبی کے لئے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر (باقی اگلے صفحہ پر)



اور ان کو مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ منشی رضی کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ تیزی سے عراق کی طرف بڑھے اور بناج کے مقام پر منشی رضی کی فوج سے مل گئے۔ اب مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان جنگوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

حضرت خالد رضی نے ایرانیوں کو نابڑ توڑ شکستیں دیں اور عرب کے سرحدی قبائل پر صدیوں سے ایرانیوں کا جو عرب چھایا ہوا تھا اُسے کلیتہً زائل کر دیا۔

حضرت منشی رضی جو ایرانیوں کے خصائل اور عراق عرب کے تمام علاقوں سے اچھی طرح واقف تھے ان تمام جنگوں میں حضرت خالدؓ کے دستِ راست بنے رہے۔ یہ معرکے حضرت خالد بن ولیدؓ کے بڑے بڑے جنگی کارناموں پر مشتمل ہیں مختلف مورخین نے ان معرکوں کا حال حضرت خالد بن ولیدؓ کے سوانح حیات میں نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے ہم یہاں ان میں سے چند مشہور جنگوں کا حال نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں:-

۱۔ جنگ کاظمہ یا ذات السلاسل

حضرت خالد بن ولیدؓ کی پہلی ٹکر عراق کے ڈیلٹائی علاقے کے ایرانی حاکم ہرمز سے ہوئی ہرمز ایران کا نامی بہادر تھا اور حسبِ نسب کے لحاظ سے ایرانی امرائے ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ اپنے عہدے کے لحاظ سے وہ ایک چھوٹا لیکن نہایت بیش قیمت تاج سر پہناتا تھا یہ شخص عربوں کے حق میں نہایت ظالم تھا اور سرحد کے عرب قبائل اس سے حد درجہ متنفر اور بیزار تھے۔ ان لوگوں کے نزدیک وہ پرلے درجے کا خبیث اور بد باطن شخص تھا۔

حضرت خالدؓ نے پہلے ایک خط لکھ کر ہرمز کو دعوتِ اسلام دی۔ ہرمز یہ خط پڑھ کر آگ بگولا

(الغنیہ جاشیہ از صفحہ نمبر ۱۰۴) دسے کر بحرین کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے ایک ماہ کی معرکہ آرائیوں کے بعد بحرین میں مزیدین کا استیصال کر دیا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ جب تک عراق عرب میں ایرانی قوت پر کاری ضرب نہیں لگائی جائے گی۔ وہاں کے عرب قبائل ہمیشہ ایرانیوں کے ظلم و جور کی چکی میں پستے رہیں گے۔

ہو گیا۔ اُس نے فوراً دربارِ ایران کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع دی اور خود ایک ہزار لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ کاظمہ کے مقام کے قریب مجاہدینِ اسلام اور ایرانیوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ایرانیوں کے چند دستوں نے اپنے پاؤں میں زنجیریں باندھ لی تھیں تاکہ عربوں کے مقابلے میں میدان سے بھاگنے کا خیال بھی دل میں نہ لاسکیں۔ لیکن مسلمانوں کی شجاعت اور طوفانی حملوں نے ایرانی لشکر کے پرچھے اڑا دیئے۔ ہرگز حضرت خالد رضا کے ہاتھ سے قتل ہوا اور اس کا باقی ماندہ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس لڑائی میں بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے بھگوڑے ایرانیوں کا دُور تک تعاقب کیا۔

### ۲۔ جنگِ مذار یا قارن

ہرگز کی شکست کی اطلاع پا کر یا اس سے پہلے ہی دربارِ ایران کی طرف سے "قارن بن قریانس" نامی ایک نامور ایرانی سردار کو مسلمانوں کے مقابلے کے لئے ایک ہزار لشکر کے ساتھ روانہ کیا گیا راستے میں جنگ کاظمہ سے بھاگے ہوئے ایرانی سپاہی بھی قارن کے لشکر میں شامل ہو گئے اور ایرانی سپاہ کی تعداد ایک لاکھ کے قریب پہنچ گئی۔ مذار کے مقام

۱۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ اس وقت ایران کا شاہنشاہ اردشیر تھا لیکن دوسری روایات سے اس بیان کی تعلیل ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ مشیرور کے بعد ایران میں جو شاہ گرومی شروع ہوئی اس نے مؤرخین کو سخت الجھن میں ڈال دیا ہے۔ علامہ شبلی رح کے قول کے مطابق اس بارے میں دو مثنوی بھی باہم متفق نہیں۔ عام روایت یہ ہے کہ اخیر عہد رسالت میں ستم پس فرخ زاد سپہ سالار ایران کی مدد سے پوران دخت نے تاج کسروی سر پر رکھا تھا۔ علامہ شبلی رح اور زمانہ حاضر کے بعض دوسرے مؤرخین نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے لیکن پوران دخت کے زمانہ حکومت کے بارے میں بھی مؤرخین میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ دس سال تک برسرِ اقتدار رہی اور بعض اس کا زمانہ حکومت صرف ایک سال چند ماہ بتاتے ہیں ہمارے نزدیک اول الذکر روایت قابلِ ترجیح ہے۔ عہدِ صدیقی میں پوران دخت ہی ایران کی فرمان روا تھی۔ ۲۔ بعض مؤرخین نے اس معرکہ کو جنگِ مثنیٰ کا نام دیا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

پر دونوں لشکروں کی ٹڈی بھڑی ہوئی۔ پہلے کچھ دیر مبارزاتہ جنگ ہوئی اس کے بعد جنگ مخلوبہ شروع ہو گئی۔ ایرانی جی توڑ کر لڑے لیکن مسلمانوں کے سامنے ان کچھ پیش نہ چلی۔ قارن اور اس کے دونوں سالار نوشجان اور قباد مسلمانوں کے ہاتھوں مقتول ہوئے۔ اپنے سرداروں کو قتل ہوتے دیکھ کر ایرانی بد دل ہو گئے اور تیس ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بھگت اور بدحواسی میں ہزاروں نہرشی میں ڈوب مرے۔

### ۳۔ جنگ ولجہ

جنگ مزار میں ایرانیوں کی شکست کی خبر دربار ایران پہنچی بن کر گری۔ اب ایرانیوں نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے پہلے سے بھی زیادہ تیاریاں کیں اور سرحد کے بعض اسلام دشمن عرب قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ زگر (یا زغر) اور مہمن جادویہ کی سرکردگی میں ڈو ہزار لشکر یکے بعد دیگرے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے روانہ کئے گئے۔ ولجہ کے مقام پر زغر کی فوج اور مسلمان ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ ایک خون ریز جنگ کے بعد ایرانیوں نے شکست کھائی۔ زغر بھاگ کھڑا ہوا لیکن راستے میں مر گیا۔ اس کی فوج سے بہت کم آدمی جان بچا سکے۔ مہمن اس شکست کی خبر سن کر راستے ہی سے دربار ایران سے مشورہ کرنے کے لئے لوٹ گیا۔

### ۴۔ جنگ الیس

ولجہ میں ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد حضرت خالد رضی اللیس کی طرف بڑھے جہاں ایرانیوں کی ایک زبردست فوج مسلمانوں پر حملہ کے لئے پرتول رہی تھی۔ اس فوج میں عربی قبائل عیسائی جنگجوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی شامل تھی۔ اس لشکر کا جرنیل جابان نامی ایک آزمودہ کار ایرانی سردار تھا حضرت خالد رضی اللیس پہنچتے ہی جنگ کا آغاز کر دیا اور شام تک ایرانی لشکر کو پس کر رکھ دیا۔ اس جنگ میں اس قدر ایرانی مارے گئے کہ قریب مہمنے والی نہر دریائے خون بن گئی۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۰۶) اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام پر یہ جنگ لڑی گئی اس کے قریب ہی نہرشی "بہتی تھی" یہ ایک عمیق نہر تھی جس کو کشتیوں کے بغیر عبور کرنا ممکن نہ تھا۔ یہ نہر دریائے دجلہ اور فرات کو آپس میں ملاتی ہے۔

## ۵۔ فتح حیرہ

جنگِ الیس کے بعد حضرت خالد رضی نے حیرہ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ حیرہ کا حاکم آزاد بن  
محاصرے سے پہلے ہی قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حیرہ کے باشندوں نے کچھ مدت قلعہ بند ہو کر مسلمانوں  
کا مقابلہ کیا لیکن بالآخر ہمت ہار بیٹھے اور مسلمانوں سے ایک لاکھ نوے ہزار سالانہ جزیہ پر صلح کر لی۔

## ۶۔ جنگِ انبار یا ذات العیون

حیرہ کی فتح کے بعد حضرت خالد رضی انبار کی طرف بڑھے جو بابل سے اسی میل دور دریائے فرات  
کنارے پر ایرانیوں کا ایک مضبوط گڑھ تھا۔ یہاں ستر ہزار ایرانی فوج شیرزاد کی سرکردگی میں جمع تھی۔  
مسلمان انبار کے قریب پہنچے تو ایرانی قلعہ بند ہو گئے۔ قلعے کی محافظ فوج سر تا پا آہن پوش تھی۔  
اس فوج نے مسلمانوں پر پے پتہ تیرباری کی اور ان کو پیچھے ہٹا دیا۔ قلعے کے چاروں طرف ایک  
چوڑی خندق تھی جو مسلمانوں کے موثر جوابی حملے میں حائل تھی۔ حضرت خالد رضی نے مسلمان تیراندازوں  
کو حکم دیا کہ آج تمہارا کام تنگ کی کر آہن پوش دشمن کی آنکھ کو نشانہ بناؤ۔ مسلمانوں نے ایسی ہمارے  
تیر بٹائے کہ دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کی آنکھیں بیکار ہو گئیں اور وہ بوکھلا اٹھے۔ اس  
کے ساتھ ہی حضرت خالد رضی نے بیکار اونٹ فوج کر کے ان سے خندق پاٹنے کا حکم دیا۔ اس  
تدبیر سے مسلمان قلعے کی دیواروں کے نیچے پہنچ گئے۔ اور نہایت جوش و خروش سے  
حملہ کیا۔ ایرانی تاب مقاومت نہ لاسکے اور الامان الامان پکار اٹھے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت  
خالد رضی کو صلح کا پیغام بھیجا۔ حضرت خالد رضی نے ان کی درخواست قبول کر لی اور شیرزاد کو  
اجازت دے دی کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت تین دن کا سامانِ رسد لے کر شہر سے نکل جائے  
شیرزاد کے جانے کے بعد مسلمان لشکر انبار میں داخل ہو گیا۔

۱۵۔ یہ طبری اور بلاذری کا بیان ہے۔ مولینا اکبر شاہ خان نجیب آبادی تاریخ اسلام جلد اول میں

لکھتے ہیں کہ ایرانیوں کی تیرباری سے ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کی آنکھیں بیکار ہو گئیں۔ معلوم نہیں مولینا  
اکبر شاہ خان کی روایت کا ماخذ کیا ہے۔

## فتح عین التمر

انبار کی تسخیر کے بعد حضرت خالد بن عین التمر کی طرف بڑھے۔ وہاں دربارِ ایران کی طرف سے مہران بن بہرام چوپین حاکم تھا۔ مہران کی فوج میں بہت سے اسلام دشمن عرب قبائل بھی شامل تھے ان کا سردار عقیبہ نامی ایک جنگجو بدوی تھا۔ اس نے مہران سے کہا کہ عربوں سے عرب ہی نیٹ سکتے ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو میں اپنے قبائلی لشکر کو ہمراہ لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کروں۔ مہران نے اسے بخوشی اجازت دے دی۔ کرخ کے مقام پر عقیبہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ پہلی ہی جھڑپ میں عقیبہ مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گیا اور اس کی فوج بھاگ نکلی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عقیبہ کی گردن اڑادی اور اس کی فوج کے جو آدمی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔ مہران کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ دہشت زدہ ہو کر عین التمر سے بھاگ گیا۔ عقیبہ کی بھاگی ہوئی فوج عین التمر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بہت جلد محصورین کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور عین التمر پر اسلامی جھنڈا لہرایا۔

## ۸۔ فتح دومتہ الجندل۔

دومتہ الجندل شام، عراق اور عرب کی سرحدوں پر ایک عیسائی ریاست تھی۔ یہاں سے تینوں ملکوں کو راستے جاتے تھے ایسے لئے جغرافیائی لحاظ سے اس کی اہمیت مسلم تھی۔ دومتہ الجندل کی ریاست عہد رسالت ہی سے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ عہد رسالت میں غزوہ دومتہ الجندل اسی قسم کی سازشوں کے تدارک کے لئے ہوا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دومتہ الجندل کے عیسائی حکمرانوں نے پھر سر اٹھایا۔ آپ نے ان کی سرکوبی کے لئے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ دومتہ الجندل پر دو عیسائی سردار جوہی بن ربیعہ اور اکید بن عبد الملک حکمران تھے۔ گو وہ دونوں ایک دوسرے کے

لے بعض مورخین نے اس کا نام عقیقہ اور بعض نے عقیبہ لکھا ہے۔

حریف تھے لیکن حضرت عیاض رضی کے مقابلے پر متحد ہو گئے تھے۔

حضرت عیاض رضی ایک سال تک دومۃ الجندل کے عربی النسل عیسائیوں سے معرکہ رہے لیکن ان کو مطیع نہ کر سکے۔ بالآخر انھوں نے حضرت خالد رضی سے مدد طلب کی حضرت خالد رضی آندھی اور طوفان کی طرح ان کی مدد کو بڑھے۔ اکیس دن نے حضرت خالد رضی کی آمد کا خبر سن کر جو دمی کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ جو دمی خون ریز لڑائی کے بعد مارا گیا اور دومۃ الجندل پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

### ۹۔ جنگِ فراض

دومۃ الجندل ایرانی علاقہ نہیں تھا اس لئے جب حضرت خالد رضی وہاں چلے گئے تو ایرانیوں نے اطمینان کا سانس لیا اور از سر نو مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت تعقاع بن عمرو مسمی رضی نے جو حیرہ میں مقیم تھے، ایک طرف تو حضرت خالد کو ایرانیوں کے عزائم کی اطلاع دی اور دوسری طرف ایرانی فوجوں کی پیش قدمی کو روکا۔ اسثناء میں حضرت خالد رضی حضرت عیاض رضی کے ساتھ حیرہ واپس آ گئے۔ حضرت خالد رضی ان کے ماتحت سرداروں حضرت تعقاع رضی اور ابولیلی رضی نے ایرانیوں کو حصید، خناسر، میضج، شنی، ذیل اور رضاب کے مقامات پر پے در پے شکستیں دیں اور پھر فراض طرف بڑھے۔ جہاں شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ ایرانی، رومی اور عیسائی عہد سب متحد ہو کر یہاں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جمع ہو گئے۔ اس اتحادی لشکر نے نہایت جوش و خروش سے مسلمانوں پر حملہ کیا لیکن حضرت خالد رضی کی جنگی مہارت اور مسلمانوں کی پام نے اس حملہ کو پسا کر دیا اور پھر جوابی حملہ کر کے دشمن کو عبرت ناک شکست دی۔ اتحادیوں کے قریباً ایک لاکھ آدمی اس لڑائی میں کام آئے۔ دس دن وہاں مقیم رہنے کے بعد اسلامی لشکر واپس حیرہ آ گیا۔

جنگِ فراض کے بعد سلمہ میں حضرت خالد رضی نے خفیب حج کیا اور پھر عراق میں تھی

فوجوں کی کمان آسنیہالی۔ چند دن بعد ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا حکم موصول ہوا کہ تم عراق میں مثنیٰ رضی اللہ عنہما کو اپنا خانشین بنا کر شام کی طرف روانہ ہو جاؤ اور شام میں جو لشکر رومیوں سے نبرد آزما ہے اس کی قیادت سنبھالو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہما کے عراق سے رخصت ہوتے ہی ایرانیوں کی باسی کڑھی میں پھر اہل آباء۔ امخوں نے اپنے اندرونی جھگڑے فراموش کر دیئے اور مسلمانوں کو عراق عرب سے نکلنے کے لئے مستعد ہو کر زبردست جنگی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہما شام کو جاتے وقت نصف فوج اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہما باقی نصف فوج کے ساتھ تھابت ثابت قدمی سے ایرانی بیچارے کا مقابلہ کیا لیکن ایرانیوں کی عسکری قوت مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ مہتی اس لئے خارشہ تھا کہ کہیں مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ ان نازک حالات میں حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہما نے خود بارگاہِ خلافت میں جا کر مدد مانگنا مناسب سمجھا چنانچہ وہ یثیر بن خصاصہ رضی اللہ عنہما کو اپنی جگہ عارضی امیر مقرر کر کے مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہما نے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کو ایک خط لکھا جس میں عراق کے مفصل حالات لکھے۔ جب جواب آنے میں تاخیر ہوئی تو امخوں نے خود بارگاہِ خلافت میں حاضر ہونے کا ارادہ کر لیا۔

خبریں سنیں سنیں سنیں سنیں سنیں سنیں

# ایران سے جنگ کا دوسرا دور

(۱)

## صدیق اکبرؓ کی وصیت

حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہما جب مدینہ منورہ پہنچے تو امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما شدید بیمار تھے اور زندگی کی آخری منزل طے کر رہے تھے۔ انھوں نے اسی حالت میں مثنیٰ رضی اللہ عنہما سے عراق کے حالات سنے اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بنا کر وصیت کی کہ "اے عمرؓ میرا پیمانہ زندگی بسر نہ ہو چکا ہے امیر نہیں کہ میں آج شام تک زندہ رہوں میرے مرنے کے بعد تم کل ہی مثنیٰ رضی اللہ عنہما کو مدد سے عراق روانہ کر دینا۔ کوئی مصیبت تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور دین کے کام سے غافل نہ کرنے پائے تمہیں علم ہے کہ رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد میں نے کون سا لائحہ عمل اختیار کیا تھا۔ حالانکہ وہ بہت بڑا ابتلا تھا۔ اگر میں اس وقت کمزوری دکھاتا تو دین حنیفی کا خاتمہ ہو جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ شام میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تو اہل عراق کو واپس ان کے علاقے میں بھیج دینا کیونکہ اہل عراق ہی اس علاقے کی مہمات کے لئے دوسرے لوگوں سے موزون ہیں۔"

اس وصیت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سربراہانے خلافت ہوئے۔ انھوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کی وصیت

لے اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اپنا جانشین نامزد کر چکے تھے۔



کے مطابق سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مسلمانوں کا ایک اجتماع عظیم منعقد کیا اور اس میں لوگوں کو جہاد کے لئے عراق جانے کی ترغیب دی۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا اور لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر خاموش ہو جاتے تھے تین دن تک یہی کیفیت رہی چوتھے دن حضرت منشی رضی نے مجمع عام میں اٹھ کر بڑے جوش سے کہا: "مسلمانو! معلوم نہیں تم خاموش کیوں ہو؟ ہم نے مجوسیوں کو آزما کر دیکھ لیا ہے وہ مرد میدان نہیں ہیں ہم نے ان کے ملک کے ایک وسیع حصے پر قبضہ کر لیا ہے اور ان سے اپنی شجاعت کا لوہا منوا لیا ہے۔ انشاء اللہ وہ ہمارے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکیں گے۔"

حضرت منشی رضی کی تقریر ختم ہوئی تو قبیلہ بنو ثقیف کے ایک مجاہد حضرت ابو عبیدہ بن مسعود اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: "امیر المؤمنین! اس کام کے لئے میں حاضر ہوں۔" حضرت ابو عبیدہ رضی کی جرات سے سارے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا حضرت سلیط بن قیس رضی اور حضرت سعد بن عبیدہ انصاری رضی بھی "انالہذا" (اس کام کے لئے حاضر ہوں) کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پھر طرف سے جہاد عراق پر جانے کے خواہش مند لوگوں کا تانا باندھ گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی نے حضرت منشی رضی کو مدد دینے کے لئے ایک ہزار جوان منتخب کئے اور ان کا سردار حضرت ابو عبیدہ رضی کو مقرر کیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی صحابی نہیں تھے اس لئے بعض حلقوں کی طرف سے فاروق اعظم رضی کو مشورہ دیا گیا کہ اس لشکر کا سردار کسی صحابی کو مقرر کیا جائے لیکن حضرت عمر فاروق رضی نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور فرمایا کہ "ابو عبیدہ رضی نے جہاد کی دعوت قبول کرنے میں سبقت کی اس لئے اپنے آپ کو اس فوج کی قیادت کا مستحق بنالیا۔" تاہم آپ نے ابو عبیدہ رضی کو نصیحت کی کہ تمہارے لشکر میں بہت سے صحابہ بھی شامل ہیں بہر حال میں ان کا ادب ملحوظ رکھنا اور تمام معاملات میں انہیں مشورے میں شریک رکھنا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی نے حضرت منشی رضی کو ہدایت کی کہ "تم فوراً عراق روانہ ہو جاؤ۔"

امدادی لشکر ضروری تیاری کے بعد بہت جلد تمھارے پاس پہنچ جائے گا۔ جب تک یہ لشکر نہ پہنچے لڑائی کا آغاز نہ کرنا۔“

حضرت مثنیٰ رضی عنہ عراق پہنچے تو سارے ایران کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ پایا۔ انھوں نے مصالحت اسی میں سمجھی کہ ملک پہنچنے تک اپنی فوج کو حیرہ سے ہٹا کر خفان لے آئیں جہاں ایرانی پشت کی طرف سے حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک ماہ بعد حضرت ابو عبیدہ رضی عنہ بھی خفان میں ان سے آئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی عنہ کا لشکر اب کسی ہزار جوانوں پر مشتمل تھا کیونکہ راستے میں کئی عرب قبائل جہاد میں شرکت کا شرف حاصل کرنے کے لئے ان کے ہمراہ ہوئے تھے۔

(۲)

### حضرت ابو عبیدہ رضی عنہ کے مجاہدانہ کارنامے

جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس وقت ایران کا وزیر اعظم رستم بن فرخزاد تھا اور ایک جنگجو اور صاحب تدبیر شخص تھا۔ اس نے ایران کی عسکری قوت کو نئے خطوط پر منظم کیا۔ تمام سرحدی اضلاع میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرا دی۔ اس کے بعد اس نے دوسرے لشکر جاپان اور شہزادہ نرسی کی ماتحتی میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کئے۔ جاپان نمارق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی عنہ خفان سے نکل کر ایرانی لشکر پر حملہ آور ہوئے اور ایک خون ریز جنگ کے بعد اسے شکست فاش دی۔ جاپان کو ایک مسلمان سپاہی مبطہ فضہ نے گرفتار کر لیا۔ مبطہ جاپان کو نہیں پہچانتے تھے۔ انھوں نے جاپان کی منت سماجت پر اسے امان دے دی۔ بعد میں مسلمانوں نے جاپان کو پہچان لیا اور اسے پھر گرفتار کر لیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی عنہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انھوں نے حکم دیا کہ جاپان کو رہا کر دیا جائے کیونکہ ایک مسلمان اس کو امان دے چکا ہے۔

دوسری طرف شہزادہ نرسی تیس ہزار فوج کے ساتھ کسرا پہنچا۔ جاپان کی سچی کھچی

لے علامہ اقبال رح نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں نظم کیا ہے (نظم اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بھی اس کے لشکر میں آکر شامل ہو گئی۔ ادھر رستم کو جب جابان کی شکست کی خبر ملی تو اس نے شہزادہ ترسی کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے ایک اور امدادی لشکر جالینوس نامی ایک ایرانی سردار کی سرکردگی میں کسکر کی طرف روانہ کر دیا۔ شہزادہ ترسی ابھی اس امدادی لشکر کے پہنچنے کا انتظار کر رہا تھا کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرات عبور کر کے اس کے سر پر آ پہنچے۔ دونوں قوجوں میں ہولناک جنگ ہوئی۔ ایرانیوں نے بہتر سے ہاتھ پاؤں مارے لیکن مسلمانوں کے

قائدے از تابدان یزدجرد  
 حیلہ جو و پرفن و مکار بود  
 ہم ز نام خود خبردارش نہ کرد  
 چوں مسلماناں اماں بخشش مرا  
 گفت "خونت بر من حرام"  
 آتش اولاد ساساں خاک شد  
 میر سربازان ایران است او  
 از فریب او سخن آراستند  
 دروغا غریش ز لشکر بے نیاز  
 تار چنگیم و یک آہنگیم ما  
 گرچہ از خلق بلال و قنبر است  
 صلح و کنیش صلح و کین ملت است  
 عہد ملت می شود پیمان سرد  
 مسلے او را اماں بخشوده است

شد اسیر مسلے اندر نبرد  
 گبر باران دیدہ و عیار بود  
 از مقام خود خبردارش نہ کرد  
 گفت "میخواہم کہ جان بخش مرا  
 کرد مسلم تیغ را اندر نیام  
 چوں درفش کاویانی چاک شد  
 آشکارا شد کہ جابان است او  
 قتل او از میر عسکر خواستند  
 بو عبید رضی اللہ عنہ سید فوج حجاز  
 گفت "اے یاراں! مسلمانیم ما  
 نعرہ حیدر نوائے بود است  
 ہر کیے از ما امین ملت است  
 ملت از گرد آسائے جان فرد  
 گرچہ جابان دشمن ما بودہ است

حاشیہ نقیہ  
 صفحہ ۱۱۴

خون او اے معشر خیر الانام

بر دم تیغ مسلماناں حرام

(رموز بے خودی)

کے تیز و تند حملوں کے سامنے ان کی پیش نہ چلی اور وہ جلد ہی بدول ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اس کے بعد مسلمان جالینوس کی طرف بڑھے جو باقشیا میں خیمہ زن تھا۔ مسلمانوں کے ایک ہی حملے نے اسے بھی بھاگنے پر مجبور کر دیا اور اس نے مدائن پہنچ کر دم لیا۔

ترسی اور جالینوس کی شکست کی خبر سن کر رستم سخت برہم ہوا۔ اب اس نے ایک جہانگیر اور بہادر افسر مہمن جادویہ کو ایک زبردست فوج دے کر اس شان سے روانہ کیا کہ درفش کاویانی اس کے سر پر لہاتا تھا۔ ایرانی فوج میں تین سو جنگی ہاتھی بھی تھے۔ یہ ایرانی فوج دریائے فرات کے کنارے پر ایک مقام قس ناطف میں خیمہ زن ہوئی۔ ادھر سے حضرت ابو عبیدہؓ کسکر سے روانہ ہو کر مشرقی فرات کے کنارے پر ایک مقام مروہ میں مقیم ہوئے۔ مہمن جادویہ نے انھیں پیغام بھیجا کہ تم اس پار اتر کر آؤ گے یا ہم آئیں حضرت منشی رضی، سلیط رضی اور دوسرے صاحب الرائے مسلمانوں نے ابو عبیدہ رضی کو مشورہ دیا کہ ایرانی فوج کو اس طرف بلانا چاہیے لیکن ابو عبیدہ رضی کے خیال میں دوسری طرف جا کر لڑنا مناسب تھا۔ چنانچہ وہ جوش شجاعت میں اپنی فوج کے ہمراہ دریا کے پار اتر گئے۔ بد قسمتی سے دریا فرات اور ایرانی لشکر کے درمیان میدان بہت تنگ تھا۔ مسلمان اپنی صفت بندری منشا طریقے سے نہ کر سکے۔ بہر صورت مقابلہ شروع ہو گیا۔ ایرانیوں نے پہلے اپنے ہاتھی آگے بڑھائے مسلمانوں کے گھوڑے بد کے حضرت ابو عبیدہ رضی نے پیادہ فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور خود بھی اس کے ساتھ ہو کر ہاتھیوں پر حملہ آور ہوئے۔ وحشی ہاتھیوں نے کئی مسلمانوں کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل دیا لیکن ابو عبیدہ رضی بڑھ بڑھ کر ہاتھیوں کی سونڈوں پر تلواریں مارنے

لے "درفش کاویانی" ایران کا قومی جھنڈا تھا۔ اس کی نسبت "کاوہ" نامی ایک لوبار سے بھی جس نے زمانہ قدیم میں ایران کے سفاک بادشاہ سخاک کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور لوگوں کو اس کے ظلم و ستم سے نجات دلائی تھی۔ اسی زمانہ سے یہ جھنڈا ایران کی قومی یادگار کے طور پر محفوظ چلا آتا تھا۔ ایرانی اس جھنڈے کو نہایت مقدس جانتے تھے اور اسکی موجودگی کو فتح کی ضمانت قرار دیتے تھے یہ علم چترے کا بنا ہوا تھا اور چار گز لمبا اور ایک گز چوڑا

تھے اور اپنے ساتھیوں کی ہمت بندھاتے تھے۔ اپنے امیر کی بے پناہ جرات دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی دیوانہ وار ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عین اس وقت ایک ہاتھی حضرت ابو عبید رضہ پر حملہ آور ہوا اور انہیں اپنے پاؤں تلے کچل کر شہید کر ڈالا۔ ان کے بھائی حکم بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر پرچم اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ لیکن ایک ہاتھی نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ غرض قبیلہ ثقیف کے چھ آدمی یکے بعد دیگرے علم سنبھال کر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ آخر مثنیٰ بن حارث نے علم سنبھالا اور لوگوں کی ٹوٹی ہوئی ہمتیں بندھانے کی کوشش کی۔ لیکن ہاتھیوں کے خونخوار ریلے سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ عین اسی وقت کسی نے دریا کا پل توڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بدحواسی میں پھینچے ہوئے غرق آب ہو گئی۔ تاہم حضرت مثنیٰ رضہ اور کچھ دوسرے سرفروش مسلمان ایرانیوں کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور آخر تک میدان میں ڈٹے رہے حتیٰ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے دریا پر پل تیار کر دیا اور مثنیٰ رضہ باقی ماترہ فوج کے ساتھ منظم طریقے سے دریا کی دوسری طرف اتر گئے۔ یہ افسوسناک واقعہ ماہ رمضان ۳ھ میں ہفتہ کے دن پیش آیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا اور نو ہزار میں سے ان کے چھ ہزار آدمی شہید ہو گئے۔ تاہم بہمن کو مسلمانوں کا تقاضا کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ اور وہ اپنی فوج کو لے کر وہاں سے ہی واپس چلا گیا۔

یہ لڑائی معرکہ جسیر یعنی پل کی لڑائی کہلاتی ہے۔ جن لوگوں نے اس لڑائی میں راہ فرار اختیار کی وہ مدت العمر تک لوگوں سے اپنا منہ چھپاتے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کو تسلی دیتے تھے اور ان کی تالیف قلب کرتے تھے لیکن وہ کسی تاویل سے مطمئن نہیں ہوتے تھے اور اپنے آپ کو غضبِ الہی کا مستحق گردانتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی طرح ہو جو جنگ احد میں میدان جنگ چھوڑ گئے تھے تاہم اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔ اس کی رحمتوں اور بخششوں کا کوئی ٹھکانا نہیں اور ہمیں بھی اپنے دامنِ رحمت میں ڈھانک لے گا۔ تم اپنے اس فعل کی تلافی کرنے کے لئے گھروں سے باہر نکلو۔

## جنگِ یویب

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو معرکہ جسسر میں مسلمانوں کی ہزیمت اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو انھیں بے حد دکھ ہوا۔ انھوں نے تمام عرب میں خطبہ اور نقیب پھیلادیئے، جو لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور جسسر کی شکست کا انتقام لینے پر عربوں کے قومی جذبے کو ابھارتے تھے۔ مقررے ہی دنوں میں عرب کے طول و عرض میں آگ سی لگ گئی اور چاروں طرف سے عرب قبائل جہاد کے لئے تیار ہو کر جوق در جوق مدینہ منورہ پہنچنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ بنو نضر اور بنو ثعلب کے عیسائی سردار بھی اپنے قبیلوں کے ہزاروں آدمی ساتھ لے کر ایران کے ساتھ لڑنے کے لئے فاروقِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان کے نزدیک یہ عرب اور عجم کی قومی جنگ تھی جس میں کسی عرب کا پیچھے رہنا بزدلی اور نامردی کے مترادف تھا۔ حسن اتفاق سے اس موقع پر قبیلہ بحیہ کے نامور سردار حضرت جبریر بن عبد اللہ بھیلی (یا بھلی) بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے حضرت منشی رضی اللہ عنہ کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی جگہ عراق میں مقیم مسلمان فوج کا سپہ سالار

لے ابو عمر جبریر بن عبد اللہ بھیلی مین کے شاہی خاندان سے تھے۔ وہ رمضان سنہ ۱۰ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضور نے اس موقع پر ان کی منہایت تعظیم و تکریم فرمائی اور ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ حجۃ الوداع میں لوگوں کو خاموش کرنے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ حضور کے بعد خلفائے راشدین اور دوسرے مسلمان بھی ان کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ حضرت جبریر منہایت حسین و جمیل اور شجاع تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو "امّت محمدیہ کا یوسف" کہا کرتے تھے۔ انھوں نے عراق عرب کے معرکوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں وہ ہمدان کے گورنر تھے۔ ان کے بعد حضرت علی کریم اللہ وجہہ کی بیعت کر لی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں بساطِ حکومت بچھائی تو جبریر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کو بیعت کی دعوت دینے کے لئے دمشق تشریف (باقی اگلے صفحہ پر)

مقرر کر چکے تھے حضرت جریرؓ کو انھوں نے امدادی فوج کا سردار مقرر کیا اور ایک زبردست فوج کے ساتھ ان کو حضرت منشی رضاؓ کی مدد کے لئے روانہ کر دیا۔ ادھر جو ان نہایت منشی رضاؓ نے سرداری اضلاع میں نقیب بھیج کر ایک بڑی فوج جمع کر لی تھی۔ اور بویب کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے تھے حضرت جریرؓ بھی امدادی فوج کے ساتھ بویب میں ان کے ساتھ آئے دوسری طرف دربارِ ایران میں مسلمانوں کے دوبارہ مجتمع ہونے کی خبریں پہنچیں تو وہاں سے فوراً بارہ ہزار آزمودہ کار جنگجو مہران بن مہرویہ ہمدانی کی سرکردگی میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے روانہ کر دیئے گئے۔ راستے میں ایرانی فوج کے کئی اور دستے بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے اور مہران کے جھنڈے کے نیچے ایک لاکھ سے بھی اوپر فوج جمع ہو گئی مہران سیدھا بویب پہنچا اور دریائے فرات کے دوسرے کنارے پر مسلمانوں کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ دوسرے دن اس نے منشیؓ کو پیغام بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ادھر آؤ گے یا ہم ادھر آئیں۔ حضرت منشیؓ کو جسبر کا واقعہ یاد تھا۔ انھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم یہاں ہی مقیم رہیں گے تم ادھر آ جاؤ۔

مہران نے دریا عبور کر کے مسلمانوں کے مقابل اپنی فوج کو اس طرح آراستہ کیا کہ سب سے آگے زرہ پوش پیادے تھے۔ ان کے پیچھے جنگی ہاتھی تھے جن پر تیر انداز سوار تھے۔ واپس اور بائیں سواروں کے دستے تھے۔ حضرت منشیؓ نے بھی نہایت ترتیب سے اپنی سفینیں درست کیں اور مسلمانوں کے سامنے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ ان کی تقریر نے مسلمان کے دل میں شوق شہادت کے شعلے بھڑکا دیئے۔ مسلمان ابھی منہ کے لئے ہتھیار سنبھال ہی رہے تھے کہ ایرانی فوج نے تملہ کر دیا۔ حضرت منشیؓ نے نہایت بہت سے اسلامی لشکر کو سنبھالا

دقیقہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۱۹ اہلے گئے۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ یہ واپس کو نہ آئے تو مالک اشترؓ نے ان سے نہایت تلخ لہجہ میں گفتگو کی جس پر بدول ہو کر قرقیسیا میں گوشہ نشین ہو گئے اور وہیں ۳۷ شہد میں سفر آخرت اختیار کیا۔ حضرت جریرؓ سے توحید میں مروی ہیں۔

اور پھر دستور کے مطابق تین تکبیریں کہہ کر ایرانیوں سے نبرد آزما ہو گئے۔ ایرانیوں کا حملہ اتنا  
تند و تیز تھا کہ مسلمان لڑکھڑا گئے اور بنو عجل کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ مثنیٰ رضی نے انھیں پیغام  
بھیجا کہ مسلمانوں کو رسوا نہ کرنا اور پیچھے ہٹنے کی بجائے کٹ کر مرجانے کو ترجیح دینا۔ بنو عجل یہ  
پیغام ملتے ہی سنبھل گئے اور جم کر لڑنے لگے۔ اب لڑائی کا میدان خوب گرم ہو گیا اور چند گھنٹے  
تک اس زور کارن پڑا کہ دشت و جبل کانپ اٹھے۔ مثنیٰ رضی اس جوش کے ساتھ لڑ رہے  
تھے کہ سرپاؤں کا کچھ ہوش نہیں تھا۔ ان کے پہلو بہ پہلو بنو تغلب اور بنو نمر کے عیسائی  
سردار ابن مردی الفہر اور انس بن ہلال بھی داد شجاعت دے رہے تھے۔

عین معرکہ کارزار میں مثنیٰ رضی کے بھائی مسعود بن حارثہ شیبانی مُتَمَلِّک زخم کھا کر گرے  
مثنیٰ رضی نے لکارا۔ "مسلمانو شرفا کے جان دینے کی یہی ادا ہوتی ہے تمھارے علم ہرگز نہ جھکنے  
پائیں" اسی اثنا میں انس بھی شدید زخم کھا کر گر پڑا۔ مثنیٰ رضی نے اس کو اپنے بھائی کے پہلو  
میں لٹا دیا، اور پھر شمشیر بدست دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ ایرانی فوج کے بھی بڑے بڑے افسر  
مارے گئے تھے لیکن مہران ثابت قدمی سے لڑ رہا تھا۔ بنو تغلب کے ایک جوان نے اسے  
تاڑ لیا اور پکا ایک تنوار سونت کر اس پر جا پڑا۔ مہران گھوڑے سے گرا تو نوجوان اچک کر  
اس کے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور باواز بلند نعرہ لگایا "ہیں ہوں تغلب کی اولاد اور ایرانی سردار  
کا قاتل"۔ ایرانی فوج اپنے سردار کو قتل ہوتے دیکھ کر بددل ہو گئی اور مہنایت ابتری سے  
بھاگ کھڑی ہوئی۔ مثنیٰ رضی فوج کے چند مضبوط دستوں کو ساتھ لے کر پل پر پہنچ گئے اور  
بھاگتے ہوئے ایرانیوں کا راستہ روک کر انھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ ہزاروں ایرانی دریا  
میں غرق ہو گئے اور پروایت ابن خلدون ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں کے ہاتھوں مار گئے۔

لے بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مثنیٰ رضی نے پل توڑ دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی نے ان کے اس  
فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ مایوسی کے عالم میں بھاگتے ہوئے ایرانیوں کو مسلمانوں سے لڑنا پڑا  
اور کئی مسلمان ان جھگڑوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔



کہتے ہیں کہ بویب کی لڑائی میں جس قدر ایرانی قتل ہوئے کسی دوسری لڑائی میں ان کو اتنا جانی نقصان نہیں اٹھانا پڑا۔ بویب کے میدان میں عرصہ دراز تک ایرانیوں کے ہڈیوں کے بڑے بڑے ڈھیر پڑے رہے۔ مسافر ادھر سے گزرتے تو ان کی زبانوں پر بے اختیار عبرت کے الفاظ جاری ہو جاتے۔ بویب کا معرکہ فی الحقیقت معرکہ جس کا مجبور پورا جاب تھا۔ اس لڑائی میں ایک لاکھ ایرانی مقتولوں کے مقابلے میں صرف سو مسلمان شہید ہوئے۔

(۴)

ایرانیوں میں بیداری کی لہر

معرکہ بویب کے بعد مسلمان عراق عرب میں چاروں طرف پھیل گئے حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ بویب کی شکست ایرانیوں کی کمر سمیت توڑ دے گی اور وہ ایک مدت تک اپنے زخموں کو سملاتے رہیں گے۔ لیکن ان کی توقعات کے برعکس واقعہ بویب نے ایرانیوں کو پہلے سے کہیں زیادہ متحد کر دیا۔ ایران کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگ گئی اور غیرت قومی نے ہر ایرانی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ حیران ہو ہو کر ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ بھوکے ننگے عربوں میں آج یہ جرات کیسے پیدا ہو گئی کہ وہ تخت کیانی کی آرزو کرنے لگے ہیں۔

قرودسی اس زمانہ کے ایرانیوں کے خیالات کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے

ز شیر شتر خوردن و سومار ۛ عرب را بجائے رسد راست کار  
کہ تخت کیاں را کنند آرزو ۛ تفویر تو اسے چرخ گرداں تفویا

(یعنی کیا ہم کو یہ روز بد بھی دیکھتا تھا کہ اونٹنی کا دودھ پینے والے اور گوہ کا گوشت کھانے والے (جاہل اور غیر منہذب) عرب آج ایران پر قابض ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں)۔

ایرانیوں نے اپنی شکستوں کے اسباب کا جائزہ لیا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ سب کچھ پوران دخت کی زمانہ حکومت اور ہمارے سرداروں کے باہمی اختلافات کا شاخسار ہے

چنانچہ انھوں نے رستم اور فیروز میں مصالحت کرائی۔ یہ دونوں سلطنتِ ایران کے دست و بازو تھے لیکن ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے پورانِ دخت کو معزول کر کے خاندانِ کسری کے واحد وارث یزدگرد کو تخت نشین کر دیا۔ اس وقت اس کی عمر باخلاف روایت سولہ یا اکیس برس کی تھی۔

یزدگرد کے تخت نشین ہوتے ہی ایرانیوں میں نئی جان پڑ گئی اور خواص و عوام متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جن علاقوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا وہاں بھی بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور مسلمان چاروں طرف سے خطرات میں گھر گئے۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے تمام حالات دربارِ خلافت میں لکھ بھیجے۔ وہاں سے حکم موصول ہوا کہ اپنی فوجوں کو سمیٹ کر سرحدِ عرب کی طرف ہٹ آؤ، اور رسیعہ اور مضر کے قبائل کو اپنی مدد کے لئے بلا بھیجو۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنی فوجوں کو سمیٹ کر مقامِ ذوقار میں مقیم ہو گئے اور مدینہ منورہ سے مزید احکام کا انتظار کرنے لگے۔

—————

# عساکرِ اسلامی کی قیادت

(۱)

مسلمانوں کا جوشِ جہاد

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے خط کے ذریعہ عراق عرب کے حالات کا علم ہوا تو آپ کو سخت جوش آیا اور آپ نے فرمایا :-

واللہ کأمر ماین ملوک العجم  
خدا کی قسم اگر ملوکِ عجم نے اتحاد کر لیا ہے تو میں

بملوک العرب  
ان کے مقابلہ کے لئے ملوکِ عرب کو بھیجوں گا۔

اس کے بعد آپ نے مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو مناسب ہدایات بھیجیں اور تمام عرب میں منادی کرا دی کہ لوگ جہاد کے لئے تیار ہو کر آئیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی قبیلہ میں ایک شخص بھی رہنے کے قابل ہے یا کوئی اور منہر جانتا ہے تو وہ بھی آجائے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دردمندانہ دعوتِ جہاد پر سارے عرب نے لبیک کہا اور چاروں طرف سے مدینہ منورہ میں مجاہدین کا تانتا بندھ گیا۔ جو لوگ عراق عرب کی سرحد کے نزدیک تھے وہ تو براہِ راست حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ دوسرے لوگوں نے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ اسی اثناء میں حج کا موسم آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ واپس تشریف لائے تو حدِ نظر تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے اور مدینہ کے در و دیوار اور دشت و جبل تک پیر کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ ان سرفروشنوں میں ایسے آتش بیان

مقرر بھی تھے جن کے چند جملے تین مردہ ہیں جان ڈال دیتے تھے اور ایسے شجاع بھی کہ اکیلے ہزار سواروں سے بھڑک جائیں۔ ان دنوں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بنو ہوازن کے عامل تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر انھوں نے بھی باختلاف روایت ایک ہزار یا تین ہزار جنگجو مجاہدین جمع کئے اور مدینہ منورہ بھیجے۔ بروایت علامہ شبلی رحمہ اللہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے آدمیوں میں سے ایک ایک شخص تیغ و علم کا مالک تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کا جذبہ جہاد دیکھ کر بہت مسرور ہوئے، اور تمام مجاہدین کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر چٹمہ صرارہ پر آکر قیام فرمایا۔ ابھی تک کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ہم عراق پر جانے والی فوج کی قیادت کون کرے گا۔ صرارہ کے قریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کو منہایت ترتیب سے آراستہ کیا اور پھر اکابر صحابہؓ سے فرمایا: "میرا ارادہ ہے کہ اس لشکر کے ساتھ میں خود جاؤں۔ میری غیر حاضری میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ، نظم و نسق خلافت چلائیں گے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوفؓ میرے ساتھ ہوں گے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ مقدمۃ الجیش کے افسر ہوں گے اور مہمیت و مہیسرہ کی قیادت زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمنؓ کریں گے۔" عام مجاہدین کو جب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ارادے کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے۔

اور انھوں نے بیک آواز کہا کہ امیر المؤمنین آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں۔ یہ عظیم مہم آپ ہی کی قیادت کی محتاج ہے لیکن اہل الرائے صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئے اور پھر سب نے یہ رائے دی کہ آپ کا نہ کر خلافت سے باہر جانا بہت سے خطرات کا موجب بن سکتا ہے۔ لڑائی کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں فتح یا شکست۔ اگر خدا نخواستہ آپ کے قائد ہوتے ہوئے لشکر اسلام کو ہزیمت ہو گئی تو اس کے منہایت مہیا تک نتائج نکلیں گے یہاں تک کہ مسلمانوں کے صفحہ ہستی سے مٹ جانے کا اندیشہ ہے اور اگر آپ مرکز خلافت میں موجود ہوئے اور ایسی صورت پیش آگئی تو اس سے نپٹنے کے لئے کوئی نہ کوئی حل نکال

لیں گے۔ مناسب یہی ہے کہ آپ اس لشکر کی قیادت رسول اکرم ص کے کسی دوسرے صحابی کے سپرد فرمادیں، اور خود دار الخلافہ میں مقیم رہ کر اس لشکر کی نقل و حرکت کی نگرانی فرمائیں اس صورت میں آپ ضرورت کے وقت اس لشکر کو آسانی سے امداد بھی بھیج سکیں گے۔ حضرت عمر فاروق رض نے اکابر صحابہ رض کی رائے کو قبول فرمایا اور ساری صورت حال عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کر دی۔ امیر المؤمنین کے مرکز خلافت سے دور جانے میں جو خطرات پہنچ سکتے، لوگ انہیں سمجھ گئے اور خاموش ہو گئے۔

(۲)

### ہرم عراق کی قیادت کے لئے حضرت سعد رض کا انتخاب

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اس عظیم مہم کی قیادت کس کے سپرد کی جائے۔ تمام اکابر صحابہ رض اس مسئلہ پر آپس میں منہایت سمرگرمی سے صلاح مشورہ کرنے لگے۔ یکایک حضرت عبدالرحمن بن عوف رض بول اٹھے "میں نے پالیا، میں نے پالیا۔" حضرت عمر رض نے پوچھا "وہ کون؟"

اے ابو محمد عبدالرحمن بن عوف رض اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ وہ خاندان بنو زہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلام کے سابقون اولون سے ہیں۔ ان کو دو مرتبہ ہجرت کا ثمر حاصل ہوا۔ پہلے حبشہ تشریف لے گئے وہاں سے واپس آنے پر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں انہوں نے اپنے موافق بھائی حضرت سعد بن ربیع انصاری رض کی راہ نمائی میں تجارت کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں ایسی برکت دی کہ وہ عرب کے ممتاز رؤسا میں شمار ہوئے۔ بدر اور احد میں منہایت شجاعت سے رسول اکرم ص کی رفاقت کا حق ادا کیا۔ ان کے بعد بھی اکثر غزوات نبوی میں شرکت کی بلکہ پندرہویں دورۃ الجند کی مہم سر کی فتح مکہ، غزوہ حنین اور حجۃ الوداع میں بھی رسول اکرم ص کے ہمراہ تھے۔ عہد صدیقی اور فاروقی میں تمام ملکی مسائل میں ان کی رائے کو بڑی وقعت دی جاتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رض نے اپنی شہادت سے پہلے جن چھ صحابہ کو منصب خلافت کی ذمہ داری اٹھانے کا اہل قرار دیا۔ حضرت عبدالرحمن ان میں سے ایک تھے لیکن وہ اپنے حق سے دست بردار ہو گئے۔ عہد عثمانی میں انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اسی حالت میں (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت عبدالرحمن رضی نے جواب دیا " سعد بن مالک (ابی وقاص) "

سب نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عمر فاروقؓ نے اسی وقت خط لکھ کر

حضرت سعد رضی کو نجد سے بلا بھیجا۔ چند دن کے بعد حضرت سعد رضی مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت

عمرؓ نے عراق جانے والی فوجوں کی قیادت ان کے سپرد کی اور علم امارت ان کے سپرد کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا: "لَا يَغُرُّكَ مِنَ اللَّهِ أَنْ قِيلَ خَالَ رَسُولَ اللَّهِ وَصَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ

فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَبْعُو السَّيِّئُ بِالسَّيِّئِ وَلَكِنَّهُ يَبْعُو السَّيِّئُ بِالْحَسَنِ

فَإِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحَدٍ نَسَبٌ إِلَّا طَاعَتُهُ فَالْطَّائِفُ شَرِيفُهُمْ

وَوَضِعَهُمْ فِي ذَاتِ اللَّهِ سَوَاءٌ" اللَّهُ رَبُّهُمْ وَهُمْ عِبَادُهُ يَتَفَاضَلُونَ

بِالْعَافِيَةِ وَيُذَرُّوْنَ مَا عِنْدَهُ بِالطَّاعَةِ فَانظُرْ أَكْأَمَرَ الَّذِي رَأَيْتَ

الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْزِمُهُ مَنْذُ بُعِثَ إِلَىٰ أَنْ

فَارْتَقَا ذَا النَّرْمَةَ فَإِنَّهُ الْأَعْرُ هَذِهِ عِظَتِي إِيَّاكَ إِنْ تَرَكْتَهَا

وَرَغِبْتَ عَنْهَا حَبَطَ عَمَلُكَ وَكُنْتَ

### مِنَ الْخَاسِرِينَ ۵۲

یعنی اے سعد اس بات پر مضور رہنا کہ لوگ تمہیں رسول اللہ کا ماموں اور صحابی کہتے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۲۵) ۳۱ھ میں سفر اُترت اختیار کیا اس وقت کاروانِ عمر نے پچھتر منزلیں طے کی

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جاز سے میں شریک تھے اور فرماتے جاتے تھے "واجب لہ" یعنی آہ یہ بہارِ علم و فضل

کا پیکرِ عظیم، بھس چل بسا۔

۱۲۵ھ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رضی اپنے لشکر کے ہمراہ نجد سے آئے

اور جس وقت ان کو عساکرِ اسلامی کا قائد منتخب کیا گیا تو وہ مدینہ منورہ میں موجود تھے لیکن کثرتِ رات نے یہی ہے کہ ان کو

لکھ کر حضرت عمر رضی نے نجد سے بلوایا جہاں وہ بنو ہوازن سے صدقات کی وصولی پر مامور تھے۔

۵۲ تاریخ الکامل ابن اثیر

اللہ جل شانہ بڑائی کو بڑائی سے دُور نہیں کرتا ہاں نیکی سے بڑیاں زائل ہو جاتی ہیں۔ اللہ اور اس کے بندوں میں قربت کا کوئی رشتہ نہیں ہے ہاں رشتہ ہے تو طاعت کا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ادنیٰ اور اعلیٰ سب برابر ہیں ان میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ نفس کا محاسبہ کرتے اور گناہوں سے بچنے میں (سعی کرنے سے) ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور انعامات صرف طاعت سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ تم اس طریقہ کو مضبوطی سے اختیار کرو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے رحلت تک قائم رہے۔ پس یہی میری نصیحت ہے اگر تم نے اسے نظر انداز کر دیا تو تمہارے پہلے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور تم گھانا پانے والوں میں رہو گے۔“

حضرت سعد رضی نے وعدہ کیا کہ وہ ہر حال میں اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام پر عمل کریں گے اور امیر المؤمنین کی نصیحت کو مشعلِ راہ بنائیں گے۔

(۳)

### فاروقِ اعظم کی ہدایات

حضرت سعد رضی بڑے زہد کے صحابی تھے اور بار بار اپنی شجاعت اور بے خوفی کا سکہ عوام سے منوا چکے تھے حضرت عمر فاروق رضی بھی ان کی شجاعت اور مردانگی کے معترف تھے لیکن ان کی قائدانہ استعداد کی طرف سے آپ مطمین نہیں تھے۔ یہ کسی معمولی مہم کی قیادت نہیں تھی۔ سارا ایران متحد ہو کر مسلمانوں کو پیس ڈالنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا تھا اس سے نبرد آزما ہونے کے لئے عظیم قائدانہ صلاحیتوں کی ضرورت تھی۔ اس سے پہلے حضرت سعد رضی کو ایسی اہم مہم کی قیادت کا اتفاق سمجھ نہیں ہوا تھا اور یہی چیز حضرت عمر فاروق رضی کے تردد کا باعث تھی۔ تاہم جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی نے زور دیا کہ کیا کہ اس مہم کے لئے حضرت سعد رضی ہی موزوں ترین آدمی ہیں اور دوسرے سب لوگوں نے ان کی رائے کی پر زور تائید کی تو پھر حضرت عمر فاروق رضی نے حضرت سعد کو یہ بارگراں

سپر کرنے میں ایک لمحہ بھی توقف نہ کیا تاہم آپ نے بنظر احتیاط حضرت سعد رضی کو  
 ہدایت کی کہ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے کے بعد وہ ہر وقت اور ہر حال میں مرکزِ خلافت  
 سے رابطہ قائم رکھیں اور جس جگہ پڑاؤ ڈالیں وہاں کا نقشہ اور دوسرے حالات اس طرح  
 لکھ بھیجیں گویا سب کچھ خلیفۃ المسلمین اور مجلس شوریٰ کی نظروں کے سامنے ہے اس  
 کے بعد آپ نے مدینہ سے عراق تک تمام منزلیں متعین فرمادیں۔ (مؤرخین نے ان  
 منزلوں کی تصریح بھی کر دی ہے)۔ اور پھر حضرت سعد رضی کو روانگی کا اذن دے دیا۔  
 اس کے ساتھ ہی آپ نے شام کی مہم کے سپہ سالار حضرت ابوعلیہ بن الجراح رضی کو  
 حکم بھیجا کہ عراق سے جو فوج شام بھیجی گئی تھی اُسے واپس عراق بھیج دو تاکہ وہ سعد رضی کی  
 فوج سے مل جائے۔

—————



## مدینہ منورہ سے قادسیہ تک

(۱)

حضرت سعد رضی کی مدینہ سے روانگی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی لشکر اسلام کے قائد بن کر جب مدینہ منورہ سے چلنے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی نے ان کو علیحدگی میں بلا کر بدیں الفاظ خاص ہدایات دیں :-

میں تم کو عراق کی جنگ پر سپہ سالار بنا کر بھیجا

ہوں۔ میری یہ وصیت یاد رکھنا کہ تم ایک سخت

مشکل کام کے لئے جاتے ہو جس سے عمدہ برا

ہونے کے لئے اطاعتِ الہی کے سوا کوئی صورت

نہیں ہے۔ اپنے نفس کو بھلائی کا کام کرنے کا عادی

بناؤ اور نیک عمل کے ذریعے ہی فتح طلب کرو۔

اور جان لو کہ ہر عادت کے لئے اسباب اور سامان

ہوتے ہیں اور خیر کے سامان کی بنیاد صبر پر ہے۔

اور ہر مصیبت اور ناگہانی آفت میں صبر اختیار کرو

ایسا کرنے سے خشیتِ الہی تمہارے دل میں پیا ہو

گی اور یاد رکھو کہ خشیتِ الہی کی دو نشانیاں ہیں۔ اللہ

إِنِّي دَلَيْتُكَ حَرْبَ الْعِرَاقِ فَاحْفَظْ

وَصِيَّتِي فَإِنَّكَ تَقْدُمُ عَلَى أَحْسَرِ

شَدِيدٍ كَرِيهٍ لَا يُخَلِّصُ مِنْهُ إِلَّا

الْحَقُّ فَعَوِّدْ نَفْسَكَ وَمَنْ

مَعَكَ الْخَيْرُ -

وَاسْتَفْتِحْ بِهِ

وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ عَادَةٍ

عَتَادًا فَعَتَادُ الْخَيْرِ الصَّبْرُ

فَالصَّبْرُ الصَّبْرُ عَلَى مَا أَصَابَكَ

وَنَابِكَ يَجْتَمِعُ لَكَ تَخَشُّعٌ لِلَّهِ

وَاعْلَمْ أَنَّ تَخَشُّعًا لِلَّهِ تَجْتَمِعُ

فِي أَمْرَيْنِ فِي طَاعَتِهِ وَاجْتِنَابِ  
 مَعْصِيَتِهِ وَإِنَّمَا طَاعَةٌ مِنْ  
 طَاعَتِهِ يُبْغِضُ الدُّنْيَا وَحِبِّ الْآخِرَةِ  
 وَاللُّقُوبُ حَقَائِقُ يُنْشِئُهَا اللَّهُ  
 إِنْشَاءً مِنْهَا السِّرُّ  
 وَمِنْهَا الْعَلَانِيَةُ  
 فَأَمَّا الْعَلَانِيَةُ فَإِن يَكُونُ حَلِيمَةً  
 وَدَائِمَةً فِي الْحَقِّ سَوَاءً وَأَمَّا السِّرُّ  
 فَيُحَرِّفُ بِظُهُورِ الْحِكْمَةِ مَنْ  
 قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ وَمُحَبَّةِ النَّاسِ  
 فَلَا تَزْهَدُ فِي التَّحَبُّبِ  
 فَإِنَّ النَّبِيِّينَ قَدْ سَأَلُوا  
 مَحَبَّتَهُمْ

وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا  
 أَحَبَّ عَبْدًا حَبَّبَهُ  
 وَإِذَا أَبْغَضَ  
 عَبْدًا بَغَضَهُ  
 فَأَعْتَبِرْ مَنْزِلَتِكَ عِنْدَ  
 النَّاسِ مِمَّنْ  
 يَشْرَعُ مَعَكَ  
 فِي أَمْرِكَ

کے حکم کی اطاعت کرنا اور از تکاب گناہ سے بچنا اور  
 احکام الہی کی پابندی وہی شخص کرتا ہے جو دنیا سے  
 نفرت اور آخرت سے محبت کرتا ہے، اور  
 حق تعالیٰ دلوں میں پاکیزہ اور عمدہ کیفیات  
 پیدا کرتا ہے جن میں سے بعض ظاہر اور  
 بعض مخفی ہوتی ہیں۔ ظاہر تو یہ ہیں کہ  
 راہ حق میں کسی کی تعریف یا ملامت کی  
 پروا نہ ہو اور مخفی یہ ہیں کہ قلب کو  
 حکمت سے معمور کر دیا جاتا ہے اور زبان  
 اس کی ترجمانی کرتی ہے، اور وہ عوام کی  
 محبت کا مرجع بن جاتا ہے۔ تم اس کو ریا سمجھ  
 کر اس سے احتراز نہ کرنا۔ انبیاء علیہم السلام  
 نے عوام کی محبت کا مرجع بننے کی آرزو کی  
 ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے  
 تو اپنے بندوں میں بھی اس کو محبوب بنا دیتا ہے  
 اور جب کوئی اس کے ہاں مبغوض ہوتا ہے تو  
 لوگوں میں بھی اس کو مبغوض بنا دیتا ہے۔ تم اگر  
 یہ جاننا چاہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کیا  
 درجہ ہے تو جو لوگ تمہارے سامنے ہیں ان  
 کے نزدیک تمہاری جو قدر و منزلت ہے،  
 اس سے اندازہ کر لو۔

حضرت سعد رضی نے حضرت عمر فاروق رضی کو یقین دلایا کہ وہ بہر حال میں رضائے الہی کو پیش نظر رکھیں گے اور اپنے ساتھیوں کی دُکھوں اور تالیفِ قلب میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی نے لشکر کا نشان چڑھایا اور چار ہزار سرفروشنوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے کوچ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی صراحت سے اعواض تک ان کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ ہر ایک قبیلہ کے پاس گئے۔ اور اس کے جوانوں کو گراں بہا نصائح سے سرفراز فرمایا۔ بعض قبائل میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جن کے قدمِ فتنہ ارتداد میں لڑکھڑا گئے تھے۔ حضرت عمر رضی نے ان سے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اب تمہیں موقع عطا کیا ہے کہ اپنے گزشتہ اعمال کی تلافی کر لو۔" ان لوگوں میں طلحہ بن خویلد اسدی اور عمرو بن معدی کربا زبیدی جیسے زعمائے عرب بھی تھے۔ انھوں نے فتنہ ارتداد میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ لیکن بعد میں تائب ہو گئے تھے اور از سر نو خلیفۃ المسلمین کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کے لئے جینے اور مرنے کا حلف اٹھایا تھا۔ انھوں نے حضرت عمر فاروق رضی کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ آپ ہمیں کفار کے مقابلہ پر ثابت قدم پائیں گے۔ حضرت عمر رضی مطمئن ہو گئے اور لشکرِ اسلام کو الوداع کہہ کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

(۲)

### مدینہ سے شراف تک

حضرت سعد رضی مدینہ منورہ سے اٹھارہ منزلیں لے کر نے کے بعد ثعلبہ مہنچے یہاں پانی کی انراط مٹھی اور فوج کے قیام کے لئے یہ جگہ نہایت موزوں مٹھی۔ چنانچہ حضرت سعد رضی امیر المؤمنین کی ہدایت کے مطابق یہیں خیمہ زن ہو گئے۔ اسی اثنا میں حضرت عمر رضی نے چار ہزار مجاہدین کا ایک اور لشکر مدینہ منورہ سے روانہ کر دیا جو ثعلبہ میں حضرت سعد رضی سے آ ملا۔ اس طرح ان کے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار ہو گئی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر رضی فوج کے مزید دستے بھی ثعلبہ کی طرف روانہ کرتے رہے یہاں تک کہ

حضرت سعد رضی کے پاس ثعلبہ میں بیس ہزار فوج جمع ہو گئی۔ اس جگہ حضرت سعد رضی کا قیام تین ماہ تک رہا۔ ان دنوں حضرت مثنیٰ رضی آٹھ ہزار فوج کے ساتھ ذوقار میں حضرت سعد رضی کی آمد کے منتظر تھے۔

مثنیٰ رضی کو معرکہ جسر میں شدید زخم آئے تھے، گو عارضی طور پر انھیں افاقہ ہو گیا تھا اور معرکہ یویب میں انھوں نے ایک بار پھر اپنی تیغ شجاعت کے جوہر دکھا کر ایرانیوں کو دنگ کر دیا تھا لیکن قیام ذوقار کے دوران میں یہ زخم بگڑنے لگے اور کسی علاج سے مندمل نہ ہوئے۔ حضرت مثنیٰ رضی کو یقین ہو گیا کہ اب خالق حقیقی کی طرف سے بلاوا آیا ہے چاہتا ہے چنانچہ انھوں نے اپنی جگہ بشیر بن خصاصہ کو فوج کا امیر مقرر کر دیا اور انھیں وصیت کی کہ حضرت سعد رضی کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے عرب کی سرحد کے قریب رہ کر ایرانیوں سے جنگ کریں، اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غالب کرے تو پھر بے دریغ ایران کے اندر گھسن جائیں اور اگر خدا نخواستہ مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑے تو پھر وہ اپنے ملک کی سرحد کے اندر دوبارہ اپنی تنظیم کر سکیں گے۔

اس وصیت کے بعد حضرت مثنیٰ رضی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس اشارہ میں حضرت سعد رضی ثعلبہ سے کوچ کر کے شراف میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔ یہاں حضرت مثنیٰ رضی کی آٹھ ہزار فوج بھی ان سے آ رہی۔ مثنیٰ رضی کے بھائی معنی رضی بھی اپنی بیوہ مہاجر سلمیٰ کے ساتھ اس لشکر کے ہمراہ حضرت سعد رضی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مثنیٰ رضی کی وصیت اُن کے سامنے بیان کی۔

حضرت سعد رضی اور دوسرے مجاہدین کو مثنیٰ رضی کی رحلت کی خبر سن کر بے پناہ صدمہ پہنچا کیونکہ اس نازک وقت میں وہ ان کے مہایت قومی دست و بازو ثابت ہوتے۔ حضرت سعد رضی نے تالیف قلب کے لئے مثنیٰ رضی کی بیوہ سلمیٰ سے نکاح کر لیا اور معنی رضی کو ہدایت کی کہ وہ مثنیٰ رضی کے بچوں کی احسن طریقہ سے غور و پرداخت کریں۔ شراف میں حضرت سعد رضی

نے فوج کو بڑی توجہ سے دیکھا اور بہتر طریق پر حکومت سے مدد سے مشورے سے فوج کو تیار کیا  
 اور اس وقت حالت تیس سے تندرستی کو پہنچے۔ سہار سے جو توبہ اور شکر  
 میں توبہ اور توبہ کی بدولت تیس سے تندرستی کے لئے چلی گئی تھی جس میں تیس سے  
 تیس کے چند دن بعد حضرت تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے  
 بدیت کی کہ فوجوں میں تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے  
 دوزخ سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے  
 فوج کے لئے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے  
 تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے  
 سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے تندرستی سے  
 مجھے دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع دو اور ان کے سپہ سالار کو نام لکھو۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مقررہ دن کو تندرستی سے تندرستی سے  
 چلتے وقت انہوں نے فوج کی تقسیم اور لشکروں کا تقسیم اس طرح کیا۔

- |                         |       |                            |
|-------------------------|-------|----------------------------|
| مقدمۃ الجیش             | ~~~~~ | زبیر بن عبداللہ بن فننادہ  |
| میمنہ                   | ~~~~~ | عبداللہ بن اصفہم           |
| میسرہ                   | ~~~~~ | شہیل بن السمط              |
| طلایہ (گشت کی فوج)      | ~~~~~ | سواد بن مالک               |
| پیدل                    | ~~~~~ | جمال بن مالک الاسدی        |
| شتر سوار                | ~~~~~ | عبداللہ بن وہی السہمینی    |
| ساقہ (فوج کا پچھلا حصہ) | ~~~~~ | عاصم بن عمرو الہثمی        |
| بے قاعدہ فوج            | ~~~~~ | سلیمان بن ربیعۃ الباہلی    |
| قاضی و خزانچی           | ~~~~~ | عبدالرحمن بن ربیعۃ الباہلی |

مہتمم رسد ~~~~~ حضرت سلمان فارسی رضی

مترجم ~~~~~ ہلال مجری

کاتب ~~~~~ زیاد بن ابی سفیان رضی

اس فوج میں چھ سو کے قریب صحابہ کرام رضی بھی شامل تھے۔ ان میں سے ستر بدری صحابہ تھے اور تین سو وہ جن کو بیعت رضوان میں شریک ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ایسے مجاہدین جو خود صحابہ نہیں تھے لیکن صحابہ کی اولاد تھے، سات سو کے لگ بھگ تھے۔

۴ (۳)

### قادسیہ میں قیام

شراف اور قادسیہ کے درمیان عذیب کے مقام پر ایرانیوں کی ایک فوجی چوکی تھی جہاں وہ اپنا اسلحہ رکھتے تھے۔ اس چوکی کے محافظ ایرانی سپاہیوں کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بغیر مقابلہ کئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح عذیب سے کافی اسلحہ مسلمانوں کو مفت ہاتھ آگیا۔ عذیب میں چند دن ٹھہرنے کے بعد حضرت سعد رضی قادسیہ پہنچے اور حضرت عمرؓ کی ہدایات کے مطابق فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مناسب مقامات پر متعین کر دیا۔ قادسیہ میں پڑاؤ ڈال کر حضرت سعد رضی نے نواحی علاقوں میں چھاپہ مار دینے سے بھیجنے شروع

۱۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس مقام سے گزر ہوا تو ایک بڑھیا نے ان کا سر اور

کپڑے دھو کر صاف کئے جو سفر میں میلے ہو گئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "قد ست من ارض"

(خدا اس سرزمین کو پاک کرے) اسی وقت سے اس جگہ کا نام قادسیہ مشہور ہو گیا (اشاعت اسلام مولانا حبیب الرحمن)

ابن عیینہ نے اس روایت کو کسی قدر مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام

قادسیہ کے قریب سے گزرے انھوں نے اس سرزمین کو شاداب پایا۔ وہاں انھوں نے ایک عورت کو

دیکھا جس نے اپنا سر دھویا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "بجھے اس سرزمین کے پانی نے پاک کر دیا"

اسی وقت سے اس جگہ کا نام قادسیہ پڑ گیا۔

کر دیئے جو فوج کے لئے غلہ، مویشی اور دوسری ضروریات کا سامان بہم پہنچاتے تھے۔  
یہ صورت حال قریباً دو ماہ تک جاری رہی۔ اس دوران میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے

لہ اس ضمن میں بعض مؤرخین نے ایک دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنگ قادسیہ سے پہلے مسلمانوں کے ایک چھاپہ مار دستے کو جو عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قیادت میں میسان کی طرف گیا ہوا تھا ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ان ایام میں مسلمانوں کے لشکر میں دودھ اور گوشت کی سخت کمی تھی لیکن مویشی کہیں سے دستیاب نہیں ہو رہے تھے۔ اتفاق سے نواح میسان میں ایک جنگل کے قریب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو ایک ایرانی چرواہا ملا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا۔ "گلٹے، بیل اور بکریاں کہاں ہیں؟ چرواہا نے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں۔" عین اس وقت جنگل میں سے ایک بیل کی آواز آئی کذب عدو اللہ ہانحن (یعنی دشمن خدا جھوٹ بولتا ہے ہم یہاں موجود ہیں) یہ آواز سن کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنگل میں گھس گئے اور تمام مویشیوں کو ہانک لائے۔ یہ مویشی نہایت کثیر تعداد میں تھے اور ان کے ملنے سے لشکر اسلام میں دودھ اور گوشت کی کمی دور ہو گئی جس دن تاثیر غیبی سے مسلمانوں کو یہ مویشی دستیاب ہوئے۔ قدیم مؤرخین نے اسے "یوم الابطار" کا نام دیا ہے۔ زمانہ حاضر کے بعض مؤرخین نے اس واقعہ کی یہ توجیہ کی ہے کہ چرواہے سے سوال و جواب ہو چکے تو مجاہدین نے جنگل کے اندر سے مویشیوں (یا ایک بیل) کے ڈکارنے کی آواز سنی۔ چنانچہ وہ جنگل کے اندر گھس کر تمام مویشی ہانک لائے۔

کہتے ہیں حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے زمانہ میں چند ایسے لوگوں کو بلایا جو اس واقعہ کے وقت حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور ان سے اس روایت کی تصدیق چاہی۔ ان لوگوں نے قسم کھا کر شہادت دی کہ چرواہے کے اظہارِ لاعلمی کے بعد ہم نے خود بیل کی آواز سنی تھی۔ اس پر حجاج مطمئن ہو گیا اور اس نے پھر کبھی اس روایت کو نہیں جھٹلایا۔

(تاریخ الکامل - ابن اثیر)

اپنے مخبر ایران کے طول و عرض میں پھیلا دیئے تاکہ وہ دشمن کے عزائم اور نقل و حرکت کی خبر لائیں۔ مخبروں نے چند دن کے بعد حضرت سعد رضی کو آکر بتایا کہ سارا ایران اس وقت جنگی بنجار میں مبتلا ہے۔ یزدگرد نے نہایت زور شور سے جنگ کی تیاریاں کی ہیں، اور ایران کے نامور سوہا رستم کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے وہ اس وقت ایک لاکھ سے اوپر فوج کے ساتھ ساپاط میں خیمہ زن ہے۔ حضرت سعد رضی نے اسی وقت تمام حالات کی تفصیل حضرت عمر رضی کو لکھ بھیجی۔

(۴)

### ایرانیوں کی جنگی تیاریاں

حضرت سعد رضی کو مدینہ منورہ سے چلے ہوئے کئی مہینے ہو چکے تھے لیکن ابھی تک ایرانیوں سے مقابلہ کی نوبت نہیں پہنچی تھی۔ اس تمام عرصے میں یزدگرد کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاعات پہم مل رہی تھیں اور وہ غافل نہیں بیٹھا ہوا تھا بلکہ اپنی تمام جنگی قوتوں کو مجتمع کر رہا تھا۔ جس طرح حضرت عمر رضی کو اسلامی افواج کے قیادت کے انتخاب میں وقت پیش آئی تھی اسی طرح یزدگرد بھی ایرانی فوجوں کی قیادت کے لئے کسی آزمودہ کا جرنیل کی تلاش میں تھا۔ اس کی نظر میں رہ رہ کر رستم کی طرف اٹھتی تھیں جو آرمینیا کے رئیس فرخ زاد کا بیٹا تھا اور اس وقت دربار ایران میں وزیر حرب کے عہدے پر مامور تھا۔ رستم نے الحقیقت پر استیجاب اور دورانہدیش شخص تھا اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص ایرانی فوجوں کی قیادت کے لئے موزوں نہیں تھا۔ یزدگرد کی نگاہ انتخاب اسی پر پڑی اور اس نے رستم کو طلب کر کے کہا کہ آج ایران کو اگر کوئی شخص عربوں کے ہاتھ سے بچا سکتا ہے تو وہ تم ہی افواج ایران کی عنان قیادت اپنے ہاتھ میں لو اور ایک تباہ کن حملہ کر کے عربوں

پس کے رکھ دو۔

رستم نے جواب دیا کہ اس وقت میرا مسلمانوں کے مقابلہ پر جانا مناسب نہیں



بہتر ہے کہ پہلے جالیٹوس مسلمانوں سے نبرد آزما ہو۔ اگر وہ مسلمانوں کو شکست دے دے تو ہوا المراد، بصورت دیگر ہم یکے بعد دیگرے تازہ دم ایرانی فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ لڑتے لڑتے تھک جائیں گے۔ اس وقت بدخشاہ تازہ دم فوج کے ساتھ ان پر ایک فیصلہ کن ضرب لگاؤں کا جس سے وہ کبھی نہ سنبھل سکیں گے۔ یزدگرد نے کہا کہ دوسرے سرداروں نے مسلمانوں سے شکست کھانی تو ایرانی قوم بددلت ہو جائے گی اور ایسی صورت حال سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ مناسب یہی ہے کہ تم پہلے ہی حملہ میں عربوں کا سرکھل ڈالو۔

رستم نے یزدگرد کو ہر قسم کے نشیب و فراز سمجھائے لیکن وہ اپنی رائے پر اڑا رہا اور رستم کی قومی غیرت و حیثیت کو لاکارتا رہا۔ آخر رستم کو اپنے پادشاہ کے اصرار کے سامنے سرخم کرنا پڑا اور اس نے ایرانی افواج کی قیادت سنبھال لی۔ جب وہ مدائن سے چلا تو ساٹھ ہزار پرپوش ایرانی ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس اس کے جھنڈے کے نیچے جمع تھے اس لشکر نے مدائن سے چل کر سباباط کی فوجی چھاؤنی میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں ایران کے ہر حصہ سے اندامی فوجیں رستم کے گرد جمع ہونے لگیں حتیٰ کہ اس کے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ رہا بروایت دیگر ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اس پر خروش لشکر کا ہر ایک سپاہی کٹے مرنے کے لئے تیار تھا اور جلد راز جلد مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے بیتاب تھا لیکن ان کا سپہ سالار نہایت مہنڈے دل و دماغ کا مالک تھا اور ایسے ذرائع اختیار کرنا چاہتا تھا کہ مسلمان جنگ کے بغیر ہی سرعوب ہو جائیں اور اپنے ملک کو واپس چلے جائیں۔ اس کے خیال میں مسلمانوں سے ٹپٹنے کے لئے جلد بازی کی بجائے سست روی ہی بہترین طریق کار تھا۔ سباباط میں قیام کے بعد حضرت سعد رضی کی طرح اس نے بھی نواحی علاقوں میں فوجی دستے بھیجنے شروع کر دیئے۔ اس سے رستم کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں ایرانی حکومت کا اعتماد بجالایا جائے اور گزشتہ جنگوں میں ایرانی فوجوں

کو مسلمانوں سے جو ہر ہمتیں اٹھانا پڑی تھیں ان کا اثر زائل کیا جائے۔ یہ ستم کی اس تدریس کا  
 خاطر خواہ اثر ہوا اور محوڑے ہی دنوں میں تمام نواحی علاقوں کے لوگ جان و دن سے  
 وربار ایران کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق کو جب ان تمام حالات کا علم  
 ہوا تو انھوں نے حضرت سعد رضی کے خط کے جواب میں لکھا۔

”تم ایرانی فوجوں کی کثرت اور ان کے ساز و سامان کی فراوانی سے  
 مت گھبراؤ۔ کار ساز حقیقی پر پھر دسم رکھو اور اسی سے مدد مانگو (جنگ سے  
 پہلے) شاہ ایران کے پاس چند ذمی رائے بہادر اور وجیہ لوگوں کو سفیر بنا کر  
 بھیجو جو اس کو دعوت اسلام دیں۔ انشاء اللہ اس دعوت سے ایرانیوں کے  
 ارادوں میں سستی پیدا ہوگی اور اگر شاہ ایران دعوت اسلام کو رد کرے گا تو  
 اس کا وبال بھی اسی کی گردن پر پڑے گا۔“

—————

# دربار ایران میں اسلامی سفارت

(۱)

اسلام کے چودہ سفیر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا حکم ملتے ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے چودہ آدمیوں کی ایک سفارت ترتیب دی اور اس کی قیادت حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ اس سفارت میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ حضرات شامل تھے۔ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، معتب بن حارث شیبانی رضی اللہ عنہ، حارث بن حسان رضی اللہ عنہ، عطار بن عاصم رضی اللہ عنہ، عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ، عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن زرارہ رضی اللہ عنہ، عدی بن سہیل رضی اللہ عنہ، حنظلہ بن الربیع رضی اللہ عنہ، فرات بن حیان العجلی رضی اللہ عنہ، بشیر بن ابی ریم رضی اللہ عنہ اور قیس بن زرارہ رضی اللہ عنہ۔ یہ تمام حضرات وجاہت، شجاعت اور تقریر و گفتگو میں چوٹی کے آدمی تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس وفد کو ضروری ہدایات دے کر ایرانی پایہ تخت مدائن کی طرف روانہ کر دیا۔ دین حق کے یہ داعی رستم کے لشکر کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے سیدھے مدائن پہنچے۔ یہ لوگ عرب کے سادہ روایتی لباس میں ملبوس تھے۔ اور معمولی کپڑوں کے سوا ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ دو چار کے گھوڑوں پر زین محض اور باقی اپنے گھوڑوں کی تنگی پر سوار تھے۔ ان کو دیکھ دیکھ کر مدائن کے لوگ حیران ہوتے تھے کہ یہ لوگ کس ہیئت کرائی میں اپنے ملک کی نمائندگی کرنے آئے ہیں۔ یزدگرد کو اسلامی سفارت کی آمد کی اطلاع

ملی تو اس نے منہایت شان و شوکت سے دربار سجایا اور اسلامی سفراء کو بلا بھیجا۔

(۲)

## کسریٰ کے دربار میں

مسلمان سفیر کسریٰ کے عظیم الشان اور پر جلال دربار میں بڑی بے نیازی سے داخل ہوئے چونکہ دونوں فریق ایک دوسرے کی زبان سے نا آشنا تھے اس لئے ایک ترجمان کے ذریعہ گفتگو کا آغاز ہوا۔

بزد گرد نے پوچھا ”تم لوگ فارس پر کیوں حملہ آور ہوئے ہو؟ کیا اس لئے کہ ہم اپنے داخلی امور میں مشغول تھے؟“

رئیس وفد حضرت نعمان رضا اگے بڑھے اور بزد گرد کے جواب میں یوں گویا ہوئے:-  
 ”اے بادشاہ ہم دنیا جہان کی برائیوں میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہمارے پاس اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا جس نے ہمیں بُرائی اور شر سے روکا اور نیکی کی تلقین کی عمل خیر کے عوض اُس نے ہم سے دنیا و آخرت کی قلاح کا وعدہ فرمایا اور عرب کے ساتھ قبائل کو متحد کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عرب کے قریبی لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ اس کے بعد ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ان قوموں کو اسلام کی دعوت دیں جو ہم سے قریب تر ہیں۔ ہمارا مقصد لوٹ مار نہیں ہے۔ اگر تم شرک ترک کر دو اور خدا اور اس کے برگزیدہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ تو ہمارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے ہم صرف کتاب اللہ تمہارے درمیان چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔ اگر یہ منظور نہیں تو جزیرہ دنیا قبول کرو اور اگر تم اس پر بھی رضامند نہیں تو تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔“

اے بعض روایتوں میں ہے کہ بزد گرد نے اس موقع پر رستم کو بھی سباب سے بلوایا تھا اور وہ

اسلامی سفارت سے گفتگو کے وقت دربار میں موجود تھا۔

بزد گرد اس جواب پر غضب ناک ہو گیا اور اس نے کہا:  
 ”تم بھوکے اور تنگے لوگ کہ سانپ اور چھپکلی تمھاری عنقا ہے، ہمارے ملک کو  
 لوٹنا چاہتے ہو لیکن وقت آگیا ہے کہ تم لوگوں کو عبرتناک سزا دے کر بیک بینی و دو گوش  
 اس ملک سے نکال دیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ جو کچھ میں تمھارے لئے کر سکتا ہوں وہ یہ  
 ہے کہ تمھارے اوتوں پر غلہ اور چھوہارے ملا دوں اور عرب پر ایسا حاکم مقرر کر دوں  
 جو تم لوگوں کی آسائش کا خیال رکھے۔ اس کے علاوہ اگر تم کچھ چاہتے ہو تو ذلت اور نامردی  
 کی موت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔“

اب حضرت قیس بن زرارہ رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور کہا:-

”اے بادشاہ! ہم سب شرفائے عرب ہیں۔ تمھاری اہانت امیر بانی اس قابل  
 نہیں کہ ان کا جواب دیا جائے۔ تاہم سن لو کہ ہم واقعی خدا کی بدترین مخلوق تھے لیکن خدا  
 نے ہم پر اپنا فضل کیا اور ہمارے درمیان ایک پیغمبر بھیجا۔ اس ذاتِ اقدس نے ہمیں  
 ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اس نورِ ہدایت سے ہم تمھارا سینہ بھی منور کرنا چاہتے ہیں۔ اگر  
 سلام قبول کر لو تو بہتر ورنہ جزیرہ یا تلوار ایک چیز تمھیں قبول کرنی پڑے گی۔“  
 بزد گرد کا پیمانہ صبر اب لبریز ہو گیا۔ اس نے چلا کر کہا:-

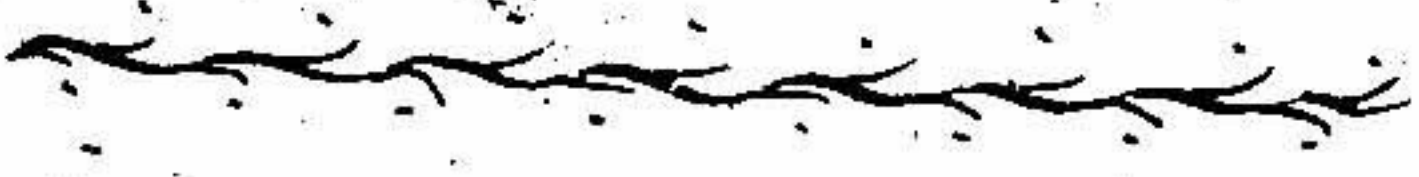
”اگر ایلچیوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو آج تم میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں جاسکتا تھا  
 بے دوسروں کے ملک والو، تمھیں یہ خاک ملی گی خاک۔“

یہ کہہ کر اس نے خاک دھول منگا کر مسلمانوں کے آگے پھینک دی۔

حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہما اور بروایت دیگر حضرت عمرو بن معدی کرب (رضی اللہ عنہما) نے مسی  
 بنی چادر میں ڈال لی اور شاداں و فرجاں وہاں سے چل کر اپنی لشکر گاہ میں واپس آئے  
 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچ کر انھیں مبارک باد دی کہ اے امیر!

لے جن روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رستم بھی اس موقع پر دربار ایران (باقی اگلے صفحہ پر)

و دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی ہے۔ انشاء اللہ اب ہم ضرور سرزمینِ فارس پر  
 قابض ہوں گے۔



(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) میں موجود تھا۔ وہاں یہ بھی ہے کہ رستمِ علم نجوم میں مہارت  
 تھا۔ مسلمانوں نے سرزمینِ ایران کی مٹی خوشی خوشی اٹھالی تو اس نے اسے بدشگون پر محمول کیا اور مسلمان سفیروں  
 پیچھے آدمی دوڑا دیئے کہ یہ مٹی ان سے چھین لائیں۔ اس دوران میں اسلامی وفد گھوڑے دوڑاتا ہوا  
 دوڑکل گیا تھا۔ رستم کے آدمی ناکام واپس پھرے تو وہ بہت بددل ہوا اور برسوں بار بار یزدگرد کو  
 کی غلطی پر متنبہ کیا۔

# اشراجت

(۱)

## ایرانی لشکر کی نقل و حرکت

اسلامی سفارت کے مدائن سے جاتے ہی یزدگرد نے رستم کو حکم بھیجا کہ ساباط سے چل کر قادیسیہ پہنچو اور مسلمانوں کو پیس ڈالو۔  
 رستم نے ایک لاکھ اسی ہزار فوج اور تین سو جنگی ہاتھیوں کے ساتھ ساباط سے تازہ کی طرف کوچ کیا۔ اس لشکر کی ترتیب اس طرح تھی :-

حصہ	تعداد	نام افسر
مقدمتہ الجیش	(چالیس ہزار)	جالینوس
قلب لشکر	(ساتھ ہزار)	رستم
بیمینہ	(تیس ہزار)	ہرمزان
میسرہ	(تیس ہزار)	مہران بن بہرام
ساقہ	(پیس ہزار)	مورخین نے نام کی تصریح نہیں کی

لے مورخین میں رستم کی فوج کی تعداد کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ بعض نے اس لشکر کی

تعداد ایک لاکھ پیس ہزار اور بعض نے ایک لاکھ اسی ہزار لکھی ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو اس لشکر کی تعداد تین لاکھ کے لگ بھگ بتاتے ہیں۔ ہم نے بنظر احتیاط ایک لاکھ اسی ہزار والی روایت کو اپنایا ہے۔

یہ لشکر سیاط سے چل کر کوئی میں خیمہ زن ہوا کہتے ہیں کہ یہاں ایک مسلمان عرب  
 ایرانیوں کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔ جب وہ رستم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مسلمان  
 قیدی سے سوال کیا کہ تم لوگ ہمارے ملک میں کیا لیتے آئے ہو؟ قیدی نے جواب  
 دیا: "اللہ تعالیٰ نے ہم سے تمہارے ملک کا وعدہ کیا ہے۔ یہاں ہم اللہ تعالیٰ کا نام بلند  
 کرنے آئے ہیں، انشاء اللہ جلد ہی تمہارا ملک ہمارے قدموں کے نیچے ہو گا۔" رستم کو  
 اس کی بے باکانہ گفتگو پر سخت غصہ آیا اور اس نے بے گناہ قیدی کو قتل کر دیا۔  
 اس کے بعد رستم برس اور حیرت سے گزرتا ہوا نجف میں مقیم ہوا۔ راستے میں اس کے  
 لشکر نے خوب بد مستیاں کیں اور شراب کے نشہ میں دھت ہو کر عورتوں پر دست درازیاں  
 کیں۔ لوگ رستم کے پاس فریاد لے کر آئے تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا "مجھے عجم کی  
 خیر نظر نہیں آتی۔"

حضرت سعد رضی و دشمن کی نقل و حرکت پر پوری نظر رکھ رہے تھے۔ ایرانی لشکر نے  
 نجف میں پڑاؤ ڈالا تو انھوں نے طلیحہ اسدی اور عمرو بن معدیکربؓ کو چند مجاہدین کے  
 ساتھ دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ تھوڑی ہی دور گئے تھے  
 کہ ان کا سامنا ایرانی لشکر کے ہراول سے ہو گیا۔ عمرو بن معدیکربؓ اور دوسرے مجاہدین  
 واپس ہو گئے لیکن طلیحہ نے ان کے ساتھ واپس جانے سے انکار کر دیا۔ عمرو بن معدیکربؓ  
 کو ان کی نیت پر شبہ ہوا اور انھوں نے کہا "معلوم ہوتا ہے تیرے دل میں ابھی تک اسلام  
 مانع نہیں ہوا۔ عکاشہ بن محسنؓ کے قتل کے بعد تجھ سے فلاح کی امید نہیں۔"

۱۔ ابو محسن عکاشہ بن محسن الاسدی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔ ہجرت سے پہلے مشرف بہ اسلام  
 ہوئے۔ ہجرت کے بعد غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور مہابیت ثابت قدمی سے لڑے۔ اس کے بعد دوسرے  
 تمام مشہور غزوات نبویؐ میں داد و شجاعت دی۔ خلافت صدیقی میں جب فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا اور طلیحہ نے  
 نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔



لیکن طلیحہ رض اپنے ارادے پر قائم رہے۔ فی الحقیقت اس موقع پر عمر و رض کا شبہ صحیح نہیں تھا۔ طلیحہ رض اب سچے اور سچے مسلمان تھے۔ واپس نہ جانے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کوئی کارنامہ سرانجام دیں۔ چنانچہ رات ہوئی تو وہ ایرانی لشکر میں جا گھسے اور ایک انسر کا قیمتی گھوڑا کھول لیا اور اس کی رسی اپنے گھوڑے کی باگ سے باندھ کر چل پڑے۔ اسی اشارے میں گھوڑے کا مالک اور کچھ دوسرے لوگ جاگ پڑے اور طلیحہ رض کے پیچھے دوڑے۔ طلیحہ رض نے پلٹ کر دیکھا تو تین سواروں کو اپنے سر پر پایا۔ وہ مطلق ہر ماں نہ ہوئے اور اپنے تیز سے دو سواروں کا سینہ چھید ڈالا تیسرا سوار دہشت زدہ ہو گیا اور مان طلب کی طلیحہ رض نے اسے قیدی بنایا۔ اتنے میں ایرانی فوج کے کچھ لوگ بھی پہنچ گئے لیکن طلیحہ رض نے سب کو پیچھے دھکیل دیا اور ایرانی گھوڑے اور قیدی سمیت سپرھے حضرت سعد رض کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت سعد رض ان کے اس کارنامہ کا حال سن کر بہت مسرور ہوئے۔ قیدی نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت سعد رض کو بتایا کہ میری نظر سے آج تک ایسا بہادر شخص نہیں گزرا جن دو سواروں کو اس نے قتل کیا وہ ایران کے نامی جنگجو تھے اور ایک ایک ہزار سوار کے برابر مانے جاتے تھے۔ میں ان کا ابن عم ہوں اور مجھے بھی لوگ ایک ہزار سوار کے برابر مانتے ہیں۔ لیکن اس عرب کی شجاعت دیکھ کر موت میری آنکھوں کے سامنے گھوم گئی اور میں نے اس کا قیدی بننے ہی میں مصلحت سمجھی۔ سب سے بڑھ کر حیرت مجھے اس بات پر ہوئی کہ یہ شخص بے شمار دشمنوں سے نبرد آزما ہو گیا اور محض اپنی قوت بے دُعا میں بول۔ پر ان کے زرعے سے مال غنیمت سمیت بچ کر نکل آیا۔

حضرت سعد رض نے فرمایا تم بہادر مسلمان کو ایسا ہی باغ اور نڈر پاؤ گے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) بھی خالد بن ولید رض کے لشکر میں شریک تھے۔ ایک دن حضرت ثابت بن اقرم رض کے ساتھ طلیحہ کی خدمت انجام دے رہے تھے کہ مزدوں کی فون سے ایک دستے سے مذہب پڑ ہو گئی اس میں طلیحہ اور اس کا بھائی سلمہ بھی شامل تھے۔ ثابت رض اور عکاشہ رض نہایت ثابت قدمی سے راتے ہوئے طلیحہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ حضرت عمرو بن معدیکرب نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے (مہاجرین حصہ اول) ۱۰

اس قیدی کا اسلامی نام مسلم رکھا گیا۔ اس نے نہایت مفید معلومات حضرت سعدؓ کو  
 بہیم پہنچائیں اور شروع سے لے کر آخر تک تمام معرکوں میں مسلمانوں کے ساتھ رہا۔

(۲)

رستم اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے گفتگو سے مصالحت

رستم نجف سے چل کر قادیسیہ کے سامنے پہنچا اور عتیق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ فی الحقیقت  
 وہ ایک تجربہ کار جرنیل تھا اور مسلمانوں کی عسکری قوت اور بے پناہ جوش جہاد کا اسے بخوبی اندازہ  
 ہو گیا تھا اس لئے وہ جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ مدائن اور قادیسیہ کے درمیان صرف چند دن کا فاصلہ  
 تھا لیکن رستم نے نہایت سست رفتاری سے چلتے ہوئے قادیسیہ پہنچنے تک چھ مہینے  
 صرف کر دیئے۔ مورخین نے رستم کی سست رفتاری کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ ان میں  
 صحیح ترین یہ ہے کہ رستم اسلامی لشکر کو قلتِ رسید میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ  
 اس طرح مسلمان تنگ آکر خود ہی اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے اور لڑائی تک نوبت  
 نہیں پہنچے گی لیکن جب اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا اور دوسری طرف دربارِ ایران کی طرف  
 سے بہیم اصرار ہوا کہ فوراً مسلمانوں سے لڑائی سمجھو تو وہ مجبور ہو کر مسلمانوں کے سامنے آ گیا۔ تاہم  
 لڑائی کی طرح ڈالنے سے پہلے اس نے مناسب سمجھا کہ مسلمانوں سے صلح کی گفتگو کی جائے  
 شاید اسی ترکیب سے جنگ ٹلنے کی کوئی صورت نکل آئے چنانچہ اس نے حضرت سعد رضی اللہ  
 عنہ سے پیغام بھیجا کہ اپنا کوئی معتد میرے پاس صلح کی گفتگو کے لئے بھیجو حضرت سعد رضی اللہ  
 عنہ نے حضرت زبیر بن عامر کو اس کام پر مامور کیا۔

۱۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ زبیر بن عامر رضی اللہ عنہ کی سفارت سے پہلے رستم کی گفتگو زبیر بن عبداللہ بن قنادہ سے  
 ہوئی جو لشکرِ اسلام کے مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ زبیر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بحرین کے حاکم تھے۔ چند رسالت  
 میں اپنی قوم کے وکیل بن کر مدینہ منورہ آئے تھے اور رسول اکرم ص کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو  
 گئے تھے۔ رستم نے ان کے سامنے زنجبیل و خربص کے سبز بیال بچھائے اور ان سے کہا کہ تم (باقی اگلے صفحہ پر)

ربیع رضی اس شان سے سفیر بن کر چلے کہ معمولی کپڑے زیب بدن تھے۔ کمر میں پٹی کی جگہ  
 رسی بندھی ہوئی تھی۔ سر پر ایک معمولی صافہ رکھا ہوا تھا۔ اور تلوار میان کی بجائے چلتی تھروں  
 میں لپیٹی ہوئی تھی۔ دوسری طرف رستم نے نہایت اہتمام سے دربار سجایا۔ دُور دُور تک پیش بہا  
 قالیتوں کا فرش چھوایا۔ راستے کے دونوں طرف نہایت اعلیٰ وردیوں میں ملبوس فوج کے  
 دستے کھڑے کر دیئے اور خود امراء کے درمیان سونے کے تخت پر بیٹھا۔ ربیع رضی نہایت  
 بے پروائی سے رستم کے دربار میں داخل ہوئے اور اپنے نیزے کی آبی سے دیا و حریر کا  
 فرش مچھارتے ہوئے سیدھے رستم کے تخت کے قریب پہنچے۔ نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور  
 گھوڑے کی باگ ڈور ایک گاؤنکیہ سے باندھ کر فرش کا ایک کونہ اٹھا کر زمین پر بیٹھ گئے  
 ان کی شان استعناد دیکھ کر سارا دربار مہموت ہو گیا۔ درباریوں نے چاہا کہ دستور کے موافق  
 ربیع رضی سے ہتھیار رکھوائے جائیں لیکن انھوں نے ہتھیار رکھولنے سے انکار کر دیا اور کہا  
 کہ میں خود نہیں آیا، تمھاری دعوت پر آیا ہوں۔ اگر تمھیں میرے ساتھ اس حالت میں گفتگو  
 کرنا منظور نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

رستم نے اشارے سے درباریوں کو منع کر دیا کہ انھیں کچھ نہ کہو۔ اس کے بعد رستم  
 اور ربیع رضی کے درمیان ترجمان کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی۔ رستم نے پوچھا۔ "تم قالین  
 پر کیوں نہیں بیٹھے؟"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) نے عربوں پر بے شمار احسانات کئے ہیں اور کئی موقعوں پر ان کو قحط اور  
 قاتم کی مصیبتوں سے بچایا ہے اگر وہ ثرائی کے ارادہ سے باز آجائیں تو ہم انھیں کچھ دے دلا کر رخصت  
 کر دیں گے۔ زہرہ رضی نے جواب دیا کہ اب عربوں کی حالت بدل گئی ہے۔ انکی لشکر کشی کا مقصد لوٹ مار نہیں ہے  
 بلکہ وہ اپنے ملک کو تمھاری غلامی سے نجات دلانے اور تمھیں دعوتِ اسلام دینے آئے ہیں اگر تم دینِ حق قبول کرو تو  
 سارا جگڑا مٹ جائے گا اور وہ تمھارا ملک چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔ زہرہ رضی نے کچھ ایسے فصیح و بلیغ پیرائے  
 میں گفتگو کی کہ رستم کھسیا ہوا ہو گیا۔ اور اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ زہرہ رضی کے واپس جانے کے بعد اس نے اپنے  
 (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ہم تمہارے پر تکلف فرش پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے، ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا فرش زمین کافی ہے۔"

رستم نے سوال کیا "تم اس ملک میں کس مقصد کے لئے آئے ہو؟"

حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ہم کو اللہ تعالیٰ یہاں لایا ہے۔ ہم مخلوقِ خدا کو گمراہی سے نکال کر راہِ ہدایت پر لانا چاہتے ہیں۔ اگر تم لوگ دینِ حق کو قبول کرو گے یا جزیہ دینا منظور کرو گے تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے ورنہ ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔"

رستم نے کہا: "لیکن تمہاری تلوار کا میان تو بہت بوسیدہ ہے، تلوار بھی ایسی ہی ہوگی۔ لڑائی میں یہ کیا کام دیتی ہوگی؟"

ربیع رضی اللہ عنہ چمک کر بولے "اس کی کاٹ بہت تیز ہے ابھی آنا کر دیکھ لو۔"

ایراہیوں نے کچھ مضبوط ڈھالیں ان کے سامنے رکھیں۔ ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے۔

کچھ دیر اسی قسم کی نوک جھونک ہوتی رہی اس کے بعد رستم نے کہا کہ ہم تمہاری باتوں پر غور کریں گے اب تم جا سکتے ہو۔ ربیع رضی اللہ عنہ جس شانِ بے نیازی سے آئے تھے اسی طرح دربار سے رخصت ہو گئے۔

(۳)

### دوسری اسلامی سفارت

دوسرے دن رستم نے حضرت سعد بنے پھر ایلچی بھیجنے کی خواہش کا اظہار کیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اب کی بار حضرت حذیفہ بن محسن رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ بھی حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کی سی ہیئتِ کذابی کے ساتھ رستم کے دربار میں داخل ہوئے لیکن اس ثوق کے ساتھ کہ انھوں نے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) فوجی انسروں سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کا دماغ آسمان پر چڑھا ہوا ہے۔ تلوار کے بغیر یہ لوگ سیدھے نہیں ہوں گے۔ (تاریخ الکامل - جلد دوم)

گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے رستم سے گفتگو شروع کر دی۔ رستم نے پوچھا کہ آج کل والا سفیر کیوں نہیں آیا۔ حضرت حذیفہ رضی نے جواب دیا۔ "ہمارا سردار اسلام کے قانون مساوات پر عمل کرتا ہے۔ اور شخص کو مسلمانوں کی خدمت کا موقع دیتا ہے کل ربیعہ کی باری تھی آج میری ہے۔" رستم نے پوچھا۔ "تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو۔"

حضرت حذیفہ رضی نے وہی جواب دیا جو پہلے دن ربیعہ رضی نے دیا تھا۔ اب رستم نے پوچھا۔ "تم ہم کو کتنے دن کی مہلت دے سکتے ہو؟"

حضرت حذیفہ رضی نے فرمایا "زیادہ سے زیادہ تین دن کی جن میں سے ایک دن گزر چکا ہے" اس گفتگو کے بعد حضرت حذیفہ رضی اپنی نگاہ میں واپس آگئے۔

(۴)

### تیسری اسلامی سفارت

اگلے دن رستم نے پھر حضرت سعد رضی سے سفیر طلب کیا۔ انھوں نے اب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی کو اس خدمت پر مامور کیا۔ مغیرہ رضی بھی حضرت ربیعہ رضی اور حذیفہ رضی کی طرح شان بے نیازی کے ساتھ رستم کے دربار میں داخل ہوئے اور سیدھے رستم کے تخت پر اس کے

لے ابو عبد اللہ مغیرہ بن شعبہ رضی شہہ ہوئے دولت اسلام سے بہرہ یاب ہوئے۔ غزوہ بدر میں رسول اکرم ص کے ساتھ تھے اس کے بعد بھی کسی غزوات میں شریک ہوئے۔ عہد صدیقی میں پیامہ کے مرتدوں کی سرکوبی میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ عہد فاروقی میں عراق کے معرکوں میں جانبازی کے جوہر دکھائے اور در مرتبہ سفارت کی خدمت سرانجام دی اس کے بعد بصرہ اور کوفہ کے گورنر عہد مرتضوی میں وہ امیر معاویہ رضی کے کرم حامیوں میں تھے امیر معاویہ رضی نے اس کے ہمراہ ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اسی جگہ انھوں نے شہہ ہوئے۔ معاویہ رضی طاعون وقات پائی مغیرہ رضی غیر معمولی دل و دماغ کے مالک تھے اور ان کا شمار عرب کے مدبرین میں ہوتا تھا۔ لوگ عام طور پر انھیں "مغیرہ الرائے" کے نام سے پکارتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی کی سیاست اور طریق کار سے امتداد ہو سکتا ہے لیکن تاریخ اسلام میں ان کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے انکار کرنا ممکن نہیں۔

زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے۔ سارے دربار میں بچل مچل گئی اور چوہداروں نے آگے بڑھ کر ان کو تخت سے نیچے اتار دیا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ میں نے تو سنا تھا کہ اہل ایران بڑے مہذب اور ذی شعور ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ایک شخص کو خدا بنا کر تخت پر بٹھا دیتے ہیں اور پھر اسکی پرستش کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم عربوں میں یہ دستور نہیں ہے۔ تم نے خود مجھے یہاں مہمان بنا کر بلایا۔ اس لئے میرے ساتھ تمہارا یہ سلوک کسی طرح مناسب نہ تھا۔ اگر تمہارے یہی اعمال و اخلاق ہیں تو سمجھ لو کہ تمہارے آخری دن آگے ہیں۔

رستم حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر شرمندہ ہوا اور کہا کہ میں نے تمہیں اپنے پاس سے اٹھانے کے لئے حکم نہیں دیا تھا، یہ میرے ملازموں کی غلطی تھی۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم اپنی بوسیدہ تلوار اور ان ذرا سے تیروں کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کرو گے؟

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک میری تلوار بوسیدہ ہے لیکن اسکی دھارا تیزی پر مجھے پورا اعتماد ہے۔ رہے تیر تو سمجھ لو کہ شعلہ آتش خواہ چھوٹا سا ہو، پھر بھی آگ ہے اور اس کی خاصیت جلانا ہے۔

اس کے بعد رستم نے وہی گفتگو کی جو حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کی چکا تھا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے نہایت معقول اور برجستہ جواب دیئے اور تلوار کے قبضہ پر دیکھ کر کہا کہ اگر تم دین حق قبول نہیں کرتے تو جزیہ دینا قبول کرو ورنہ تلوار ہمارے ہتھارے درمیان فیصلہ کرے گی۔

رستم کا پیمانہ صبر اب لبریز ہو گیا اور اس نے غیظ و غضب کے عالم میں لگایا کہ: "آفتاب کی قسم اب ہرگز تم سے صلح نہ ہوگی بھل تم سب کو ہلاک کر دوں گا۔"

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "بہت اچھا جو اللہ چاہے گا۔" اس کے بعد وہ اپنے لشکر میں واپس آگئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو رستم کے عزائم سے مطلع کیا۔ انہوں نے اسی وقت مجاہدین

لہ رستم کے اصل الفاظ یہ تھے "عَدَاؤُنَا قَدِ قَلَّهَا" یعنی کل ہم ان کو کچل ڈالیں گے (ابن اثیر)

کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ دوسری طرف ایرانی لشکر بھی جنگ کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔ اب مصالحت کی تمام امیدوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور جنگ سے مفر کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ دونوں لشکروں کے درمیان دریا حائل تھا۔ رستم نے حضرت سعد رضی کو پیغام بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے آؤ گے یا ہم ادھر آئیں؟ حضرت سعد رضی نے کہلا بھیجا کہ تم ادھر آ جاؤ۔ دریا میں اس وقت پانی کم تھا۔ رستم نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اس پر ایک مضبوط پل بنا دو۔ چنانچہ راتوں رات پل بن کر تیار ہو گیا۔



۱۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مغیرہ رضی کی واپسی کے بعد حضرت سعد رضی نے تمام حجت کے لئے رستم کے پاس ایک اور سفارت بھیجی جو تین آدمیوں پر مشتمل تھی مسلمان سفراء نے نہایت نرمی اور ملاحظت سے رستم کو اسلام کی دعوت دی لیکن وہ اپنی بات پر اٹارنا اور یہ آخری سفارت بھی ناکام ہو گئی۔ اس سفارت کی واپسی پر حضرت سعد رضی نے لشکر اسلام کو کربندی کا حکم دے دیا۔

# جنگِ قادسیہ

(۱)

## ایرانیوں اور مسلمانوں کی صفِ آرائی

آخری اسلامی سفارت کی واپسی کے دوسرے دن رستم بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دریا سے پار اتر اقلب لشکر میں سونے کا جواہر نگار تخت اس کے لئے بچھایا گیا جس پر سنہری چتر سایہ کئے ہوئے تھا۔ ساری کی ساری فوج (جس کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی) لوہے میں ڈوبی ہوئی اپنے سردار کے اشارے کی منتظر تھی۔ جنگی ہاتھیوں کے قدموں کی دھمک سے زمین دہل رہی تھی۔ رستم نے منہایت ترتیب سے اپنی صفیں آراستہ کیں اور مناسب جگہوں پر ہاتھیوں کے پڑے جلئے۔ یزدگرد کا حکم تھا کہ اسے جنگ کے حالات سے ہر لحظہ باخبر رکھا جائے۔ رستم نے اس کا یوں اہتمام کیا کہ میدانِ جنگ سے لے کر دارالسلطنت مدائن تک محفوظے محفوظے فاصلے پر ہر کارے بٹھا دیئے۔ پہلا آدمی دوسرے کو خبر دیتا، دوسرا تیسرے کو اس طرح پیل پیل کی خبریں یزدگرد کو پہنچ جاتی تھیں۔

اس پر خروش لشکر کے مقابلے میں اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار سے کچھ اوپر تھی لیکن دینِ حق کے جانناز سپاہی دشمن کی کثرتِ تعداد اور ہزاروں سامان کو کب خاطر میں لاتے تھے۔ ہمدردی پر کفن لپیٹ کر اپنے سے کئی گنا لشکر کے مقابلے پر صفت آراہ ہو گئے لیکن خدا کا کرنا کہ عین اس نازک موقع پر امیر المجاہدین حضرت سعد بن ابی وقاص رضایک مرض کی وجہ سے لڑائی میں



شکرت کرنے سے معذور ہو گئے۔ یہ مرض کیا تھا؟۔ اس بارے میں مؤرخین کے بیانات میں  
خاصا اختلاف ہے تین مشہور روایات یہ ہیں:-

۱۔ حضرت سعد رضی عنہ عرق النساء میں مبتلا تھے۔ چلنا پھرنا تو کجا، حرکت کرنے سے بھی معذور تھے

۲۔ حضرت سعد رضی عنہ کی راتوں میں دہل کے پھوڑے نکلے ہوئے تھے اس لئے گھوڑے پر سوار

ہو نہیں ہو سکتے تھے اور پیدل چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔

۳۔ (بہت مدت پہلے) حضرت سعد رضی عنہ کو ایک جنگ میں گرنے زخم آئے تھے۔ گو یہ زخم

مزدمل ہو گئے تھے لیکن قادیسیہ میں خیمہ زن ہونے کے بعد کسی وجہ سے یہ زخم پھر سے

ہو گئے تھے۔ اور ان کی تکلیف کی وجہ سے وہ لڑائی میں حصہ لینے کے قابل نہ تھے۔

بہر صورت تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سعد رضی عنہ ایک ایسے مرض میں مبتلا

تھے کہ ان کے لئے عملی طور پر جنگ میں حصہ لینا ممکن نہ تھا۔ عام لوگوں کو حضرت سعد رضی عنہ کی بیماری

کا حال معلوم نہ تھا۔ اس لئے بعض مجاہدین کو غلط فہمی ہوئی کہ ان کے امیٹے جان بوجھ کر لڑائی

میں شامل ہونے سے گریز کیا ہے۔ بعد میں جب حضرت سعد رضی عنہ نے ان کو اپنی بیماری کا حال

بتایا اور اس کا ثبوت پیش کیا تو وہ لوگ اپنی بدگمانی پر نادم ہوئے۔ حضرت سعد رضی عنہ کی گزشتہ

تمام زندگی راہِ حق میں بے مثال استقامت، ایثار، کوشی اور سرفروشی کے کارناموں سے عبارت

تھی۔ ان جیسے نڈر اور شجاع شخص کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی باور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ

کسی موقع پر جان بوجھ کر جنگ سے پہلو ہتی کر سکتے تھے۔ جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینا تو ایک

مومن کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے اور فی الحقیقت حضرت سعد رضی عنہ بھی اپنے مسلمان

بھائیوں کے شانہ بشانہ کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے بے تاب

تھے لیکن عین موقع پر مذکورہ مرض نے انھیں بے بس کر دیا۔ اب ان کے لئے اس کے سوا

کوئی چارہ نہ تھا کہ میدانِ جنگ سے قریب کسی ایسی جگہ مقیم ہو جائیں جہاں سے لڑائی کا تمام

نقشہ ان کی نظروں کے سامنے ہو۔ اور وہ بالواسطہ اپنی فوجوں کو خود لڑا سکیں میدانِ جنگ کے

قریب زمانہ قدیم کا ایک قصہ تھا حضرت سعد اس کی دوسری منزل پر تکیہ کے سہارے اس طرح بیٹھ گئے کہ سارا میدان جنگ نظر کے سامنے تھا۔ اب انھوں نے حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: "خالد میری حالت تم دیکھ رہے ہو کہ بہت کل حرکت کر سکتا ہوں۔ دشمن سر پر اٹھنا چاہتا ہے اور لڑائی کو ٹالنا ممکن نہیں میدان جنگ میں میں تمہیں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ اللہ کا نام لے کر مجاہدین کی قیادت سنبھالو۔ وقفہ وقفہ کے بعد میں تمہیں مناسب احکام بھیجتا رہوں گا۔" اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فوج کے علمبرداروں کو پیغام بھیجا کہ میں بیماری کی وجہ سے لڑائی میں شرکت کرنے سے معذور ہوں۔ خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حکمت منجھارا امیر مقرر کیا ہے اس کے حکم کو میرا حکم سمجھو اور اس کی اطاعت کرو۔

حضرت سعد کا حکم مجاہدین کو ٹنایا گیا تو سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے قریب کی فوج کے سامنے ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس میں جہاد کے فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر تم نے ثابت قدمی دکھائی تو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے موعودہ انعام کے حقدار ہو جاؤ گے اور اگر تم نے پست ہمتی کا مظاہرہ کیا تو دنیا و آخرت دونوں کو برباد کر لو گے۔

حضرت سعد کی تقریر نے مسلمانوں کے دلوں میں شوق شہادت کے شعلے بھڑکا دیئے اور انھوں نے ہیک زبان ہو کر کہا کہ اے امیر انشاء اللہ آپ ہمیں میدان جہاد میں ثابت قدم پائیں گے۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فوج کے تجربہ کار اور اہل الرائے اصحاب کو بلایا اور انھیں ضروری ہدایات دے کر رخصت کیا۔ خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو احکام بھیجنے کے لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کاغذ کے پرزے پر ہدایات لکھتے اور اس کی گولی بنا کر بالا خانے سے نیچے خالد رضی اللہ عنہ کی طرف پھینک دیتے چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ شروع سے لے کر آخر تک حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق فوج کو لڑاتے رہے۔

اے علامہ شبلی رح "الفاروق" میں لکھتے ہیں: "مدن کے ابتدائی دور میں فن جنگ کا اس قدر ترقی کرنا تعجب کے قابل اور عرب کی تیز طبیعت اور یاقوت جنگ کی دلیل ہے۔"

## جنگ کا آغاز

اب دونوں فوجیں تیار ہو کر ایک دوسرے کے مقابل کھڑی تھیں، ایک طرف رستم اور دوسرے ایرانی اُمراء اپنے لشکر کا جذبہ قومی اُبھار رہے تھے تو دوسری طرف غرب کے مشہور شعراء و خطیب تمام لشکرِ اسلام میں پھیل گئے تھے اور اپنی رجز خوانی سے مجاہدین میں ہیجان بپا کر دیا تھا ان میں حضرت عمرو بن معدی کرب، ربیع بن عامر رضی، طلحہ بن خویلد اسدی رضی، عاصم بن عمرو رضی، ہذیل اسدی رضی، شمر بن ذی الجوشن رضی، عبدہ بن طیب رضی، قیس بن ہبیرہ رضی اور حطیثہ رضی پیش پیش تھے۔ انکی پُرانے تقریروں اور رجزیہ اشعار نے لشکرِ اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک آگ سی لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی قاریوں نے نہایت خوش الحانی سے "سورہ جہاد" یعنی سورہ انفال کی تلاوت شروع کر دی۔ کلامِ الہی کی تاثیر نے دلوں کو گرمادیا اور ہر مسلمان شوقِ شہادت سے بے تاب ہو گیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ جہاد میں حصہ لینے کے لئے بہت سے مجاہدین اپنے اہل و عیال سمیت فادسیہ آئے تھے۔ اس موقع پر مشہور صحابہ حضرت خنساء بنت عمرو بن الشریکہؓ بھی اپنے چار فرزندوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ وہ اگرچہ ضعیف العمر

۱۔ حضرت خنساء بنت عمرو بن الشریکہؓ جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ ان کا اصل نام تماضر تھا اور خنساء لقب تھا جو عربی زبان میں بہرنی کو کہتے ہیں۔ وہ بچہ ہی قبیہ قیس کے خاندان سلیم سے تھیں۔ ان کا پہلا نکاح رباحہ بن عبد العزیٰ سے ہوا۔ اس کی موت کے بعد مرداس بن ابو عامر کے عقد نکاح میں آئیں۔ ان کی پرورش بڑے اچھے ماحول میں ہوئی۔ شعر و سخن سے فطری لگاؤ تھا۔ عنفوانِ شباب میں ہی ان کی شاعری کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔ صحیح نامی ان کا ایک بھائی بڑا شجاع اور وجیہ نوجوان تھا۔ خنساء اس سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ ایک قبائلی جنگ میں صحیح شہید زخمی ہو گیا اور کسی ماہ صاحبِ فراس رہنے کے بعد فوت ہو گیا۔ اپنے محبوب بھائی کی موت پر خنساء رضی کی دنیا تاریک ہو گئی اور ان کے ذوقِ شعر و سخن نے مرثیوں کی صورت اختیار کر لی۔ انہوں نے صحیح کی موت پر ایسے دردناک مرثیے کہے کہ سارے عرب میں وہ "ارتی العرب" یعنی عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو (باقی لکھے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تھیں لیکن اعلانِ جہاد سن کر بے اختیار ہو گئیں اور اپنے فرزندوں کے ساتھ لشکرِ اسلام میں شامل ہوئیں۔ ٹرائی شروع ہونے سے پہلے انھوں نے اپنے فرزندوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

”میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذاتِ لایزال کی قسم جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل و رسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ۔ خوب سمجھ لو کہ جہاد سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا  
وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٥ (آل عمران ۲۰۷)

(یعنی اے مسلمانو صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو)۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) کے لقب سے مشہور ہو گئیں۔ ان کو عربی ادب پر کامل عبور حاصل تھا اور ان کے مرثیے اتنے پرتاثر ہوتے تھے کہ جو انھیں سنتا بے اختیار رو دیتا۔ زمانہ جاہلیت میں وہ عکاظ کے مشہور سالانہ میلے میں ضرور شرکت کیا کرتی تھیں۔ ان کے خیمے کے دروازے پر ایک جھنڈا نصب ہوتا تھا جس پر حلیِ صروف میں ”ارثی العرب“ کے الفاظ لکھے ہوتے تھے۔ اس خیمے کے گرد لوگوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا تھا جو خنساء رضیٰ کی زبان سے مرثیے سننے کا مشتاق ہوتا تھا۔ اس دور کے تمام مشہور شعراء و ادب کے میدان میں حضرت خنساء رضیٰ کی استادی کے معترف تھے۔ علمائے عرب کے نزدیک خنساء رضیٰ کے برابر عرب میں کوئی عورت شاعر پیدا نہیں ہوئی نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد۔

حضرت خنساء رضیٰ کے بڑھاپے کا آغاز تھا کہ آفتابِ اسلام نارائن کی چوٹیوں سے طلوع ہوا (باقی اگلے صفحہ پر)

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا شور خوب گرم ہو گیا اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو تم خاص آتش دان جنگ میں گھس پڑنا اور راہ حق میں دیوانہ وار تلوار چلانا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے۔ (اسد الغابہ جلد ۵۔ ابن اثیر)۔

چاروں نومتناہوں نے (جن کے نام عبداللہ، ابو شجر رض، زید رض، اور معاویہ رض تھے) ایک زبان ہو کر کہا۔

”اے مادرِ محترم! انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورے اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فطرت سلیم عطا کی تھی جو نہی ان کے کانوں میں دعوتِ حق کی بھنگ پڑی انہوں نے اس پر لبیک کہا اور اپنے قبیلے کے چند لوگوں کے ساتھ رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئیں۔ حضورؐ دیر تک ان کا فصیح و بلیغ کلام سنتے رہے اور ان کی تادراں کلامی پر حیرت کا اظہار فرماتے رہے۔ اس کے بعد وہ اپنے قبیلہ میں واپس جا کر تبلیغِ حق میں مشغول ہو گئیں اور بہت جلد اپنے قبیلہ کو بھی مشرف بہ اسلام کر لیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں وہ ان ثابت قدم لوگوں میں تھیں جن کے قدم فتنہ ارتداد کے خوفناک طوفان میں بھی نہ لٹکھڑائے۔ عہدِ فاروقی میں وہ قادیسیہ کی ہوناک جنگ میں اپنے فرزندوں کے ہمراہ شریک ہوئیں۔ ان کے فرزندوں کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں سو درہم سالانہ وظیفہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے نام منتقل کر دیا۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے ۲۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (سیر الصحابیات۔ ادب العرب زبیدا احمد)۔

لے طبری نے اس سے ملتا جلتا واقعہ ایک دوسری خاتون کے متعلق بیان کیا ہے۔ یہ بوڑھی خاتون قبیلہ نضج سے تھیں۔ انہوں نے اپنے چار فرزندوں کو میدانِ جنگ میں بھیجے وقت یہ الفاظ کہے: (باتی اکلے صفریہ)

حضرت خنساء رضی کی طرح میدانِ جہاد میں موجود دوسری مسلمان خواتین نے بھی اپنے بچوں، بھائیوں اور شوہروں کو اسی طرح رخصت کیا۔ حضرت سعد رضی نے دستور کے مطابق تین تکبیریں کہیں جن پر مجاہدین نے اپنی تلواں بے نیام کر لیں۔ اور نیزے دشمن کی طرف سیدھے کر لئے۔ چوتھی تکبیر پر لڑائی کا آغاز ہو گیا۔ سب سے پہلے ایرانی لشکر کی طرف سے ہرتر نامی ایک جنگجو شہزادہ میدان میں نکلا اور مبارزت طلب کی۔ اس کے مقابلے کے لئے مسلمانوں کی طرف سے حضرت غالب بن عبداللہ اسدی رضی رجز چڑھتے ہوئے نکلے اور دو چھڑیوں میں ہی ہرتر کو مغلوب کر لیا لیکن کسی خیال سے اسے قتل نہ کیا اور گم قمار کر کے اپنے لشکر میں لے آئے۔ اس کے بعد ایرانیوں کا ایک اور شہسوار میدان میں آیا۔ حضرت عاصم بن عمرو رضی اس کے مقابلے پر آئے۔ ایرانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) — ”پیارے فرزندو تم اسلام لائے اور اس پر ثابت قدم

رہے۔ تم نے ہجرت کی تو تم کو کسی نے ملامت نہ کی۔ تمہارا وطن تمہارے ناموافق

نہ تھا نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا۔ اس کے باوجود تم نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنے ساتھ

لا کر اہل فارس کے سامنے ڈال دیا ہے۔ خدا کی قسم تم ایک باپ کی اولاد ہو اور اسی

طرح ایک ماں کے بطن سے ہو۔ نہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ میں نے

تمہارے ماموں کو ذلیل کیا۔ جاؤ اور شروع سے اخیر تک لڑو۔“

بظاہر یہ دونوں واقعے ایک ہی معلوم ہوتے ہیں لیکن مولانا سید سلیمان ندوی رح کی رائے میں یہ دو مختلف

واقعے ہیں۔ وہ اپنے مضمون ”خواتین اسلام کی بہادری“ میں لکھتے ہیں :-

”یہ دونوں واقعے موقع جنگ، تعداد اولاد اور بعض الفاظ کے اتحاد سے ایک ہی معلوم ہوتے ہیں۔

لیکن بعض اختلافات بھی ایسے ہیں جو ایک واقعہ نہیں ہونے دیتے پہلی عورت قبیلہ نخع کی ہے خنساء رضی قبیلہ سلیم

کی ہے پہلی عورت کی مختصر اور سادہ تقریر ہے، دوسری عورت کی تقریر طویل، فصاحت اور جوش سے لبریز ہے جو خنساء

کے شایان شان ہے۔ طبری نے پہلی عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اسکے بیٹے مالِ عنیت لے کر صحیح و سالم واپس آگئے

ابن اثیر نے دوسری عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اسکے بیٹے شہید ہوئے اور ان کی تنخواہ حضرت عمر رضی ان کی ماں کو

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

شہسوار بہت جلد جی ہار بیٹھا اور تابِ مقاومت نہ لاتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ اب ایک اور ایرانی جنگجو لڑکارتا ہوا میدان میں آیا۔ حضرت عمرو بن معدی کرباب اس کے مقابل ہوئے ایرانی شہسوار بڑا ماہر تیر انداز تھا۔ اس نے تاک کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پر تیر چلایا لیکن وہ بال بال بچ گئے اور برق رفتاری سے ایرانی کے سر پر جا پہنچے۔ ایرانی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کی کمر بندیں ہاتھ ڈال کر زمین پر دے مارا اور پھر اس کا سر کاٹ کر ایرانی لشکر کی طرف پھینک دیا۔ لشکر اسلام سے نعرہ ہٹے تحسین بلند ہوئے۔ اب جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے گٹھ گٹھ گئے۔

(۳)

### پیام الارماٹ

ایرانیوں نے سب سے پہلے جنگی ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف دھکیلا۔ ہاتھیوں کی بلغار کو قبیلہ بجیلہ کے جانبازوں نے روکا۔ بہت سے بجیلی مجاہدین ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے مسنے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بنی اسد کو بجیلہ کی مدد کے لئے پہنچنے کا حکم دیا۔ بنی اسد مردانہ وار ہاتھیوں کی طرف بڑھے لیکن وحشی ہاتھیوں نے انھیں بھی پیچھے دھکیل دیا۔ اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی تمیم کو جو نیزہ بازی اور تیر اندازی میں بے پناہ مہارت رکھتے تھے، پیغام بھیجا کہ اے بنی تمیم! آج تمھارے کمال فن کا مظاہرہ ہے۔ آگے بڑھ کر اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچو۔ بنی تمیم نے تجبیر کا نعرہ لگا کر اس جوش سے حملہ کیا کہ ہاتھیوں کے منہ پھیر دیئے اور ان کے سواروں کو اپنے نیزوں اور تیروں سے نیچے گرا دیا۔ اب دونوں قوتوں میں دست بدست اس گھمسان کی جنگ ہوئی کہ الامان الحفیظ۔ اس وقت حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹے گھوڑوں کی باگیں اٹھائے رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں کود پڑے۔

بقیہ جانشینہ صفحہ گزشتہ سے آگے دیا کرتے تھے، واللہ اعلم۔ اپنے مضمون میں سید سلیمان نے قبیلہ نضج کی خاتون کا ذکر پہلے کیا ہے اور حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا بعد میں۔ اسی لئے انھوں نے قبیلہ نضج کی خاتون کو پہلی اور خنساء رضی اللہ عنہا کو دوسری عورت لکھا ہے۔

اور نہایت بے جگرگی سے لڑتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے انہی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا:۔

”خدا کا شکر ہے کہ میرے فرزندوں نے میدان جنگ سے پیٹھ نہیں موڑی،

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کا شرف مجھے بخشا۔ اس ذاتِ رحیم سے امید ہے

کہ اپنی رحمت کے سائے میں وہ میرے بچوں کے ساتھ مجھے بھی جگہ دے گا۔“

صبح سے شام تک ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نظارہ دیکھ کر

بہت بے چین ہو رہے تھے اور بار بار پہلو بدلتے تھے۔ ان کی نوبت پتا ہوئی سلمیٰ کو بھی حضرت

سعد رضی اللہ عنہ کی تکلیف کا پورا اندازہ نہ تھا اور وہ لڑائی میں ان کے شرکت نہ کرنے کی وجہ سے کچھ

رنجیدہ سی تھیں انہوں نے حضرت سعد کو بار بار کر وٹیں بدلتے دیکھا تو طنزاً کہا کہ افسوس

آج مثنیٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر نہ ہوئے۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سلمیٰ کی بات پر سخت غصہ آیا اور انہوں نے ان کے منہ پر طمانچہ

مار کر کہا۔ ”مثنیٰ رضی اللہ عنہا تو وہ اس سے بڑھ کر کیا کر لیتے جو بنی اسد اور بنی تمیم کے جانباز

کر رہے ہیں۔“

سلمیٰ نے جذبات سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”اللہ اللہ یہ بزدلی اور اس کے ساتھ

یہ غیرت۔“

حضرت سعد سمجھ گئے کہ سلمیٰ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ انہوں نے ان کو اپنی تکلیف سے

پوری طرح آگاہ کیا اور فرمایا کہ ”اگر تم بھی مجھے معذور نہ سمجھو گی تو دوسرے مسلمان تو لا محالہ مجھے

بھگور اسی سمجھیں گے۔“

سلمیٰ اب مطمئن ہو گئیں اور دونوں میاں بیوی مسلمانوں کی سلامتی کے لئے خدا سے

کے حضور دستِ بدعا ہو گئے۔ رات کی تاریکی جب گہری ہو گئی تو دونوں لشکرِ رضی اللہ عنہما

چوڑا ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ قادیسیہ کی جنگ کا یہ پہلا دن ”یوم الارماث“ کہلاتا ہے۔



اس دن پانچ اور چھ سو کے درمیان مسلمان شہید ہوئے اور ہزار ہا ایرانی ہلاک ہوئے۔ چوں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے، اس لئے بعض مسلمانوں کو انکی طرف سے بدگمانی تھی۔ یہاں تک کہ ایک شاعر نے یہ شعر موزوں کر کے پڑھے۔

نُقَاتِلْ حَتَّىٰ أَنْزَلَ اللَّهُ تَصْرًا  
مگر سعد قادیسیہ کے دروازے پر پناہ گزین ہیں  
وَأَبْنَا وَقَدْ آمَتْ تَسَاءَ كَثِيرًا  
لیکن سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہ ہوئی  
ہم واپس ہوئے تو اس حالت میں تھے کہ ہماری بہت سی  
عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں

بدگمان مسلمان ان شعروں کو بار بار پڑھتے تھے یہاں تک کہ تمام فوج میں ان کا چرچا ہونے لگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں اطلاع ملی تو انھیں بہت دکھ ہوا۔ چنانچہ انھوں نے تمام فوج کو جمع کیا اور ان کو اپنے زخم (یا آبیے) دکھائے۔ اس کے ساتھ ہی بدگمانی کرنے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم لوگ دشمن کے مقابلہ پر نہ ہوتے تو سخت سزا کے مستحق تھے (کیونکہ ایسے نازک موقع پر اپنے امیر کے خلاف محاذ بنانا دشمن کے ہاتھ مضبوط کرنے کے مترادف ہے) اگر کسی نے آئندہ ایسی حرکت سے فوج میں بددلی پھیلانے کی کوشش کی تو میں اس کا سخت محاسبہ کروں گا۔

غلط فہمی کے شکار مسلمانوں نے جب اپنی آنکھوں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تکلیف کا حال دیکھا تو اپنی بدگمانی پر نادم ہوئے اور ان کی اطاعت کا عہد کیا۔

۱۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ واقعہ قادیسیہ کی جنگ ختم ہونے کے بعد پیش آیا لیکن اکثر روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارباب کے دن ہی بعض حلقوں میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ جب مسلمان میدان جنگ سے واپس ہوئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اپنی معذوری ثابت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان اشعار کی اطلاع ملی (باقی اگلے صفحہ پر)

## یومُ الاغوات

دوسرے دن حضرت سعد رضی نے علی الصبح شہداء کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اس کے بعد دونوں فوجیں پھر ایک دوسرے کے مقابلے پر صفت آراء ہو گئیں طبل جنگ پر چوٹ پڑی ہی تھی کہ شام کی امدادی فوج کا مقدمہ الجیش حضرت قعقاع بن عمرو رضی کے زیرِ کمان آ پہنچا۔ یہ امدادی فوج حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی نے شام سے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی کی ہدایت کے مطابق روانہ کی تھی۔ قعقاع رضی کے ساتھ ایک ہزار آزمودہ کار جنگجو تھے۔ باقی امدادی فوج جو پانچ ہزار جوانوں پر مشتمل تھی، پیچھے آ رہی تھی۔ اس کے سپہ سالار حضرت ہاشم رضی بن عتبہ تھے جو حضرت سعد رضی کے حقیقی بھتیجے تھے۔ مسلمانوں کو ملک پہنچ جانے سے بڑی تقویت ملی۔ قعقاع رضی نامی بہادر تھے اور ایک ہزار سواروں کے برابر مانے جاتے تھے۔ وہ اگرچہ بڑے طویل سفر کے بعد قادیسیہ پہنچے تھے لیکن ایک لمحہ دم لئے بغیر انھوں نے آتے ہی ایرانیوں کو مقابلے کے لئے لکارا۔ ایرانیوں کا نامی امیر مہمن جادویہ جس کے ہاتھوں مسلمانوں کو معرکہ جسر میں ہزیمت اٹھانی پڑی تھی، حضرت قعقاع رضی کے مقابلہ پر آیا۔ قعقاع رضی نے تلوار کے ایک ہی وار سے اسے خاک و خون میں لوٹا دیا۔ اس کے بعد چند اور ایرانی جنگجو میدان میں نکلے اور مقتول ہوئے۔ اب عام لڑائی شروع ہوئی۔ آج ایرانیوں کے ساتھ ہاتھیوں کی تعداد کم تھی تاہم وہ مسلمانوں کے لئے مصیبت کا باعث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) تو ان کو اس بے جا سوئے ظنی پر بڑا دکھ ہوا۔ اور انھوں نے بارگاہِ الہی میں التجا کی اللہم ان کان هذا کاذبا وقال الذی قالہ ریاء وسمعة فاقطع عنی لسانہ (الہی اگر اس شاعر نے غلط کہا ہے اور محض اپنا نام مشہور کرنے کے لئے کہا ہے تو اس کی زبان بند کر دے) حضرت سعد رضی کی دعا قبول ہوئی۔ یہ شعر کہنے والے صاحب ایک صف میں کھڑے تھے کہ دشمن کا ایک تیران کے منہ میں آکر لگا جس سے ان کی زبان بند ہو گئی اور وہ شہید ہو گئے (اشاعت اسلام) محمد مجیب الرحمن

بنے ہوئے تھے۔ ان کے تدارک کے لئے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اونٹوں پر بڑی بڑی جھولیاں ڈال کر انھیں بھی ہاتھیوں کی طرح ہیب بنا دیا۔ ایرانیوں کے گھوڑے انھیں دیکھ دیکھ کر بدکتے اور مسلمان ان کے سواروں کو اپنے نیزوں پر رکھ لیتے۔ رستم نے اب پیدل فوجوں کو سواروں کی مدد کے لئے آگے بڑھایا۔ یہ فوجیں آندھی اور طوفان کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہوئیں۔ مسلمانوں نے بڑی ہمت سے اس طوفانی حملہ کو روکا۔ اس زور کارن پرا کہ زمین کانپ اٹھی۔ دوسری طرف مدائن سے ایرانی فوجوں کو برابر ملک پہنچ رہی تھی۔ عین اس موقع پر حضرت ہاشم بن عتبہ بھی اپنی فوج کے ساتھ میدان کارزار کے قریب آ پہنچے۔ انھوں نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق اس فوج کے کسی دستے بنا دیئے۔ یہ ہنگامہ کارزار میں ہر ایک دستہ مٹھوڑے مٹھوڑے وقفے کے بعد نعرہ تکبیر لگاتا ہوا داخل ہوتا، جس سے مسلمانوں کی ہمت بلند ہوتی اور ایرانیوں پر ہر اس طاری ہو جاتا۔ لیکن ان کا ٹڈی دل کسی طرح کم ہونے میں نہ آتا تھا۔ اس وقت قبیلہ بنو ثقیف کے نامور بہادر ابو محجن رضی اللہ عنہ شراب نوشی کے جرم میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ

لے بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ امدادی فوج کے ساتھ تیسرے دن قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے۔ (عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ محمد حسین بیگل)۔ علامہ شبلی کا بیان ہے کہ جنگ قادسیہ کے تیسرے دن شام سے جو امدادی فوج پہنچی وہ صرف سات سو جوانوں پر مشتمل تھی اور اس کی قیادت ہشام رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ (الفاروق)۔

۲ ابو محجن عمرو بن حنیب ثقفی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ص کے صحابی تھے۔ وہ زمانہ جاہلیت ہی سے عرب کے نامور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۰ھ میں مشرت بہ اسلام ہوئے۔ بد قسمتی سے وہ شراب نوشی کی علت بد میں مبتلا ہو گئے تھے۔ عہد فاروقی میں ان پر سات یا آٹھ مرتبہ شراب نوشی کے جرم میں حد جاری کی گئی لیکن یہ عادت ان سے کسی طرح چھوٹنے نہ پاتی تھی بلکہ ان کی طبیعت میں اور راسخ ہوتی جاتی تھی گویا نہ

نارا گرفتہ یار سوئے دارمی برد " ساقی بیارمے کہ دم گیر و دارماست

والا معاملہ تھا۔ بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں گرفتار کر کے ایک جزیرہ میں نظر بند کر دیا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کی اقامت گاہ کے قریب پابستہ ایک کوٹھڑی میں مقید تھے۔ وہ قید خانے کے سوراخوں سے لڑائی کا تماشا دیکھ کر سخت بے قرار ہو رہے تھے۔ جوش شجاعت میں اپنے ہونٹ دانٹوں میں دباتے تھے۔ اور راتوں پر ہاتھ مارتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زوجہ سلمیٰ قریب ہی تھیں۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ ان سے التجا کی کہ اس وقت مجھے چھوڑ دو۔ شہید ہو گیا تو بہتر ورنہ خود ہی آکر بیڑیاں پہن لوں گا۔ سلمیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے غتاب کے ڈر سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو محجن رضی اللہ عنہ بہت مایوس ہوئے اور ان کی زبان پر بے اختیار یہ دردناک اشعار جاری ہو گئے

کفی حزناً ان تردی الخیل بالقنأ

اور میں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں

مصاریح دونی تصم المنادیا

اور دروازے اس طرح بند کر دیئے جاتے ہیں کہ

پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔

فقد ترکونی واحداً کلاً اخیالیا

لیکن انہوں نے مجھے الگ چھوڑ دیا ہے اور سب میرے حال سے غافل ہیں۔

لئن فرجت ان لانا ورا الحوانیا

اگر مے خانوں کے دروازے (اب) مجھ پر وا کر دیئے

جائیں تو بھی میں ان کی طرف نہیں جاؤں گا۔

وللہ عهدٌ لا اخیس بعہدہ

میں نے اپنے اللہ سے عہد کیا ہے اور میں اس

عہد کو نہیں توڑوں گا کہ

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) یا بروایت دیگر انھیں دو آدمیوں کی نگرانی میں کسی جزیرہ کی طرف روانہ کیا

لیکن وہ راستے ہی میں موقع پا کر فرار ہو گئے) حضرت ابو محجن رضی اللہ عنہ عراق کی جنگ کا حال سنا تو ان کی رگ شجاعت

پھٹک اٹھی اور (قید خانے سے فرار ہو کر) سیدھے قادسیہ جا پہنچے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے قادسیہ پہنچنے

کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ ابو محجن کو پاب زنجیر کر کے قید کر دو۔ اس کے (باقی اگلے صفحہ پر)

سلمیٰ رضوان اشعار سے بہت متاثر ہوئیں اور انھوں نے ابو محجن رضاکو رہا کر دیا۔ اب انھوں

نے سلمیٰ رضی سے درخواست کی کہ تم نے اتنا کیا ہے تو اب مجھے جنگ کا سامان اور ایک گھوڑا

بھی دے دو۔ سلمیٰ رضی نے حضرت سعد رضی کا اہلن گھوڑا اور ان کے ہتھیار ابو محجن رضی کے حوالے کر

دیئے۔ ابو محجن رضی حضرت سعد رضی کے گھوڑے پر سوار ہو کر منہ سر لپیٹے تیر کی طرح میدان جنگ

میں پہنچے اور اس جوش اور وارفتگی سے لڑے کہ اپنے بگائے سمی عیش عیش کراٹھے۔ وہ دشمنوں

کو گاہر مولیٰ کی طرح کٹتے ہوئے کبھی میدان جنگ کے اس کنارے پر ہوتے اور کبھی دوسرے

کنارے پر۔ جس طرف رخ کرتے صفوں کی صفیں الٹ دیتے اور کشتوں کے پشتے لگا دیتے

مسلمان حیران تھے کہ معلوم نہیں یہ کون شخص ہے؟ غالباً خدا نے مسلمانوں کی مدد کے لئے

کوئی فرشتہ نازل کیا ہے۔ حضرت سعد رضی اپنی اقامت گاہ سے میدان جنگ کا معاشرہ کر

رہے تھے حضرت ابو محجن رضی کے بہادرانہ کارنامے دیکھ کر متحیر تھے کہ لڑنے کا انداز تو ابو محجن رضی کا

ہے لیکن وہ تو اس وقت قید ہے۔ شام تک میدان رزم گرم رہا۔ جب ظلمت شب

اپنے سائے چاروں طرف پھیلانے لگی تو دونوں فوجیں اپنی قیام گاہوں کو لوٹیں۔ اس دن

دس ہزار ایرانی مقتول ہوئے اور دو ہزار مسلمانوں نے جام شہادت پیا۔ جنگ قادسیہ کا

دوسرا دن "یوم الاعوات" کہلاتا ہے۔ حضرت ابو محجن رضی نے لڑائی ختم ہونے پر اپنی بیڑیاں

خود ہی اکریں لیں۔ حضرت سعد رضی بالاخانے سے نیچے اترے تو سلمیٰ نے ان سے دریافت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے لگے) ساتھ ہی ان کے جرم اور نزاری کی ساری کیفیت لکھ بھیجی۔ حضرت عمر رضی نے

حکم کی حضرت سعد رضی نے تعمیل کی۔ تاہم حضرت ابو محجن رضی کسی نہ کسی طرح لڑائی میں شریک ہوئے اور اس

کے بعد ہمیشہ کے لئے شراب نوشی سے توبہ کر لی۔ حضرت ابو محجن رضی نے آذربائیجان میں وفات پائی۔ مورخین

نے سال وفات کی تصریح نہیں کی۔ حضرت ابو محجن رضی کو شعرو سخن سے فطری لگاؤ تھا۔ جنگ قادسیہ کے

موقع پر جو شعروہ قیر خانے میں پڑھتے تھے وہ ان کے طبع مزاج بیان کئے جاتے ہیں۔

(سیر الصحابہ جلد ہفتم بحوالہ استیعاب و اسد الغابہ)

کیا کہ میدان جنگ کی کیا خبریں ہیں؟ حضرت سعد رضی نے فرمایا:-

لَقِينَا لَقِينَا حَتَّى بَعَثَ اللَّهُ رَجُلًا عَلَيَّ فَرَسٌ أَبْلَقُ لَوْ كَلَّ إِنِّي تَرَكْتُ

أَبَا حَجْنٍ فِي الْقَيْودِ لَطَنْتُ إِنَّمَا بَعْضُ شَمَائِلِ أَبِي حَجْنٍ (الاستيعاب)

یعنی ہم دشمنوں سے لڑتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ابلق گھوڑے پر کسی آدمی کو

بھیج دیا جس نے دشمنوں کا منہ پھیر دیا، اگر میں نے ابو حجن کو قید میں نہ ڈالا ہوتا تو میرا

میں ہی گمان تھا کہ اس شخص کے انداز ابو حجن کے سے تھے۔

سلمان نے کہا "اے امیر یہ ابو حجن ہی تھے۔" حضرت سعد رضی نے متعجب ہو کر پوچھا۔

"یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟" سلمیٰ نے انھیں سارا واقعہ بلا کم و کاست سنا دیا۔ حضرت سعد رضی

بے حد متاثر ہوئے اور چشم پر آب ہو کر فرمایا۔ "خدا کی قسم! میں ایسے مجاہد کو قید میں نہیں رکھ سکتا"

یہ فرما کر فوراً حضرت ابو حجن کو رہا کر دیا۔ ابو حجن بھی مرد مومن تھے، رہا ہو کر انھوں نے

حضرت سعد رضی سے کہا۔ "اے امیر حد کا خون مجھے شراب نوشی سے باز نہ رکھ سکا لیکن آج

میں خدا کے خون سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔"

(۵)

یوم العماس اور لیلۃ الہریر

تیسرے دن علی الصبح پھر دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گپٹیں حضرت سعد رضی نے

اے "صاحب کفایہ شعبیہ" اور صاحب نصاب الاحتمساب نے حضرت ابو حجن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے

لکھا ہے کہ اس وقت عساکر اسلامی کے امیر حضرت خالد بن ولید تھے لیکن ان دونوں بزرگوں کو تسامح ہوا ہے۔ دوسرے

تمام ارباب تاریخ و سیر متفق ہیں کہ قادیسیہ کی جنگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی کی قیادت میں لڑی گئی حضرت

خالد بن ولید رضی اس جنگ سے بہت پہلے شام چلے گئے تھے اور جنگ قادیسیہ کے دنوں میں شام میں رویوں

سے نبرد آزما تھے۔ اسی طرح بلا ذری کا بیان ہے کہ حضرت ابو حجن رضی کو حضرت سعد رضی کی ام ولد زہراء نے قید خانے

سے نکالا تھا لیکن دوسرے مؤرخین کی اکثریت نے اس سلسلہ میں سلمیٰ کا نام لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ آج لڑائی کا فیصلہ ہو کر رہے گا۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کچھ فوج کو میدان جنگ سے دور بھیج دیا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ جب لڑائی کا شور گرم ہو جائے تو اس فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے تکبیر کے نعرے لگاتے میدان جنگ میں داخل ہوں اس سے دشمن سمجھے گا کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ رہی ہے اور اس طرح وہ سر اسیمہ ہو جائے گا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر نہایت خوش تدریسی سے عمل کیا۔ لڑائی کا فیصلہ شام سے پہلے ہی ہو جاتا لیکن یوم الاربث کی طرح آج بھی ایرانیوں کے ہاتھیوں نے بڑی تباہی مچائی اور مسلمانوں کو فیصلہ کن ضرب لگانے سے باز رکھا۔ دو کوہ پیکر ہاتھی ایک سفید اور ایک چتکبر، سب ہاتھیوں کے سردار تھے اور بڑی آفت ڈھا رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کچھ نو مسلم پارسیوں کو بلا کر پوچھا کہ ان ہاتھیوں سے کیسے نبٹا جائے؟ انہوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں اور سونڈ بے کار ہو جائیں تو بھاگ کھڑے ہوں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عاصم رضی اللہ عنہ اور قعقاع رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ تم سفید ہاتھی کو زرخے میں لے کر اس کی آنکھیں اور سونڈ بے کار کر دو۔ ایسا ہی پیغام انہوں نے چتکبر کے ہاتھی کے بارے میں بنو اسد کے جان بازوں جمال اور ربیل کو بھیجا۔ عاصم رضی اللہ عنہ اور قعقاع رضی اللہ عنہ نے کچھ مجاہدین کو ساتھ لے کر سفید ہاتھی پر حملہ کیا۔ یہ ہاتھی سدھایا ہوا تھا۔ جو مجاہد اس کی طرف بڑھتا اسے اپنی سونڈ میں لپیٹ کر یا پوں کے نیچے مسل کر شہید کر دیتا۔ یکے بعد دیگرے کئی مجاہدوں نے جام شہادت پیا۔ آخر قعقاع رضی اللہ عنہ اور عاصم رضی اللہ عنہ اس ہاتھی کی طرف بڑھے اور نہایت پھرتی اور شجاعت سے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی اور آنکھیں بے کار کر دیں۔ دوسری طرف چتکبر کے ہاتھی کا بھی جمال اور ربیل کے ہاتھوں میں حشر ہوا۔ دونوں ہاتھی درد کی شدت سے چنگھاڑیں مارتے ہوئے بھاگے تو دوسرے ہاتھی بھی ان کے پیچھے ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کی مصیبت سے مسلمانوں کو نجات دی۔ اب شام ہو چکی تھی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ لڑائی کا فیصلہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا اور فرمایا کہ جب میں تیسرا نفر بلند کروں تو عام حملہ کر دینا حضرت

فتقاعِ رضا ہا سبھیوں کو بھگا کر جوشِ شجاعت میں سرشار تھے۔ ابھی حضرت سعدؓ نے پہلا ہی نعرہ بلند کیا تھا کہ وہ بے تاب ہو کر غنیم پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت سعدؓ نے ان کا جوشِ شجاعت دیکھ کر فرمایا:۔ "اے اللہ تو فتقاعِ رضا کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا۔"

فتقاعِ رضا کے بعد دوسرے قبائل بھی صبر نہ کر سکے اور انہوں نے فتقاعِ رضا کی تقلید میں ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ جو مہنی کوئی قبیلہ آگے بڑھتا، سعدؓ اس کی فتح و نصرت کی دعا مانگتے۔ اسی رات تک خونِ ریز جنگ ہوتی رہی اور میدانِ جہادِ غازیوں کے نعرہ ہائے جہاد سے گونجتا رہا لیکن لڑائی نے کوئی فیصلہ کن صورت اختیار نہ کی۔ آخر فتقاعِ رضا نے اپنے قبیلے کو لکارا کہ ایرانیوں کے قلبِ لشکر پر ایک جان توڑ حملہ کرو اور ان کے سپہ سالار کو گرفتار کر لو۔ مسلمانوں نے فتقاعِ رضا کی آواز سن کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور وہ بدحواس ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے۔ مسلمان لڑتے لڑتے رستم کے تخت تک پہنچ گئے۔ اب وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے حفاظتی دستے کو سامنے لے کر جی توڑ کر لڑا لیکن فریٹیاں توحید کے سامنے کچھ پیش نہ چلی۔ فتقاعِ رضا، عاصم رضا، عمرو بن معدیکرب، قیس بن اشعث اور ان کے ساتھی مجاہدین نے رستم کے آہن پوش حفاظتی دستے کے پرچے اڑا دیئے۔ رستم شدید زخمی ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ہلال بن علقمہ رضا نامی ایک مجاہد نے تعاقب کیا۔ رستم نے مہر میں پھیلانگ لگا دی۔ ہلالؓ نے ٹانگ سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا اور سر کاٹ کر لاشِ خچروں کے پاؤں میں ڈال دی اس کے بعد وہ رستم کے تخت پر چڑھ گئے اور زور سے پکارے:۔

"میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔"

لے فردوسی نے شاہنامہ میں حضرت سعدؓ کو رستم کا قاتل بتایا ہے حالانکہ حضرت سعدؓ سے لڑائی میں شریک ہی نہیں تھے۔ اس بارے میں علامہ شبلی رح الفاروق میں یوں رقمطراز ہیں:۔ "انسوس ہے کہ اس واقعہ کو ہمارے ملک الشعراء نے قومی جوش کے اثر سے بالکل غلط لکھا ہے۔"

برآمد خردوشے بگردار دعد  
ز بیکوشے رستم ز بیکوشے سعدؓ  
چوں دیدار رستم بچوں تیرہ گشت  
جواں مرد تازی برد چیرہ گشت



اس آواز کے سننے ہی ایرانیوں کے ہوش و حواس بالکل جاتے رہے اور وہ بھڑکے پکڑیوں کی طرح ذبح ہو گئے۔ جس رات کو یہ خونین معرکہ سر ہوا اسے "لیلۃ الہریر" کہتے ہیں۔ اس سے پہلا (یعنی جنگ کا تیسرا دن) "یوم العماس" کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں تیس ہزار ایرانی ہلاک ہوئے اور انھیں ایسی عبرت ناک شکست ہوئی کہ تخت کسریٰ کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایرانیوں کا قومی پرچم "درفش کاویانی" بھی اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ دوسرے مالِ غنیمت کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ مسلمان شہداء کی مجموعی تعداد آٹھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔

(۶)

### دربارِ خلافت سے خط و کتابت

لڑائی ختم ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ فتح کی اطلاع دی۔ امیر المؤمنین بڑی بے چینی سے لڑائی کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے۔ فتح کی خبر ملی تو سجدہ شکر بجلائے اور لوگوں کو مسجد نبویؐ میں جمع کر کے یہ خوش خبری سنائی اور اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ میں بادشاہ ہوں بلکہ تمہارا خادم ہوں۔ البتہ خلافت کی جو ذمہ داری میرے کندھوں پر ہے۔ اسے میں اگر اس طرح سر انجام دوں کہ تم لوگ امن اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر سکو تو یہ میری خوش قسمتی ہے اور اگر نہیں یہ چاہوں کہ تم لوگ میرے سامنے حاضر می دیا کرو تو یہ میری حرام نصیبی ہوگی۔ میں تم کو محض قول سے نہیں بلکہ عمل سے تعلیم دینا چاہتا ہوں۔"

مسلمان قادیسیہ کی فتح کا حال سن کر نہایت مسرور اور شادماں ہوئے۔ ادھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا حساب لگایا تو اس کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ تمام مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دو حتیٰ کہ خمس بھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہر سوار کو چھ ہزار اور ہر پیادہ کو دو ہزار دیئے۔ جن لوگوں نے لڑائی میں غیر معمولی شجاعت و بسالت کا مظاہرہ کیا تھا ان کو عام حصے سے علاوہ پانچ پانچ سو زائد دیئے۔ اسی طرح حفاظ قرآن کو زائد رقم دی گئی یہاں تک

کہ جو لوگ کسی وجہ سے لڑائی میں شرکت نہیں کر سکے تھے انھوں نے بھی مالِ غنیمت سے حصہ پایا۔ لے

جنگِ قادسیہ عراق کی تمام جنگوں سے اہم ہے۔ اس جنگ سے ایرانیوں پر مسلمانوں کی شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی اور دربارِ ایران میں زلزلہ آگیا۔ قادسیہ کی فتح نے تمام ایران کے دروازے مسلمانوں پر کھول دیئے۔ قادسیہ کی جنگ باختلاف روایت ۱۷ یا ۱۸ ہجری میں لڑی گئی۔ فتح کے بعد حضرت سعد رضی دو ماہ تک قادسیہ میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں اطرافِ اکناف سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امن کی درخواست کی۔ حضرت سعد رضی نے تمام حالات حضرت عمر فاروق رضی کو لکھ بھیجے۔ وہاں سے حکم موصول ہوا کہ ان لوگوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر دو اور ان کو اجازت دو کہ اپنے گھروں میں آباد ہو جائیں۔ یہ حکم پہنچنے پر حضرت سعد رضی نے اس علاقہ کے سب لوگوں کو امن دے دیا اور لوگ اپنے گھروں میں واپس جا کر امن و چین سے رہنے لگے۔ ان میں سے ہزار ہا لوگ مسلمانوں کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ دو ماہ میں مسلمانوں کی تسکان دور ہو گئی اور حضرت سعد رضی بھی کامل طور پر صحت یاب ہو گئے۔ اب وقت آگیا تھا کہ مسلمان قادسیہ سے آگے بڑھیں۔

غنیبتین غنیبتین

لے بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ شام سے جو امدادی فوج قادسیہ بھیجی گئی تھی اس کا کچھ حصہ پیچھے رہ گیا تھا۔ یہ مجاہدین اس وقت قادسیہ پہنچے جب لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو حضرت عمر رضی کے حکم کے مطابق لڑائی میں شرکت نہ کر سکنے کے باوجود مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا۔

# فتح بابل و کوئی

(۱)

فتح بابل

قادسیہ میں شکست کھانے کے بعد ایرانی لشکر کی ایک اچھی خاصی تعداد نے مہاگ کر بابل میں پناہ لی تھی۔ بابل ایران کی ایک مستحکم چھاؤنی تھی اور اس کے وسیع و عریض کھنڈر فوج کے

لے بابل قدیم زمانہ میں ایک عظیم الشان سلطنت کا دار الحکومت رہ چکا تھا۔ یہ شہر کب آباد ہوا اس کا صحیح زمانہ تو متعین نہیں کیا جاسکتا البتہ اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ ولادت مسیح سے چار ہزار سال قبل یہ شہر صفحہ ہستی پر موجود تھا۔ سب سے پہلے اکیسویں صدی قبل مسیح میں مشہور کلدانی بادشاہ حمورابی (HAMMURABI) نے اسے اپنی سلطنت (شومیر و اکد) کا پایہ تخت بنایا۔ حمورابی کے عہد کے جو کتبات ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کلدانی بڑے مہذب لوگ تھے اور ان کی معاشرت بڑی ترقی یافتہ تھی۔ حمورابی نے ایک مفصل ضابطہ قوانین مرتب کر کے پتھر کی تختیوں پر کندہ کر لیا تھا۔ ان قوانین کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہزاروں سال قبل بھی بابل کے لوگ تہذیب و تمدن کے انتہائی عروج پر تھے۔ کلدانیوں کے بعد بابل پر آشوری حکمران رہے۔ آشوریوں کا پایہ تخت شہر نینوا تھا۔ جسے انھوں نے بڑی رونق اور وسعت دی۔ ۶۵۸ ق م قبل مسیح میں سلطنت نینوا کلدانیوں اور مدیوں کے ہاتھوں برباد ہو گئی۔ بابل اور اس کا نواحی علاقہ نئے کلدانی حکمران نابو پلا سار کے حصے میں آیا۔ سلطنت بابل میں بین النہرین اور فرات کے تمام ساحلی ممالک شامل تھے۔ سوریا اور فلسطین کے حکمران بھی اس کے باج گزار تھے۔ نابو پلا سار نے اپنا دار الحکومت پھر بابل کو بنایا اور اسے (بالی اگلے صفحہ پر)

لئے بیرونیوں کا کام دیتے تھے۔ یہاں دو ماہ کے عرصہ میں ایرانیوں نے فیروزان کی قیادت میں  
ازسرنو جنگ کی تیاریاں کر لیں حضرت سعد رض ایرانیوں کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھ رہے تھے۔

(لقبیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) کافی ترقی دی۔ ۶۵۴ قبل مسیح میں نابو پلا سار کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا بخت  
نصر (نبوکدنزر) (NABUSHODANASAR) تخت نشین ہوا۔ بخت نصر کا شمار دنیا کے عظیم ترین بادشاہوں  
میں ہوتا ہے۔ اس نے بابل پر خاص توجہ دی اور اسے دنیا کا عظیم الشان شہر بنا دیا۔ اس کی تعمیر کردہ بعض عمارتیں دنیا  
کے عجائبات میں شمار ہوتی ہیں۔ ان میں بابل کے معلق باغات "بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ بابل کی شہر پناہ کا دور رومی  
کے حساب سے ۶۰ میل تھا۔ دیواروں کی اونچائی تین سو فٹ تک تھی اور جگہ جگہ نہایت مستحکم برج اور مینار بنے  
ہوئے تھے۔ دیواروں پر دو گاڑیاں پہلو بہ پہلو چل سکتی تھیں۔ بخت نصر نے دوسری عمارتوں کے علاوہ فرات  
پر ایک زبردست بند بندھوایا جس کی بلندی ایک پہاڑ کے برابر تھی۔ اس کے اوپر نہایت خوبصورت اور وسیع  
کمرے بنوائے۔ محل کے نزدیک دریا کے کنارے مشہور عالم معلق باغات تھے۔ ان کے کسی درجے تھے اور ایسی  
ہنرمندی اور کاریگری سے لگائے گئے تھے کہ سطح زمین سے تدریج بلند ہوتے جاتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا  
کہ یہ باغات فضا میں معلق ہیں۔ ان کے علاوہ اس نے پُرانے معبدوں کی مرمت کروائی اور آٹھ عظیم الشان  
نئے معبد تعمیر کرائے۔ بخت نصر اپنے ایک کتبے میں لکھتا ہے "چونکہ خداوند مار دوک (دیوتا) نے مجھے بادشاہ کیا ہے  
میں نے شہر بنوانے میں سخت محنت اور کوشش کی۔ بابل میں جیسے میں آنکھ کی پتلی کی طرح عزیز رکھتا ہوں، میں نے  
ایک ایسا محل بنوایا ہے جسے دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ اور ایک تجر تیز بالا خانہ دریا کے فرات کے ساحل  
سے شہر تک بنوایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس زمانہ میں یہ شہر بابل عظیم کے نام سے مشہور تھا اور اس کے چاروں طرف جاہ  
جلال، حشمت و شوکت اور سیم و زر کا مینہ برس رہا تھا۔ بخت نصر کے جانشینوں میں کوئی بھی اس جیسا قابل  
ہوا۔ اسکے چوتھے جانشین نابونید NOBONID کے عہد میں سیروس شاہ ایران نے بابل پر حملہ کیا اور نابونید کو  
شکست دے کر بابل کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یہ ۵۳۸ ق م کا واقعہ ہے۔ اسی وقت سے بابل کا زوال شروع  
ہو گیا۔ اسکی حیثیت دار الحکومت سے گھٹ کر محض ایک صوبہ کی رہ گئی اور رفتہ رفتہ اسکی عظیم الشان عمارات کھنڈر  
میں تبدیل ہو گئیں۔ مسلمانوں نے جب بابل فتح کیا تو اس کی شان و شوکت ایک داستانِ پارینہ بن چکی تھی۔  
(تاریخ ممل قدیمہ - تاریخ بابل و بینوا - تاریخ عراق)

انھیں بابل میں ایرانیوں کے جمع ہونے کی اطلاع ملی تو تمام حالات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو لکھ بھیجے۔ اور ان سے قادیسیہ سے اگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ بہت جلد ان کو دار الخلافہ سے جواب موصول ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو نہ صرف ایران کے دار السلطنت مدائن کی طرف پیش قدمی کرنے کی اجازت دے دی تھی بلکہ ایک مضبوط فوج بھی ان کی مدد کے لئے روانہ کر دی تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے خواتین، بچوں اور معذوروں کو تو قادیسیہ ہی میں چھوڑا اور ان کی حفاظت کے لئے چند فوجی دستے متعین کر کے باقی لشکر کے ہمراہ مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش کے افسر زہرہ بن حیوۃ تھے۔ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق پہلے روانہ ہو گئے۔ راستے میں برس کے مقام پر ایک ایرانی سردار بصیری ان کے مقابل ہوا۔ زہرہ نے اسے شکست دی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بابل میں دوسرے بھگڑوں سے جا ملا۔ برس کے رئیس بسطام نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور بابل تک پل وغیرہ تیار کرنے میں مسلمانوں سے گہرا تعاون کیا۔ ایرانی بھگڑوں نے دریائے دجلہ اور اس کی نہروں اور ندیوں کے پل تباہ کر دیئے تھے اور مسلمانوں کو نقل و حرکت میں بڑی دقت پیش آرہی تھی۔ بسطام کے تعاون نے پریشانی حل کر دی اور اسلامی افواج بڑی تیزی سے بابل کے قریب جا پہنچیں۔ بابل میں مقیم ایرانی مسلمانوں کے ایک حملے کی تاب بھی نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے ہمراہ بابل میں قیام کیا اور زہرہ کو پھر آگے روانہ کر دیا۔ بابل کے نواحی علاقہ کے باشندے جو ق درجوق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسلام قبول کر لیتے یا ہتھیار دینے کا عہد کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سب کی تالیف قلب کرتے تھے اور ان کو اپنے گھروں میں آباد ہونے کی اجازت دیتے تھے۔ بابل پر مسلمانوں کے قبضہ کی اطلاع یزدگرد کے لئے بڑی بہت شگن ثابت ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایران کے تمام نامی امراء، فیروزان، ہرمزان، مہران، مہرجان وغیرہ بابل میں جمع ہو گئے تھے۔ یہ لوگ رستم سے دوسرے درجہ پر تھے اور اب یزدگرد کی امیدوں کا انحصار انہی پر تھا۔ لیکن جب وہ مسلمانوں کے سامنے نہ کھڑے ہو سکے تو زمین اس کو اپنے پیچھے سے کھسکتی معلوم ہوئی تاہم دل کڑا کر کے مدائن

## فتح کوئی

حضرت زہرہ رضی اللہ عنہا کوئی کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ ایرانیوں کا ایک نامی رئیس شہر یار  
ایک بڑی جمعیت کے ساتھ کوئی میں مقیم ہے اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔  
حضرت زہرہ رضی اللہ عنہا بلا توقف اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ شہر یار اپنی فوج کے ساتھ شہر سے باہر  
آیا اور میدان میں آگے بڑھ کر پکارا کہ تم میں سے جسے بہادری کا دعویٰ ہو وہ میرے مقابلے پر  
آئے۔ حضرت زہرہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا۔ "مختارے عذرور کا سر نیچا کرنے کے لئے میری فوج کا  
ایک معمولی سپاہی بھی کافی ہے۔" یہ کہہ کر انھوں نے بنو تمیم کے ایک غلام نائل بن جعشم  
اعرج کو اشارہ کیا کہ تم شہر یار کے مقابلے پر جاؤ۔ نائل گھوڑا دوڑاتے ہوئے تیر کی طرح  
شہر یار کے سامنے جا پہنچے۔ شہر یار بڑا قوی ہیکل اور شہ زور جوان تھا۔ اس نے اپنے سامنے  
ایک منحنی سے آدھی کو دیکھا تو ہتھیاروں کے استعمال کی ضرورت محسوس نہ کی اور نائل کو  
گردن سے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر ان کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔  
اتفاق سے شہر یار کا انگوٹھا نائل کے منہ میں آ گیا انھوں نے اس زور سے کاٹا کہ شہر یار کو  
گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ نائل رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنا خنجر نکال کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔  
شہر یار نے آٹا فانا تڑپ کر جان دے دی۔

ایرانیوں نے اپنے سردار کو مرنے دیکھا تو مقابلہ کئے بغیر بھاگ کھڑے ہوئے، اور  
مسلمان فاتحانہ کوئی میں داخل ہو گئے۔ بہت جلد حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی عام لشکر کے ہمراہ  
کوئی پہنچ گئے۔ شہر یار کا قیمتی ملبوس مرصع ٹوپی اور ہتھیار حضرت نائل رضی اللہ عنہ نے انار لئے تھے۔

لے کوئی ایک تاریخی مقام تھا۔ یہاں وہ جگہ محفوظ تھی جہاں سرود نے حضرت ابراہیم خلیل

کو قید میں رکھا تھا۔

حضرت سعد رضی کے سامنے پیش کئے گئے تو آپ نے فرمایا۔ "ان کا حق دار نائل ہے۔" پھر نائل کو حکم دیا کہ شہر پارکال بس پہن کر اور ہتھیار لگا کر مسلمانوں کے سامنے آؤ۔ "نائل رضی نے حکم کی تعمیل کی مسلمانوں نے یہ نظارہ دیکھا تو عبرت سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

کوئی میں حضرت سعد رضی اس جگہ بھی تشریف لے گئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام قید رہے تھے حضرت سعد رضی نے ورود پڑھا اور پھر ان کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

«تِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاؤُهَا بَيْنَ النَّاسِ»

نہیں نہیں نہ نہیں نہ نہیں نہ نہیں

## فتح مدائن

(۱)

## فتح بہرہ شیر

کسری کا پایہ تخت "مدائن" تھا۔ یہ عظیم الشان شہر دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ مشرقی کنارے کی آبادی کو مدائن قصویٰ کہتے تھے۔ اس کا قدیم نام طیسفون (ٹیسفون) تھا اور شاہی محل اور دفاتر حکومت یہیں تھے۔ مغربی کنارے کی آبادی کو بہرہ شیر یا مدائن دنیا کہتے تھے۔ اس کا قدیم نام سلوقیہ یا سیلیوشیہ تھا۔

بہرہ شیر کو بعض مؤرخین نے ایک الگ شہر لکھا ہے لیکن فی الحقیقت وہ مدائن خاص کے متعلقات ہیں تھا۔ اسے مدائن کی حفاظتی چھاؤنی کہا جاسکتا ہے۔ یہاں ایک مضبوط قلعہ تھا، جس میں چیدہ جانباڑوں پر مشتمل ایک شاہی رسالہ رہتا تھا۔ اس رسالہ کے جانباڑ ہر روز صبح اٹھ کر حلف اٹھاتے تھے کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہم سلطنت ایران کی حفاظت کریں گے۔ یزید گرو نے اپنا ایک پالتو شیر بھی اس رسالہ کے سپرد کر رکھا تھا کہ ضرورت پڑے تو اسے دشمن پر چھوڑ دیا جائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بہرہ شیر پہنچے تو ایرانی فوج قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئی۔ مسلمان باختلاف روایت دو یا تین ماہ تک بہرہ شیر کا محاصرہ کیے پڑے رہے۔ آخر ایرانی محاصرے کی سختی برداشت نہ کر سکے اور قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کے مقابل ہوئے۔ کسری کا شیر ایرانیوں کے آگے تھا وہ



غزاکر مسلمانوں پر چھپٹا۔ حضرت سعد رضی کے مہنتیجے ہاشم رضی بن علی نے آگے بڑھ کر اس صفائی سے تلوار کا ہاتھ مارا کہ شیر دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ حضرت سعد رضی نے فرط مسرت سے ہاشم رضی کی پیشانی چوم لی۔ اب عام جنگ شروع ہو گئی۔ ایرانی جانبازوں نے جم کر مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں نے آناً فاناً انھیں روند ڈالا اور فاتحانہ شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں کے عام شہریوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور مسلمانوں نے معمولی جزیہ پر انھیں امان دے دی۔

(۲)

### بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوٹے ہم نے

مسلمان بہرہ شیر میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ دریا نے دجلہ کے دوسرے کنارے پر ایک رفیع الشان سفید عمارت کھڑی ہے جس کے پرشکوہ کنگرے اوج تریا کو شمار ہے ہیں۔ انسانی بہتر مندی کے اس عظیم و جلیل شاہکار کو دیکھ کر مسلمان بہت ہونگے۔ حضرت ضرار بن حنظلہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "مسلمانو یہ کسریٰ کا قصر ابیض ہے جس کی فتح کا وعدہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے کیا ہے۔" مسلمان حضرت ضرار رضی کی بات سن کر بے اختیار اللہ اکبر پکار اٹھے۔ عرب اس قصر کی عظمت و شوکت کی داستانیں اپنے بڑے پوڑھوں سے سنا کرتے تھے، آج اسے اپنی آنکھوں کے سامنے پایا تو بے اختیار ان کی زبانوں پر ذکرِ الہی جاری ہو گیا یہی قصر کسریٰ کی تخت گاہ تھا۔ وہی کسریٰ جس نے محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو چاک کر ڈالا تھا۔ اور سارے عرب کو برباد کر دینے کے عزم کا اظہار کیا تھا۔ آج اسی محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیا اس قصر کی دیواروں کے نیچے آ پہنچے تھے اور کجکلاہ ایران اس پر حسرت بھری نظریں ڈالتا بھاگ رہا تھا۔ حضرت سعد رضی نے بہرہ شیر میں زیادہ دیر قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور مدائن کی طرف بڑھنے کی تیاری کی لیکن دریا نے دجلہ بیچ میں حائل تھا۔ اتفاقاً اُس سال بارشیں منہایت کثرت سے ہوئیں جن کی وجہ سے دریا میں خوفناک طغیانی آگئی تھی اور پانی کے پھیلاؤ اور زور شور کی انتہا تھی۔ ایرانیوں نے تمام پل توڑ ڈالے تھے اور کشتیاں دریا کی پرلی طرف لے گئے تھے۔

وہاں ان کے تیر انداز دستے متعین تھے کہ اگر مسلمان مدائن کا رخ کریں تو انھیں اپنے تیروں پر رکھ لیں۔ ایسی خوفناک طغیانی میں گھوڑوں کا تیرنا بھی بہت مشکل تھا۔ غرض مدائن کی تسخیر کی کوئی صورت نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک کولرائیگر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

”مسلمانو! میں تو تمہیں یہ کہہ چکا ہوں کہ اللہ کے بھروسے پر گھوڑے کو

دریا میں ڈال دوں۔ بولو کون مجاہد اس کام میں میرا ساتھ دے گا؟“

تمام مسلمانوں نے یک زبان ہو کر کہا: اے امیر ہم نے بھی اپنی جانیں راہِ خدا میں بچی ہوئی ہیں، ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ جانتا ہوں ہم سے پہلے آگے بڑھیں اور دوسرے کنارے پر جا کر قابض ہو جائیں۔ حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ذوالباص رضی اللہ عنہ (بروایت دیگر فقہاء بن عمرو رضی اللہ عنہ) نے چھ سو تیر انداز سواروں کے ساتھ یہ آیت پڑھتے ہوئے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا (آل عمران ۱۵۰)

(اور کوئی شخص مر نہیں سکتا جب تک کہ حکم الہی نہ ہو۔ اس نے وقت مقررہ لکھ رکھا ہے)

دوسرے کنارے سے ایرانیوں نے مجاہدین پر بے پناہ تیر انداز می شروع کر دی۔ ادھر سے

مجاہدین نے بھی مردانہ وار جواب دیا اور تھوڑی دیر میں ایرانیوں کو کنارے سے دُور ہٹا دیا۔ اب

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ تمام لشکر دریا میں داخل ہو جائے۔ مسلمانوں نے اپنے گھوڑوں کی

باکیں اٹھائیں اور نستعین باللہ و نتوکل علیہ حسبنا اللہ و نعم

الوکیل واللہ لینصرن اللہ ولیہ ولیظہرن دینہ

ولیهزمن عدوہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ کا ہی ہے۔ وہ اچھا دلیل ہے۔ خدا کی قسم!

اللہ اپنے دوست کو فتح دے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اور دشمن کو ناکام کرے گا سولے رب بزرگ

برتر کے کسی میں قوت نہیں ہے۔

پڑھتے ہوئے دجلہ کے بحرِ ظلمات میں داخل ہو گئے۔ ہزار ہا اسلامی شہسوار دجلہ کے پھنکارتے ہوئے پانی پر اس طرح جا رہے تھے گویا صحنِ چین میں گلگشت کر رہے ہوں۔ دو دو سوار ایک دوسرے کے پہلو پہ پہلو چل رہے تھے اور نہایت سکون و اطمینان سے ایک دوسرے سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ حضرت سعدؓ بار بار فرماتے تھے:

والله لينصرن الله وليه وليظهرن دينه وليظهرن  
عدوه ما لم يكن في الجيوش بغى او ذنوب تغلب الحسنيات

(قسم ہے خدا کی اللہ اپنے دوست کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اور دشمن کو مغلوب کرے گا جب تک کہ لشکر میں عصیان و ظلم کی کثرت نہ ہو جائے)۔

حضرت سعدؓ کے پہلو میں حضرت سلمانؓ فارسی رضی اللہ عنہما جا رہے تھے۔ وہ بار بار فرماتے تھے "قسم ہے رب العزت کی مجھے اس کے فضل و کرم سے امید ہے کہ تمام مسلمان صحیح و سلامت دوسرے کنارے پہنچیں گے۔"

اے حضرت سلمانؓ فارسی رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی ہیں۔ وہ اصفہان کے ایک نجوسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جب وہ چھوٹے سے تھے تو باپ نے اپنے اٹشکدہ کی دیکھ بھال ان کے سپرد کر رکھی تھی۔ ایک دن انھوں نے عیسائیوں کو عبادت کلاتے دیکھ لیا۔ اس سے بے حد متاثر ہوئے اور دینِ مسیحی قبول کر لیا۔ باپ کو معلوم ہوا تو اس نے بیٹے پر بہت سختیاں کیں اور ان کو پاپہ زنجیر کر کے مقید کر دیا۔ سلمانؓ کسی طرح قید سے نکل بھاگے اور شام، موصل اور نصیبین میں وہاں کے مسیحی علماء اور راہبوں سے استفادہ کرتے ہوئے عموریہ پہنچے اور وہاں کے اہل تقف کی خدمت میں رہنے لگے۔ یہ ایک عالم اور نیک شخص تھا کچھ عرصہ بعد اسے پیغامِ اجل آپہنچا۔ مرتے سے پہلے اس نے حضرت سلمانؓ رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ نبیؐ آخر الزماں کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ وہ وادیِ غیر ذمی زرع میں پیدا ہوں گے اور دینِ حنیف کو زندہ کریں گے ان کی پہچان یہ ہوگی کہ کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ کو حرام سمجھیں گے۔ اگر تم ان کا زمانہ پاؤ تو ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا۔ سلمانؓ عموریہ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

دوسرے کناٹے پر پراتیوں نے مسلمانوں کو اس شان سے آئے دیکھا تو ان پر دہشت  
طاری ہو گئی اور وہ دلیاں امدند دلیاں امدند کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں کی  
قوت ایمانی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمام لشکر کو صحیح و سلامت کناٹے پر پہنچا دیا۔ ایک مجاہد  
غزوة رضہ دریا میں گر پڑے۔ ان کے پہلو میں مشہور جواہر حضرت تقی قاسم رضہ بن عمرو ثنیم علی رضہ  
تھے، انھوں نے فوراً غزوة رضہ کو پانی سے نکال لیا۔ ایک دوسرے مجاہد کا پیالہ دریا میں گر پڑ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) بنو کلب کے ایک قافلے کے ہمراہ وادی القریٰ پہنچے۔ اہل قافلہ نے انھیں  
غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ اس یہودی کا ایک چچا زاد بھائی مدینہ کا رہنے والا تھا  
ایک دفعہ وہ اسے ملنے آیا تو سلمان رضہ کو خرید کر مدینہ لے آیا۔ اس زمانہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ  
اور آپ کے رفقاء مکہ میں کفار کے جوڑو ستم برداشت کر رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت  
کر کے نبأ شریف لائے۔ حضرت سلمان رضہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنی تو شوق دیدار سے  
بے تاب ہو کر قبا پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی آخر الزماں کی تمام علامتیں موجود پائیں تو فوراً  
مشرق بہ اسلام ہو گئے۔ ماں باپ کا رکھا ہوا نام مابہ تھا۔ حضور نے اسلامی نام سلمان رکھا۔ غزوة  
کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی آزادی کا سامان کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد سب سے پہلے غزوة خندق  
میں شرکت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے مشورہ کے مطابق خندق کھدوائی۔ خندق کے بعد دوسرے  
تمام غزوات میں بھی شریک رہے۔ عہد فاروقی میں مسلمانوں نے ایران پر فوج کشی کی تو سلمان رضہ بھی  
میں شامل ہو گئے اور کئی معرکوں میں داد شجاعت دی۔ عہد فاروقی میں کچھ عرصہ مدائن کے گورنر بھی رہے۔  
حضرت عثمان ذوالنورین رضہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ حضرت سلمان رضہ علم و فضل اور زہد و تقویٰ  
میں صحابہ کرام رضہ میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلمان الکرام  
لقب عطا فرمایا تھا اور نہایت محبوب رکھتے تھے۔ ایک بار فرمایا "سلمان رضہ سے اہل بیت  
میں ہیں۔" مہاجرین اور انصار کے نزدیک انہی عزت و وقعت اس قدر تھی کہ انکو اپنی اپنی جماعت سے  
نبت دینے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ حضرت سلمان رضہ کی طوالت عمر کے متعلق بہت سی روایات  
(بخاری طبقات ابن سعد مسند احمد بن حنبل۔ اسرافیہ و دیگر کتب)

تھا۔ چونکہ اور کسی شخص کی ایک سو فی تک بھی ضائع نہیں ہوئی تھی۔ اس مجاہد کو اس کے ایک ساتھی نے ازراہ تفتن کہا۔ "اصابہ القدر و قلاح" (تقدیر نے اس کو اڑا دیا) پیالہ کے مالک کا ایمان و اخلاص دیکھے کہ انہوں نے فوراً کہا "واللہ انی لعلی حالة ما کان اللہ یسلبنی قدحی من بین اهل العسکر" (مجھ میں ایسی حالت میں ہوں کہ تمام لشکر میں سے صرف میرا پیالہ ہرگز سلب نہیں کیا جائے گا)۔

خدا کی قدرت کہ جب مجاہدین دوسرے کنارے پہنچے تو دریا کی ایک لہر نے یہ پیالہ بھی کنارے پر ڈال دیا۔

مسلمانوں کی فاتحانہ یلغار نے یزدگرد کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اس سے جس قدر خزانہ سمیٹا جاسکتا تھا، سمیٹا اور کچھ امیروں اور محافظوں کے ساتھ حلوان کی طرف بھاگ گیا۔ اپنے اہل و عیال کو اس سے پہلے ہی وہاں بھیج دیا تھا۔

نافع بن الاسود نے مدائن کی فتح اور کسریٰ کے بھاگنے کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

واملنا علی المدائن خیلا      بحرہا من برہن اریضاً  
فانتلنا خزائن المرء کسری      یومرولوا و حاص متاخریضاً

(یعنی ہم نے مدائن پر گھوڑوں کو جھکا دیا۔ گویا مدائن کا دریا ان کے لئے میدان کی طرح تفریح گاہ تھی پھر ہم نے کسریٰ کے خزانوں کو نکال لیا جبکہ ان لوگوں نے ہماری طرف پشت کی اور کسریٰ ملول و محزون ہو کر ہم سے بھاگا)۔

یزدگرد کا مریض تاج اور جواہرات کا ایک صندوق دو خچروں پر لدے ہوئے پیچھے گئے تھے۔ مسلمانوں نے دریا عبور کیا تو ان خچروں کے محافظ بھاگ گئے اور مسلمانوں نے اس بیش قیمت خزانہ پر قبضہ کر لیا۔

(ش)

ایوان کسریٰ پر پرچم اسلام

لشکر اسلام مدائن میں داخل ہوا تو ہر طرف عبرتناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ قصر ابیض کی

عظمت و شان اور مدائن کی دوسری پر شکوہ عمارتوں اور سرسبز و شاداب باغات کو دیکھ کر حضرت  
سعد رضی کی زبان پر بے اختیار یہ آیات جاری ہو گئیں:

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَ عُيُونٍ وَ زُرُوعٍ وَ مَقَامِرٍ  
كَرِيمٍ وَ نَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ كَذَلِكَ  
وَ اَوْسَرْنَا هَا قَوْمًا اَخْرَيْنَ فَمَا يَكْتُ  
عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوا  
مُنْظَرِينَ - (سورة دخان - ۱۷)

(ترجمہ :- وہ (کافر) بہت سے باغات اور چشمے اور رکھیت اور عریضہ مکانات اور نعمتیں چھوڑ گئے  
ابن میں وہ عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یونہی ہونا تھا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان  
کا وارث بنا دیا۔ پس نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ انھیں مہلت دی گئی)۔

پھر حضرت سعد رضی نے قصر ابیض میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نماز شکرانہ ادا  
کی (بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعد رضی نے ایک سلام سے اٹھ کر کعتیں صلوٰۃ الفتح کی پڑھیں)۔  
پھر وہیں باجماعت نماز جمعہ ادا کی گئی۔ یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو عراق میں ادا کی گئی بعض روایتوں  
میں ہے کہ جس دن مسلمان مدائن میں داخل ہوئے اتفاق سے وہ جمعہ کا روز تھا۔ اسی دن قصر  
ابیض میں پہلی نماز جمعہ ادا کی گئی۔ اور کفر و شرک کے اس مرکز کے در و دیوار "اللہ اکبر" کی صداؤں  
سے گونج اٹھے اور اس کا طویل و عریض فرش اللہ کے ہزار ہا پاکیزہ بندوں کے سجدوں سے رشک  
آسمان بن گیا۔

حضرت سعد رضی نے محل کے ایک حصے میں قیام فرمایا اور کسریٰ کے قصر خاص کو مسجد کی  
صورت میں تبدیل کر دیا جس جگہ کسریٰ کا تخت رکھا ہوا تھا وہاں منبر نصب کر دیا گیا۔ قصر ابیض کی  
سجاوٹ کے لئے جا بجا ہزار ہا مورتیاں اور مجسمہ تصویریں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت سعد رضی نے  
ان مورتیوں اور تصویروں کو مطلق نہیں چھپرا اور انھیں جوگ کاتوں رہنے دیا۔ البتہ محل کے

جس شخص کو مسجد تیار کیا وہاں سے مورتیوں کو ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دیا گیا اور انھیں قہقہے دیا گیا۔

(۳)

## پیش بہا مال قیمت

اب حضرت مسیحیوں کے سامنے مال قیمت کی ذرا بھی کا مسئلہ تھا۔ انھوں نے اس کو اپنے حضرت عمرو بن مثنیٰ بن جندب کو نامور فرمایا اور ان کے خدیوے کا نام "صاحب اقباض" تھا اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ قیمت کی ہر چیز ان کے پاس جمع کرالیں۔ چند دن کے اندر اندر مال قیمت میں ایسی ایسی نادردنیاب چیزیں جمع ہو گئیں کہ مثل انسانی انھیں دیکھ کر دنگ رہ جاتی تھی۔ مال قیمت کے متعلق مورتیوں نے جو تفصیلات بیان کی ہیں انھیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کئی زمانہ میں ایران دنیا کے خوش حال ترین ملکوں میں سے ایک تھا۔ بے انداز زر و جو اہل یونان شاہی کے خزانوں اور سونے چاندی کے لاتعداد برتنوں اور مورتیوں کے علاوہ جو بیش قیمت اور نادردنیاب تاریخی اشیاء مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں :-

نوشیرواں کا زرنگار تاج اور درباری پوشاک۔ ہرقی شاہِ روم، خاقانِ چین، بہرام چوہین، سیاوش، نعمان بن منذر (شاہِ حیرہ) اور متعدد ایرانی بادشاہوں کے جڑاؤ خنجر، زرہیں، خود اور تلواریں، سونے کا ایک بلند و بالا گھوڑا جس پر چاندی کی زین کسی بوٹی تھی سینہ پر پاؤت بڑے ہوئے تھے۔ اس پر سونے کا بنا ہوا ایک سوار تھا جس کے سر پر پہیوں کا تاج تھا۔ چاندی کی ایک اونٹنی، جس پر سونے کی پالان ٹرپی ہوئی تھی اور اس کی طلائی مہار میں بیش قیمت ہیرے پروئے ہوئے تھے۔ اس اونٹنی کا سوار سونے کا تھا اور سر سے پاؤں تک مہایت قیمتی موتیوں سے آراستہ تھا۔ ایوانِ کسریٰ کا فرش یا قالین جو مہار کے نام سے موسوم تھا۔ اس کا رقبہ ساٹھ مربع گز (۱۰۶ گز) تھا۔ اس کی زمین سونے کی تھی اور حاشیے پکھراج کے تھے۔ بیچ میں زمررد کا

اے بعض روایتوں میں ہے کہ اس فرش کا رقبہ نو سو مربع گز تھا یعنی طول نوٹے گز اور عرض دس گز تھا۔

بنا ہوا سترے کا چین تھا۔ اس میں سونے چاندی کے پودے تھے جن کے پتے حریر کے تھے اور پھول پھل اور ختیجے جواہرات کے تھے۔ درمیان میں سونے چاندی اور جواہرات کی بنی ہوئی مہرے تھیں۔ موسم بہار گزر جانے کے بعد کسری اپنے خاص مصاحبین کے ساتھ اس فرش پر بیٹھ کر بادہ نوشی کیا کرتا تھا اور مصنوعی بہار کا لطف اٹھاتا تھا۔

کہتے ہیں کہ صرف کسری کے خزانے جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے، تیس کھرب دینار کی مالیت کے تھے۔ دوسری ماہ روایا پ چیزیں ان کے علاوہ تھیں۔ مسلمانوں نے اس قیمتی مال غنیمت کے جمع کرنے میں ایسی دیانت داری کا ثبوت دیا کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ وہی عرب کے بادشاہین تھے جن پر اہل ایران "بھوکے اور تنگے" کی پھبتی کسکتے تھے۔ آج اسلام کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہو کر ان کی دیانت اور تقویٰ کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کو ایک معمولی سوئی ملی یا پیش قیمت جواہر، اس نے ایک لمحہ بھی انہیں اپنے پاس رکھنا گوارا نہ کیا اور فوراً بختسمہ صاحب اقباض کے حوالے کر دیا۔ عامر بن قیسؓ ایک مجاہد کو پیش قیمت جواہرات سے بھرا ہوا ایک ڈبہ ملا۔ انہوں نے اسے فوراً صاحب اقباض کے پاس جمع کر دیا۔ حضرت عمرو بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اسے کھول کر دیکھا تو جواہرات کی ضو نشانی سے ان کی آنکھیں چکاچوند ہو گئیں۔ انہوں نے عامر سے پوچھا کیا تم نے ان میں سے کچھ جواہرات لئے بھی ہیں؟ حضرت عامر نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو اس ڈبہ میں تمہارے پاس کیوں لاتا۔"

عمرو رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا "میرے بھائی تمہارا نام کیا ہے؟"

عامر رضی اللہ عنہ نے کہا "میں اپنا نام نہیں بتاؤں گا کیونکہ میں نام و نمود کا خواہاں نہیں ہوں"

کچھ نہیں نے کیا ہے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا ہے۔"

یہ محض ایک مثال ہے ورنہ تمام مسلمانوں نے اسی قسم کی دیانت اور تقویٰ کا مظاہرنا

جب تمام مال غنیمت ایک میدان میں جمع کیا گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر بہت حیرت



ہوئے اور ساتھ ہی بے حد مسرور بھی۔ سب سے زیادہ مسرت ان کو مسلمانوں کی عدیم المثال  
دیانت و امانت سے ہوتی، جنہوں نے ان پیش بہا اشیاء کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔  
انہوں نے فرمایا:-

”واللہ ان الجیش لذ و امانۃ ولو لا ما سبق لاهل بدر  
رضی اللہ عنہم لقلت انہم علی فضل اہل بدر“  
(خدا کی قسم یہ فوج بے حد امین ہے۔ اگر اہل بدر کو ایک خاص فضیلت حاصل نہ ہوتی تو  
میں کتا کہ یہ لوگ بھی ان کے برابر ہیں)۔

حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ اور دوسرے معرکوں میں سب سے  
بڑھ کر جانبازی دکھائی تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے قریب بلایا اور بہت سی پیش قیمت  
تلواریں ان کے سامنے رکھ دیں اور فرمایا کہ جو تلوار تمہیں پسند ہو، لے لو۔ حضرت قعقاع رضی اللہ  
عنہ نے ہر قیل و پسر روم کی تلوار اٹھالی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو بہرام چوہین کی زرہ اپنی طرف سے  
عنایت کی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

والذی لا الہ الا هو ما اطلعنا علی احد من اہل  
القادسیۃ انہ یرید الدنیا مع الاخرۃ فلقد  
اتھمنا ثلاثۃ نفر فبارعینا کما ماتھم و نرھدھم  
وہم طلیحۃ و عمرو بن معد یکرب و قیس بن الیکشوح  
(قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہم نے قادسیہ کے مجاہدین میں  
سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ پایا جس نے آخرت کے ساتھ دنیا کی خواہش بھی کی ہو۔ ہم کو  
تین شخصوں پر دنیا طلبی کا گمان تھا مگر تحقیق کے بعد ان کی امانت اور زہد کی مثال بھی  
ہم نے نہیں دیکھی۔ وہ تین شخص ہیں طلیحہ عمرو بن معد یکرب اور قیس بن الیکشوح)۔  
(عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ)

ان تینوں صاحبوں پر مسلمانوں کو اس لئے دنیا طلبی کا گمان تھا کہ فتنہ امتداد میں ان کے قدم لڑکھڑا گئے تھے اور انھوں نے ہوس افتدار میں مبتلا ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کی تھی۔ جلد ہی یہ لوگ اپنی حرکت پر پشیمان ہوئے اور تائب ہو کر دوبارہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور پھر تادم مرگ راہِ حق میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے میں کسی موقع پر بھی دریغ نہیں کیا۔ عراق کے معرکوں میں انھوں نے سرفروشانہ کردار ادا کیا اور اپنے جوشِ اخلاص اور اعمالِ صالح سے اپنی زندگی کے سب سے بڑے گناہ کی تلافی کر دی۔ مدائن میں مالِ غنیمت کی فراہمی کے دوران میں دیانت و امانت میں بھی وہ کسی دوسرے مسلمان سے پیچھے نہ رہے۔ اور یوں اپنے دامن سے دنیا طلبی کا دھبہ ہمیشہ کے لئے دھو دیا۔

(۵)

### خرابن کسری مدینہ منورہ میں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تمام مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) حضرت بکر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ اس میں "فرشِ مبارک" اور بعض دوسری نادر اشیاء بھی شامل تھیں۔ باقی مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ علاوہ قیمتِ سامان کے ہر مجاہد کے حصے میں بارہ بارہ ہزار دینار آئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فتحِ مدائن کی خبر پہلے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیج دی تھی۔ جب مالِ غنیمت مدینہ منورہ پہنچا تو لوگ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کی دیانت اور استغناء کی تعریف کی اور فرمایا:

"کسری کو اپنی سلطنت کی وسعت، خوشحالی اور زبردست طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ آج خدائے اس کے تکبر کا سرنچا کر دیا ہے اور وہ اپنے باغیوں سے ایسا ہی سلوک کرتا ہے۔ یاد رکھو اگر کبھی ملتِ اسلامیہ نے خدا سے بغاوت کی تو اس کا حشر بھی کسری کے حشر سے مختلف نہیں ہوگا۔ یہ قانونِ قدرت ہے کہ خدائی

حکومت سے سرکشی کرنے والوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔“

اس کے بعد امیر المؤمنین رضی اللہ عنہم نے تمام مالِ غنیمت کو ایک میدان میں سجانے کا حکم دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ سراقہ بن جہشم رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال پیشتر نوشہری دی تھی کہ تم ایک دن کسریٰ کے کنگن پہنو گے، اس موقع پر موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں کسریٰ کے کنگن اور صرغ تاج پہنایا تو مدینہ کے در و دیوار تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے اور بہت سے لوگوں پر یہ نظر دیکھ کر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

”لوگو! رب ذوالجلال کا شکر ادا کرو جس نے کسریٰ جیسے عظیم قرآنِ روا

سے سلطنت چھین لی۔ اس نے کہا تھا کہ میں ہی لوگوں کا رب اور آقا ہوں

آج خدائے حقیقی نے عرب کے ایک بادشاہ کو اس کے کنگن اور تاج

پہنا کر اپنی قدرت تمھیں دکھادی۔ جان لو کہ عزت اور ذلت سب خدائے

بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔“

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اور اعرابی کو بلایا جو منہایت وجیہ اور چوڑے چکلے

ہاڑ کا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس کا نام محلم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نوشہرواں کے

بلیوسات اور زیورات پہنائے۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر لوگوں کے سامنے دنیا کی بے ثباتی

اور انسانی عروج و زوال کا نقشہ جم گیا اور انھیں کمالِ عبرت حاصل ہوئی۔ امیر المؤمنین کا منشا

بھی یہی تھا۔ پھر آپ نے تمام مالِ غنیمت مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ ہر مسلمان کے حصے میں خطیر رقم

آئی۔ فرش ”بہار“ کی نسبت اکثر لوگوں کی یہ رائے تھی کہ اسے یادگار کے طور پر محفوظ رکھا جائے۔

حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو

احسن سمجھا اور فرش ”بہار“ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

حصے میں جو ٹکڑا آیا وہ بیس (یا بروایت دیگر تیس) ہزار دینار میں فروخت ہوا۔

## متفرق معرکے

مداثرن کی فتح سے تمام عراق عرب پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ حضرت سعد و دوسرے مجاہدین کے ساتھ مستقل طور پر مدائن ہی میں مقیم ہو گئے۔ علاقہ کے روسا اور عام باشندوں نے اطاعت قبول کر لی یا اسلام قبول کر لیا۔ مسلمانوں اور ان لوگوں میں یہاں تک ارتباط بڑھا کہ آپس میں رشتہ داریاں قائم ہو گئیں۔ ادھر بڑے بڑے جو مدائن سے بھاگ کر حلوان میں مقیم ہو گیا تھا، مسلمانوں کے خلاف پخت و پز میں مصروف تھا۔ اس کے حکم سے رستم کے بھائی شہزادہ بن فرخ زاد نے جلولاہ کے مقام پر ایک عظیم لشکر مرتب کیا اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کی۔ حضرت سعد رضی کو اطلاع ملی تو انھوں نے سارے حالات حضرت عمر فاروق رضی کو لکھ بھیجے وہاں سے حکم آیا کہ ہاشم بن عتبہ رضی (بن ابی وقاص) کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ جلولاہ بھیج دو اور ان کے ساتھ قعقاع بن عمرو رضی کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر بھیجو۔ حضرت سعد رضی امیر المؤمنین کی ہدایت کے مطابق ہاشم کو بارہ ہزار چیدہ جانبازوں کے ہمراہ جلولاہ روانہ کیا۔ ایرانیوں کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملی تو انھوں نے بدافعت کی خوب تیاری کی۔ شہر کے گرد خندق کھود کر اس کے چاروں طرف گولہ بچھا دیئے اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ ہاشم رضی نے شہر کا محاصرہ کر لیا جو کئی مہینے تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں ایرانی کسی دفعہ قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے لیکن ہر بار منہ کی کھائی۔ عرب مورخین ایسے معرکوں کی تعداد اسی بتاتے ہیں۔ خوراک اور سامان حرب کا کافی ذخیرہ شہر میں موجود تھا اس لئے ایرانی بدول نہ ہوتے تھے۔ بالخصوص اس لئے کہ ان کی لاکھوں کی جمعیت کے مقابلہ پر صرف چند ہزار مسلمان تھے ایک دن ایرانی بڑے زور و شور کے ساتھ قلعہ سے نکلے اور مسلمانوں سے لڑائی کی طرح ڈالی۔ اتفاق سے اس وقت ایسی سیباہ آندھی اٹھی کہ اس نے زمین و آسمان کو ڈھانپ لیا۔ اس آندھنی کے عالم میں ایرانی پیچھے ہٹے تو حضرت قعقاع رضی فوج کے چند دستوں کے ساتھ

قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ یہاں اس زور کارن پڑا کہ نوبت تیروں، تیروں اور تلواروں سے گزر کر شجروں تک پہنچی۔ دفعۃً غل ہوا کہ سپہ سالار ہاشم رضی اللہ عنہما بھی ساری فوج کے ساتھ آ پہنچے ہیں۔ اب قفقاع رضی اللہ عنہما کے سامنے تھیں اس زور کا حملہ کیا کہ ایرانیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ مہاگ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں ہاشم رضی اللہ عنہما بھی آ پہنچے اور مسلمانوں نے مہاگے ہوئے ایرانیوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا طبری کا بیان ہے کہ اس معرکے میں ایک لاکھ ایرانی مارے گئے اور تین کروڑ کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ یزدگرد نے سقوطِ جلولاہ کی خبر سنی تو حلوان سے رے بھاگا گیا۔ حضرت قفقاع رضی اللہ عنہما نے اگے بڑھ کر حلوان پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہاں سے دوسرے بلخ غنیمت مال غنیمت کے علاوہ بہت سے لوٹری غلام بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہما نے جلولاہ اور حلوان کے مال غنیمت کا خمس زیاد بن ابوسفیان کے ہاتھ بارگاہِ خلافت میں بھیجا۔ زیاد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں جلولاہ اور حلوان کی معرکہ آرائیوں کے حالات منہایت فصاحت و بلاغت سے بیان کئے۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ایما پر عامۃ المسلمین کے سامنے یہ حالات اس طرح بیان کئے کہ جوشِ ثہور سے مسلمانوں کی آنکھیں پریم ہو گئیں اور ان کے بازوؤں کی پھلیاں پھٹ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بے ساختہ فرمایا: "یہ ہے خطیب اور یہ ہے خطابت کی شان"۔ دوسرے دن مسجد نبوی کے صحن میں مال غنیمت کے ڈھیر سے کپڑا اٹھایا گیا تو لاتعداد جواہرات اور درہم و دینار کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہما رو پڑے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما نے کہا: "امیر المؤمنین یہ تو مقامِ مسرت ہے آپ روتے کیوں ہیں؟" امیر المؤمنین نے جواب دیا: "مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ مال و دولت کہیں مسلمانوں کو فتنہ میں نہ مبتلا کر دے۔ کیونکہ دولت و ثنوی اور رشک و حسد میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔" اس کے بعد آپ نے تمام مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

جلولاء اور علوان کی فتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن معتمد رضی اللہ عنہ کو پانچ ہزار فوج کے ساتھ تکریت روانہ کیا جہاں رومی مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ رومی قلعہ بند ہو گئے۔ چالیس دن کے محاصرہ کے بعد عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے تکریت پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ اس معرکہ میں ایک رومی بھی زندہ بچ کر نہ جاسکا۔ تکریت سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق ربیع بن اوفل غنمری کو موصل بھیجا۔ اہل موصل میں مقابلہ کی سکت نہ تھی۔ انھوں نے بغیر لڑنے پھڑپھڑے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اسی اثنا میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ اہل جزیرہ کا ایک زبردست لشکر سمیت کے مقام پر سہ قتل کی حمایت میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جمع ہے اور دوسری طرف ایرانیوں کا ایک عظیم لشکر ایران کی مغربی سرحد کے قریب ایک مقام ماسبدان میں جمع ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عمرو بن مالک کو ایک مضبوط فوج کے ساتھ ہیت کی طرف روانہ کیا اور حضرت ضراب بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ماسبدان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ عمرو بن مالک ہیت پہنچے تو دشمن قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے حرت بن یزید کو یہاں چھوڑا اور خود قرقیسیا پر چڑھائی کر دی۔ اہل قرقیسیا نے اطاعت قبول کر لی۔ دوسری طرف اہل جزیرہ بھی ہیت خالی کر کے منتشر ہو گئے اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

ضراب بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ماسبدان پہنچ کر ایرانیوں کو شکست فاش دی اور شہر پر علم اسلام لہرا دیا۔

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان متفرق معرکوں کی کیفیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجی اور ساتھ ہی لکھا کہ عراق عرب کی آخری حد تک مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو آگے بڑھ کر خاص فارس کے اندر داخل ہو جاؤں اور یزید کو کا تعاقب کروں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا :-

”کاش ہمارے اور ایرانیوں کے درمیان ایک ناقابل عبور دیوار حائل ہوتی کہ نہ وہ ہماری طرف آسکتے اور نہ ہم ان کی طرف جاسکتے۔ جو علاقہ فتح ہو چکا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس علاقہ کے انتظام و انصرام کی طرف توجہ دو۔ آگے بڑھنے میں بہر حال مسلمانوں کا خون مہیے کا اور میرے نزدیک ایک مسلمان کا خون بھی بڑی سے بڑی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہم نے ایرانیوں کو عرب کی حدود سے پیچھے دھکیل دیا ہے۔ ان کے ملک (فارس) پر ہم بلاوجہ حملہ نہیں کریں گے۔“

حضرت عمر فاروقؓ کے اس خط سے حضرت سعد رضی کی جنگی مہم کا خاتمہ ہو گیا اور وہ عام نظم و نسق کی طرف متوجہ ہو گئے۔



# مَنْصِبِ اِمَارَت

(۱)

## حَسَنِ اِنْطِطَام

عراق عرب کی مہم ختم ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدائن کو مستقر بنا کر مفتوحہ علاقے کا نظم و نسق سنبھالا۔ یہ کام عسکری مہم سے کم اہم نہ تھا تاہم حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے حسن انتظام سے ثابت کر دیا کہ وہ صرف ایک قابل سپہ سالار ہی نہیں بلکہ بہترین گورنر بھی ہیں اور ملکی معاملات کی سرانجام دہی میں ان کی فراست اور تدبیر پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے نہایت قلیل عرصہ میں تمام عراق کی مردم شماری اور زمین کی پیمائش کرائی۔ زمین کے اصل مالکوں کا قبضہ اس پر قرار رکھا اور افتادہ زمین پر جس کی ملکیت کا کوئی دعویدار نہ تھا، مستحق اور اہل لوگوں کو قابض ہونے کی اجازت دی، مالیہ اور جزیریہ کے نہایت منصفانہ قوانین وضع کئے اور رفاہ عام کے بے شمار کام کرائے پھوڑے ہی عرصہ میں تمام ملک میں امن و امان اور خوش حالی کا دور دورہ ہو گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے امارت کے فرائض اس لیاقت اور عدل ساتھ انجام دیئے کہ تمام رعایا گرویدہ احسان ہو گئی، مسلمانوں کے پاکیزہ اخلاق اور پسند اظہار نے عراقیوں کے دل موہ لئے اور ان کے بڑے بڑے رؤساء اور امراء اسلام قبول کرنے لگے۔ مؤرخین نے اس ضمن میں فیروز، بسطام بن نرسی، جمیل بن بصیری اور قبیل



نام خصوصیت سے لیا ہے۔ یہ لوگ عراق کے سربر آوردہ لوگ تھے۔ اسی طرح ولیم کے شاہی رسالہ نے جو چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا، اسلام قبول کر لیا۔

(۲)

### کوفہ کی تعمیر

مدائن میں مسلمانوں کے قیام کو جب ایک عرصہ گزر گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ یہاں کی آب و ہوا مسلمانوں کو اس مہینہ آئی کیونکہ ان کے رنگ سیاہ پڑ گئے تھے، اور جسم سوکھ گئے تھے۔ انھوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مدائن عربوں کے قیام کے لئے موزوں مہینہ ہے۔ یہاں کی آب و ہوا سے ان کا رنگ اور روپ بدل گیا ہے اور وہ روز بروز کمزور ہو رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ عرب کی سرحد کے اندر کوئی مناسب جگہ تلاش کر کے ایک نیا شہر آباد کرو جہاں پانی وافر ہو اور میرے اور اس کے درمیان کوئی دریا یا پل نہ ہو۔ (یعنی اس مقام کو اگر کبھی مرکز سے امداد بھیجنے کی ضرورت پڑے تو راستے میں کسی رکاوٹ کا امکان نہ ہو)۔ دریائے فرات سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر حیرہ کے قریب ایک سرسبز اور شاداب جگہ تھی جو کبھی عراق عرب کے لخمی حکمرانوں کا پایہ تخت تھی۔

۱۰ بنو قحطان (عرب متعربہ) کی اولاد نے چار بڑی سلطنتیں قائم کی تھیں۔ سبائی و حمیری سلطنتیں یکے بعد دیگرے

بین میں سلطنت عساکر شام میں اور سلطنت حیرہ عراق میں۔ حکومت حیرہ (آل مناور) شاہان ایران

کے زیر اثر تھی اور اس کی ہم عصر حکومت عساکر قیصران روم کا دم بھرتی تھی۔ سلطنت حیرہ کی بنیاد مالک آزدی

نے رکھی۔ وہ ایک بہادر اور جنگجو شخص تھا۔ ایک دن اتفاق سے اس کے ایک بیٹے کے ہاتھ سے ایک تیرا سکو

لگ گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ مرتے وقت یہ شعر اس کی زبان پر تھا۔

عَلَيْتُهُ الرَّمَايَةُ كُلَّ يَوْمٍ      فَلَمَّا اشْتَدَّ سَاعِدُهُ دِمَائِي

(یعنی میں نے اسے ہر روز تیرا بازی سکھائی      اور جب وہ ماہر ہو گیا تو اس نے مجھ پر وار کیا)

یہاں نعمان اور دوسرے ملوک حیرہ کی بنائی ہوئی عظیم الشان عمارتوں کے کھنڈر زبان حال سے تلوک آکا یا م نلا ولہا بین الناس کی تفسیر پیش کر رہے تھے۔ اس جگہ نہایت اعلیٰ قسم کے عربی پھولوں کی مہبت تھی اور عربوں میں یہ علاقہ "حد العذرا" یعنی "عارض محبوب" کے نام سے مشہور تھا۔ نئے شہر کی تعمیر کے لئے حضرت سعد رضی کی نظر انتخاب

(حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے)۔ مالک کے بعد اس کا بیٹا جذیمہ الابریش حکمران ہوا۔ وہ بڑا مغرور اور جنگجو بادشاہ تھا۔ اس نے مشرقی شام اور عراق کے بادشاہ کو شکست دے کر قتل کر ڈالا۔ عراق کے مقتول بادشاہ ظرب بن احسان کے بعد اس کی بیٹی زیبا تخت پر بیٹھی۔ وہ بڑی حسین، بہادر اور عقلمند عورت تھی۔ اس نے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے جذیمہ کو کھلا بھینچا کہ تم یہاں آؤ تو میں تمہارے ساتھ نکاح کر لوں گی۔ جذیمہ زیبا کے چکمہ میں آگیا اور اپنے ایک مصاحب کے ساتھ اس کے پاس چلا گیا۔ زیبا نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے ہاتھوں کی فصیدیں کھلوا کر مار ڈالا۔ جذیمہ کے بھانجے عمرو بن عدی کو اس کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے ہزار اونٹوں کا ایک قافلہ تیار کیا۔ ہر ایک اونٹ پر دو دو سپاہی صندوق میں بند کر کے رکھ دیئے اور ایک تاجر کے بھیس میں ملکہ زیبا کے دار الحکومت میں جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر تمام سپاہی صندوقوں سے نکل آئے اور ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ ملکہ زیبا کو دشمن کے ہاتھ سے قتل ہونا گوارا نہ ہوا اور اس نے اپنی انگوٹھی کا ہیرا نکل کر خودکشی کر لی۔ ملکہ زیبا کا قصہ عرب کی مشہور داستانوں میں سے ہے۔ زیبا سے بیٹنے کے بعد عمرو بن عدی نے سلطنت حیرہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے تیسری صدی عیسوی کی ابتداء میں حیرہ کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ عمرو بن عدی لخم کی پانچویں پشت میں تھا۔ اس لئے شاہان حیرہ کو لخمی بھی کہا جاتا ہے۔ عمرو کے بعد کسی بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ تا آنکہ تیسری صدی میں نعمان الاعور نے تاج حکومت سر پہ رکھا۔ اس نے ایک عظیم الشان محل ساسانی شہزادہ بہرام گور کے لئے بنوایا اور ایک بہت بڑی شہر کھدوائی جو "مہر سدیر" کے نام سے مشہور ہوئی۔ نعمان کچھ مدت حکومت کرنے کے بعد تارک الدنیا ہو گیا اور باقی عمر یادگیری میں بسر کر دی۔ نعمان کے بعد اس کا بیٹا منذر اول تخت نشین ہوا۔ وہ بڑا نامور بادشاہ تھا۔ اپنی اولاد

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اسی مقام پر پڑی اور انھوں نے یہاں سے شہر کو قوت کی بنیاد رکھی۔ سب سے پہلے انھوں نے وسط شہر میں اونچی کرسی دے کر ایک رفیع الشان مسجد تعمیر کرائی جس میں ایک وقت چالیس ہزار آدمی آسانی سے نماز ادا کر سکتے تھے۔ اس مسجد کے ستون جو سنگِ رخام کے تھے، مدرائن کے شاہی محل سے لائے گئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) میں تخت نشینی کے مسئلہ پر نزاع پیدا ہوئی تو وہ بہرام گور کی حمایت میں ایک جہاز شکر کے ساتھ ایران میں جا داخل ہوا اور بہرام گور کے مخالفوں کو شکست دے کر اسے تخت نشین کرایا۔ بہرام گور تقریباً تریسٹھ سال تک حکومت کرتا رہا۔ وہ ایران کے نامی بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے اس نے نہ صرف خاقان چین کو شکست دی بلکہ روم و ہند تک کو اپنا باجگزار بنایا کہتے ہیں کہ بہرام گور پہلا شخص تھا جس نے فارسی میں پہلا شعر کہا۔ وہ شعر یہ تھا

منم آل پیل دمان و منم آل شیریلہ نام بہرام مرا کنیت من بوجیلہ  
 منذر اول کے بعد یکے بعد دیگرے کسی بادشاہ تخت پر بیٹھے۔ ان میں سے کسی نے شہرت نہیں پائی چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں منذر ثالث حیرہ کا حکمران ہوا۔ وہ بڑا زبردست بادشاہ تھا۔ اس نے رومیوں کو تباہ توڑ شکستیں دیں اور دور دور تک اپنی شجاعت کی دھاک بٹھادی۔ ایک دن شراب کے نشہ میں اس نے اپنے دو مصاحبوں (عمر بن مسعود اور خالد بن المضلل) کو زندہ دفن کرا دیا۔ ہوش میں آیا تو سخت پشیمان ہوا اور ان کی دفن گاہ پر دستوں بتوائے جو العریان کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ سال میں دو دن ان ستونوں پر چایا کرتا تھا۔ ایک دن کا نام یوم بوس تھا اور دوسرے کا یوم نعیم۔ یوم بوس کو جو شخص سب سے پہلے اسے نظر آتا اسے قتل کر دیتا اور اس کا خون "غریبان" پر چھڑکتا۔ یوم نعیم سب سے پہلے ملنے والے شخص کو سو یا آٹھ بجاتا تھا۔ ایک دن حنظلہ طائی نامی ایک شخص یوم بوس کی زد میں آگیا۔ اس نے منت سماجت کر کے بادشاہ کے ایک مصاحب شریک بن عمر کی ضمانت پر ایک سال کی مہلت حاصل کر لی۔ سال کے بعد وقت مقررہ پر حنظلہ کو پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ مقرر نے شریک کے قتل کا حکم دے دیا۔ اتنے میں حنظلہ آپہنچا (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

ان ستونوں کی قیمت ایرانی رعایا کے جزیہ میں محجر کر دی گئی۔ مسجد کے اگرو دور دور تک بہت سے محلے بناٹے گئے جن میں جد اجد قبیلے آباد ہو گئے۔ مسجد کے قریب ایوان حکومت تعمیر ہوا جو "قصر سعد" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے سامنے ہی بیت المال اور مہمان خانہ کی عمارتیں تعمیر کرائی گئیں اور ان سے متصل فوج نے بھی اپنے مکانات بناٹے۔ اس طرح ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے)۔ بادشاہ حنظلہ کے ایفائے عہد سے اتنا متاثر ہوا کہ آئندہ کے لئے یہ رسم بند کر دی۔ مندر ثلاث کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن مند (۵۵۴ء تا ۵۶۹ء) تخت پر بیٹھا۔ اس کا زمانہ جاہلیت کے عرب شاعروں کا سرکوبن گیا۔ وہ عہد جاہلی کے مشہور شاعر عمرو بن کلثوم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عمرو بن کلثوم نے اپنے ایک مشہور قصیدہ میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہ قصیدہ سلع مغلقات میں موجود ہے۔

عمرو بن مند کے بعد کئی بادشاہ مھوڑے مھوڑے عرصہ کے لئے حیرہ کے تخت پر بیٹھے اور آخر ابو قابوس نعمان سوم بن مند چہارم نے سلطنت حیرہ کا تاج سر پر رکھا۔ (۵۸۰ء) عدی بن زید ایک فاضل عیسائی شاعر اس کا استاد تھا۔ عدی نعمان کی بیٹی پر عاشق ہو گیا اور نعمان سے اس کا رشتہ مانگا۔ نعمان نے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دیا لیکن بعد میں کسی بات پر برا فرختہ ہو کر اس نے عدی کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کے بیٹے زید کی تالیف قلب کے لئے اسے کسریٰ کے دربار میں حکومت حیرہ وکیل مقرر کر دیا۔ زید اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے بے تاب تھا۔ حسن اتفاق سے اسے جلد ہی یہ میسر آ گیا۔ ایک دفعہ خسرو پرویز کو چند حسین عورتوں کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے زید کو ایک افسر کے ساتھ نعمان کے پاس بھیجا۔ افسروں نے نعمان کو اپنے آنے کا مقصد بتایا تو اس نے کہا کہ کسریٰ کے لئے ایران کی حسین عورتیں کافی نہیں؟ "زید کا سامنے عربی زبان سے بخوبی واقف مہند تھا۔ اس نے زید سے نعمان کے جواب کا مطلب پوچھا۔ زید نے اسے بتایا کہ نعمان کہتا ہے کہ "کسریٰ کے لئے ایران کی "گائیں" کافی نہیں۔" ایرانی افسر نے خسرو پرویز کو یہی بات جا کر کہی۔ خسرو پرویز جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور نعمان کو بلا بھیجا۔ نعمان مدائن پہنچا تو (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

عظیم الشان شہر وجود میں آیا جو حقیقت میں ایک فوجی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں کم و بیش ایک لاکھ سپاہ آباد کی گئی۔ جن مسلمانوں نے مدائن چھوڑنا پسند نہ کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں وہیں رہنے کی اجازت دے دی لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ شروع میں کوفہ کے عام مکانات بانس کے بنائے گئے لیکن ایک دن ان میں آگ لگ گئی اور سب جل کر راکھ ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دی تو انہوں نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ نیچی دیواروں کے مکانات اینٹوں سے تعمیر کر لیں لیکن کسی مکان میں تین سے زیادہ کمرے نہ ہوں۔ اس کے بعد کوفہ میں دھڑا دھڑا پختہ مکانات بننے شروع ہو گئے۔ اور مہوڑے ہی عرصہ میں یہ شہر قابل رشک عظمت و شان کا مالک بن گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو "راس الاسلام" قرار دیا کرتے تھے۔

(۲)

رفاہِ عام کے کام اور دوسرے انتظامات

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ امارت میں رفاہِ عام کے متعدد کام کئے۔ انہوں نے کئی چھوٹی چھوٹی نہریں کھدوا کر پانی کی بہم رسانی کا نہایت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے)۔ پرویز نے اسے باندھ کر ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈال دیا۔

جنہوں نے اسے آٹا فانا کچل ڈالا بعض روایتوں میں ہے کہ پرویز نے اسے قید کر دیا اور وہ قید ہی میں مر گیا یہ

۶۰۲ء کا واقعہ ہے۔ مشہور عرب شاعر البغہ ذبیانی اسی نعمان بن منذر کے دربار کا شاعر تھا۔

نعمان ابوقابوس کے بعد حیرہ کے تخت پر دو تین بادشاہ اور بیٹھے لیکن وہ برائے نام بادشاہ

تھے۔ فی الحقیقت سلطنت حیرہ کی شان و شوکت کا خاتمہ ابوقابوس پر ہو گیا۔

حیرہ کا آخری بادشاہ منذر مغرور تھا۔ اس کا خاتمہ ۶۳۲ء میں ہوا۔

(ارمغانِ احباب۔ داستانِ مشاہیرِ عرب۔ ادبِ الجاہلی وغیرہ)۔

عمدہ انتظام کیا۔ ان میں سب سے مشہور نہروہ مٹھی جو انھوں نے اہل انبار کے لئے تیار کرائی حضرت سعد رضی کے حکم سے سعد بن عمرو (بن حرام) نے بڑے اہتمام سے یہ نہر کھدوائی لیکن راستے میں ایک پہاڑ آگیا اور کام مکمل نہ ہو سکا۔ بعد میں حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے زمانہ امارت میں اس نہر کو مکمل کیا۔ تاہم یہ نہر "نہر سعد" (بن عمرو) ہی کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی طرح حضرت سعد وقاص رضی نے مفتوحہ علاقے میں کئی میل اور مسافر خانے بنوائے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اپنے ذاتی سرمائے سے کئی مکاتب اور مدارس کھلوائے جن میں ہر کہ و مہ کو تعلیم حاصل کرنے کی آزادی تھی۔ کوفہ کی جامع مسجد کے علاوہ کئی اور مساجد بھی حضرت سعد رضی کے حکم سے تعمیر ہوئیں اور ان میں قرآن بچانے کا خاص اہتمام کیا گیا۔ ایک دفعہ کوفہ کے بیت المال میں چوری ہو گئی۔ حضرت عمر رضی کو اسکی اطلاع ملی تو آپ نے حکم بھیجا کہ بیت المال کو جامع مسجد سے ملا دیا جائے۔ حضرت سعد رضی کے حکم سے روز بنامی ایک پارسی مہار نے اس کام کو نہایت احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔ حضرت سعد رضی اس کی کارکردگی سے بہت خوش ہوئے اور مناسب سفارش کے ساتھ اسے دربار خلافت میں بھیج دیا۔ حضرت عمر اہل نہر کے قدر دان تھے۔ انھوں نے اس کے نام مستقل وظیفہ مقرر کر دیا۔

رفاہ عام کے کاموں کے ساتھ حضرت سعد رضی نے فوجی امور میں بھی نہایت قابلیت اور حسن تدبیر کا ثبوت دیا۔ ایک لاکھ سپاہیوں میں نظم و ضبط قائم رکھنا اور ان میں حسب مراتب تنخواہیں تقسیم کرنا بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔ حضرت سعد رضی نے اس کام کو ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ فوج کو کبھی ان کی ذات سے شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ تنخواہ کی تقسیم پر دس دس سپاہیوں پر ایک افسر مقرر تھا جو امیر عشر کہلاتا تھا۔ ایک دفعہ امرائے عشر کے تساہل یا بد عنوانی کے باعث تنخواہوں کی تقسیم میں گڑبڑ ہو گئی۔ اس سے فوج میں بے اطمینانی پیدا ہوئی۔ حضرت سعد رضی نے تمام حالات حضرت عمر فاروق رضی

لکھ بھیجے کیونکہ تنخواہ کی تقسیم کے ضابطہ میں کسی رو و بدل کے لئے دو بار خلافت کی منظوری ضروری تھی۔ حضرت عمر رضی نے اس بارے میں مفصل ہدایات بھیج دیں۔ حضرت سعد رضی نے ان ہدایات کی روشنی میں تمام فوجی مناصب اور روزنیوں کا از سر نو جائزہ لیا اور ان میں سب رو و بدل کے احکام جاری کر دیئے۔ اب کی بار انھوں نے تنخواہ کی تقسیم کے لئے دس دس کی بجائے سات سات سپاہیوں پر ایک ایک افسر مقرر کیا۔ حضرت سعد رضی کے اقرابات سے تمام فوجی مہتممین ہو گئی۔ چونکہ ان ایام میں کوفہ عالم اسلام کی سب سے بڑی چھاؤنی تھی اور پھر اس کا محل وقوع بھی نہایت اہم تھا اس لئے یہاں کی فوج کو ہر وقت چوکس رہنا پڑتا تھا۔ حضرت سعد رضی کے دورِ امارت میں اس فوج نے کئی نازک موقعوں پر گراں قدر خدمات سر انجام دیں جن دنوں اسلامی فوجیں شام کے مشہور شہر حمص کی طرف بڑھیں تو اہل جزیرہ کی باسی کڑھی ہیں ابال آیا اور وہ بڑے ساز و سامان کے ساتھ اہل حمص کی اعانت کیلئے روانہ ہوئے۔

حضرت سعد رضی کو اہل جزیرہ کی نقل و حرکت کی خبر ملی تو انھوں نے فوراً کوفہ سے ایک زبردست فوج بھیجی جس نے اہل جزیرہ کو چھپے دھکیل دیا۔ حضرت سعد رضی کا یہ اقدام شام کی اسلامی فوجوں کے لئے بڑا مفید ثابت ہوا اور انھوں نے بہت جلد حمص پر علم اسلام لہرا دیا۔ اگر اہل جزیرہ حمص کے عیسائیوں کی امداد کے لئے پہنچ جاتے تو اسلامی لشکر کو حمص کی تسخیر میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا۔ حضرت سعد رضی کی بروقت تدبیر نے دشمن کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔ اسی طرح جب ۲۱ھ میں یزدگرد نے عراق عجم میں زبردست فوجی تیاریاں کیں اور مسلمانوں کو عراق عرب سے نکالنے کے لئے تمام ایرانیوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کیا تو حضرت عمر رضی کے حکم سے کوفہ، بصرہ اور دوسرے فوجی مرکزوں سے ایک ایک تلت فوج ایرانیوں سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئی۔ حضرت سعد رضی نے کوفہ سے تیس ہزار فوج روانہ کی۔ اس میں حذیفہ بن الیمان رضی، جریر بن حبیبی رضی، قعقاع بن عمرو تمیمی رضی،

عمر بن سعد بکریؓ، عبداللہ بن عمرؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور طلحہ بن خویلد اسدیؓ رضی اللہ عنہم جیسے آزموہ کار  
 شجاع اور صاحب تدبیر لوگ شامل تھے۔ اس فوج کی قیادت حضرت عمرؓ کے حکم سے  
 نعمان بن مقرنؓ کے سپرد کی گئی۔ اس سے پہلے نعمانؓ کو فہ میں حضرت سعدؓ کے  
 ماتحت افسر مال تھے۔ فتنہ ارتداد اور عراق عرب کی سرکھ آرائیوں میں انھوں نے بڑا نام پایا  
 تھا۔ ان پر جہاد کا شوق اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب وہ کسکر کے عامل تھے تو حضرت  
 عمرؓ کو شکایت لکھ بھیجی کہ حضرت سعدؓ ان کو خراج جمع کرنے کی خدمت پر مامور کرنا چاہتے  
 ہیں لیکن یہ کام ان کے ولی منشاء کے مطابق نہیں بلکہ وہ ہر وقت جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف  
 رہنا پسند کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ خط پہنچنے پر حضرت سعدؓ کو ہدایت کی کہ وہ نعمانؓ  
 کو عامل خراج مقرر کرنے کی بجائے کسی ایسے کام پر مامور کریں جس میں انھیں جہاد کرنے کا موقع  
 ملتا رہے۔ حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب عراق عرب کی مہم کا  
 خاتمہ ہوا تو حضرت نعمانؓ نے کوفہ میں اقامت اختیار کر لی اور دل پر تیسرے کے افسر مال کا  
 عہدہ قبول کر لیا۔ اب پھر جہاد کا موقع آیا تو افواج اسلامی کی قیادت کے لئے فاروق اعظمؓ  
 نے حضرت نعمانؓ ہی کو منتخب فرمایا۔ حضرت سعدؓ نے نہایت قابلیت اور اہتمام سے  
 فوجی تیاری کی تھی۔ چنانچہ جب کوفہ سے لشکر روانہ ہوا تو اس کے پاس نہ صرف ہر قسم کا  
 ساز و سامان موجود تھا بلکہ ہر ایک افسر اور سپاہی نے فنون جنگ میں پوری تربیت حاصل کی  
 ہوئی تھی۔

(۴)

بعض ناخوشگوار حالات اور مغزولی

کوفہ کی امارت کے دوران میں حضرت سعدؓ کو دو بار نہایت ناخوشگوار حالات کا  
 سامنا کرنا پڑا۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت سعدؓ کی قیام گاہ "قصر سعد" کے نام سے  
 مشہور ہو گئی تھی۔ حضرت عمرؓ فاروقؓ کو خبر ملی تو انھوں نے "قصر سعد" کے نام کو ناپسند



فرمایا تا ہم وہ خاموش رہے کیونکہ اس نام کی تہمیر میں حضرت سعدؓ کا کچھ دخل نہ تھا چنانچہ دن بعد حضرت سعدؓ نے بازار کے شور و غل سے بچنے کے لئے اپنی قیامگاہ کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنا کر اس میں دروازہ (یا پھاٹک) لگاوا دیا۔ حضرت سعدؓ کے بعض مخالفین نے بارگاہِ خلافت میں شکایت لکھ بھیجی کہ سعدؓ نے اپنے محل کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنا کر اس میں پھاٹک لگاوا دیا ہے۔ اس لئے اہل حاجت بلا روک ٹوک ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے لئے جو اسلام کے سادہ اصولوں کے علمبردار تھے، یہ صورتِ حال ناقابلِ برداشت تھی۔ انھوں نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو حضرت سعدؓ کے نام ایک خط دے کر کوڑہ جانے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ سعدؓ کی قیامگاہ کی ڈیوڑھی کو آگ لگا دیں اور جب وہ جل کر راکھ ہو جائے تو واپس چلے آئیں۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کوڑہ پہنچ کر امیر المومنین کا حکم حضرت سعدؓ کو سنایا۔ اور پھر "قصر سعد" کی ڈیوڑھی کو نذر آتش کر دیا۔ حضرت سعدؓ نے اس موقع پر نہایت تحمل اور اطاعت کیشی کا ثبوت دیا اور محمد بن مسلمہؓ سے مطلق کچھ تعرض نہ کیا۔ ایک دوسری روایت

۱۔ ابو عبد الرحمن محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہما سے تعلق رکھتے تھے۔ ہجرت نبویؐ ۲ سے قبل حضرت

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوہ بدر کے تین سو تیرہ نفوس قدسی ہیں سے ایک ہیں۔ بدر کے بعد غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ کعب بن اشرف یہودی کے قتل میں انھوں نے خاص حصہ لیا۔

حنوزم نے غزوات کے لئے باہر جاتے وقت کئی بار محمد بن مسلمہؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں کئی اہم معاملات کی تحقیق ان کے سپرد کی۔ محمد بن مسلمہؓ ان صحابہ میں سے ہیں جو مسلمانوں

کی باہمی جنگوں میں سب سے الگ تھلگ رہے۔ ان کا شمار فضلاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ سیکڑہ ہجری میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی بعض روایتوں میں ہے کہ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ایک شامی نے محض اس

بنام پر آپ کو شبید کر دیا کہ آپ نے امیر معاویہؓ کی طرف داری کیوں نہیں کی۔ وفات کے وقت دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ کتب احادیث میں حضرت محمد بن مسلمہؓ سے مروی چھ احادیث ملتی ہیں (سیر انصار، جلد دوم)

میں ہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی سعد بن ابی وقاص کی اور ان کے ساتھ کھانا پیش کیا۔ محمد بن مسلمہ نے کھانا قبول کرتے ہیں عذر کیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کا خط دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ خط کھولا تو اس میں لکھا تھا :-

”مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اپنی رہائش کے لئے ایک محل تعمیر کرایا

ہے جو ”قصر سعد“ کہلاتا ہے۔ اس کے سامنے تم نے ایک ڈیوڑھی تعمیر

کرائی ہے اور اس میں پھاٹک لگوایا ہے جو لوگوں کو تم تک پہنچنے میں

سدا رہا ہوتا ہے اور اگر فی الواقع ایسا ہے تو تم نے ہلاکت کا محل بنایا ہے

اس ڈیوڑھی اور اس کے پھاٹک کو فوراً گرا دو اور دروازے پر کوئی محافظ

یا دربان نہ رکھو تاکہ لوگ بغیر کسی روک ٹوک کے تم سے مل سکیں۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر قسم کھائی کہ ڈیوڑھی میں نے محض

شاور و شنب سے پینے کے لئے بتوائی ہے۔ میری قیام گاہ کے دروازے اہل حاجت کے

لئے ہر وقت کھلے ہیں۔ میں نے ان پر کوئی دربان مقرر نہیں کیا اور نہ یہاں لوگوں کے آنے

جانے میں کوئی رکاوٹ ڈالی ہے۔ لوگوں نے امیر المؤمنین کو غلط خبر پہنچائی ہے۔ اسی طرح

انہوں نے میری اقامت گاہ کو غلط طور پر ”قصر سعد“ کے نام سے مشہور کر دیا ہے۔“

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عذر قبول کر لیا اور مدینہ واپس جا کر تمام

حالات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کئے۔ انہوں نے بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عذر قبول

کر لیا اور ان کو کوفہ کی امارت پر بحال رکھا۔

دوسری مرتبہ مخالفت کا طوفان ۲۱ھ میں اٹھا اور یہ ان کی معزولی پر منتج ہوا۔

طبری کا بیان ہے کہ ۲۱ھ میں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے عراق عجم کو فوج روانہ

کی تو کچھ لوگوں نے ایرانیوں کے خلاف جنگ چھیڑنے کے خلاف چہ میگوئیاں شروع کر

دیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے جہاد سے کترانے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے

ان کے خلاف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی۔ اس پر یہ لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سخت مخالف ہو گئے اور جراح بن سنان کی قیادت میں ایک وفد مرتب کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ سعد رضی اللہ عنہ صحیح طریقہ سے نماز نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا۔ انھوں نے وہاں کی ہر ایک مسجد میں جا کر اس بارے میں لوگوں سے پوچھ چھچھی کی تو الزام لگانے والی جماعت کے سوا باقی سب لوگوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر عائد کردہ الزام کو غلط اور لغو ٹھہرایا اور کہا کہ ہم نے سعد رضی اللہ عنہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور فریقِ مخالف کے کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر مدینہ واپس ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فریقِ مخالف کا بیان سنا اور پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "سعد رضی اللہ عنہ تم کس طرح نماز پڑھاتے ہو کہ ان لوگوں کو شکایت پیدا ہوئی۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "پہلی دو رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے ابواسحاق مجھے تم سے یہی توقع تھی۔" امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے طریقِ عمل کو صحیح سمجھتے تھے۔ تاہم انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی امارت پر واپس بھیجا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ان کے خیال میں جو لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے وہ کوفہ میں کوئی اور فتنہ کھڑا کر سکتے تھے جس سے مسلمانوں کے تشدد و افتراق میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عہدہ امارت سے سبکدوش کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ یا بھایت و یگر عباد بن عثمان رضی اللہ عنہ کا والی مقرر کر دیا۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ کسی قدر مختلف طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے راوی حضرت جابر بن سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ "کوفہ کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس

حضرت سعد رضی کی شکایت کی۔ اس پر سعد رضی کو معزول کر دیا گیا اور ان کی جگہ عمار رضی کو کوفہ کا امیر مقرر کیا گیا۔ اہل کوفہ کی شکایت یہ تھی کہ سعد رضی اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے حضرت عمر رضی نے حضرت سعد رضی کو بلا بھیجا اور کہا کہ اے ابواسحاق ان لوگوں کے خیال میں تم اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔ ابواسحاق (سعد رضی) نے جواب دیا: "خدا کی قسم میں تو ہمیشہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا تھا اور اس میں کوئی کسر اٹھانے رکھتا تھا۔ عشاء کی نماز کی پہلی دو رکعتوں کو لمبا اور آخری کو مختصر کرتا تھا۔"

حضرت عمر رضی نے فرمایا: "اے ابواسحاق آپ کی نسبت مجھے یہی گمان تھا۔" انہوں نے حضرت عمر رضی نے ان (حضرت سعد رضی) کے ساتھ چند آدمی کوفہ بھیجے۔ ان میں سے ایک نے (جہیں حضرت عمر رضی نے تحقیق پر مقرر کیا تھا) اہل کوفہ سے پوچھ گچھ کی اور ہر مسجد میں جا کر لوگوں سے اس بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے (حضرت سعد رضی کی) تعریف کی۔ یہاں تک کہ وہ بنو عبس کی مسجد میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے شکایت کی حقیقت دریافت کی۔ ان میں سے ایک شخص اٹھا۔ اس کا نام اسامہ بن قنادہ اور کنیت ابوسعده تھی۔ اُس نے کہا تم ہم کو قسم دے کر پوچھ رہے ہو تو سنو کہ سعد رضی فوج کے ساتھ نہیں جاتے تھے۔ تقسیم میں مساوات نہیں برتتے تھے۔ مقدمہ میں عدل نہیں کرتے تھے۔

سعد رضی نے کہا: "ہاں خدا کی قسم میں تین چیزوں کی دعا کرتا ہوں۔ الہی اگر تیرا یہ بندہ دروغ گو (کاذب) ہے اور محض ریادہ کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر، فقر طویل کر اور اسے فتنوں کا نشانہ بنا۔"

راوی کہتے ہیں کہ بعد میں جب اس (اسامہ بن قنادہ) سے پوچھا جاتا تھا۔ کتنا تمہاری بہت ضعیف العمریوں اور فتنوں میں مبتلا ہوں۔ مجھ پر سعد رضی کی بددعا پڑی ہے۔ عبدالملک کا بیان ہے کہ میں نے ایک عرصہ کے بعد اسامہ بن قنادہ کو دیکھا۔ اُسکے پیٹ کبر سنی کی وجہ سے آنکھوں پر لٹاک اُسے تھے اور اُس کو راستے میں لڑکیاں چھیڑا کرتی تھیں۔

۱۰ بخاری باب وجوب القراءة الامام والمأموم فی الصلوة کلمۃ

کچھ دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کے مخالفین میں بنو اسد پیش پیش تھے اور ان کی سب سے بڑی شکایت یہی تھی کہ سعدؓ اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے۔ تحقیقات کے بعد یہ شکایت لغو ثابت ہوئی اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعدؓ کے طریق عمل کو صحیح قرار دیا۔ البتہ اسامہ بن قتادہ علبسی نے حضرت سعدؓ پر کچھ دوسرے الزامات بھی عائد کئے۔ بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزامات بالکل بے بنیاد اور لغو تھے اس لئے حضرت سعدؓ کو اسامہ کی الزام تراشی پر بڑا دکھ ہوا اور انہوں نے اسامہ کے لئے بددعا کی۔ چونکہ مستجاب الدعوات تھے، ان کی بددعا اسامہ کے حق میں پوری ہوئی اور دنیا پر روشن ہو گیا کہ اسامہ نے حضرت سعدؓ کو ناحق بدنام کیا تھا۔ اب ہم اسامہ کے الزامات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ "حضرت سعدؓ فوج کے ساتھ نہیں جاتے تھے۔"

کتاب سیر و تاریخ میں حضرت سعدؓ کی متعدد غزوات میں مجاہدانہ شرکت تو اسے ثابت ہے البتہ عراق عرب کی مہم کے موقع پر وہ ایک مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے یا لڑائی میں عملی حصہ لینے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس لئے فوج کی نگرانی اور دوسرے انتظامات اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے اور مبارزت کی خدمت ان کا نائب انجام دیتا تھا۔ حضرت سعدؓ کی معذوری کا علم سب مسلمانوں کو ہو گیا تھا اس لئے یہ کہنا کہ سعدؓ دانستہ میدان جنگ میں جاتے سے گریز کرتے تھے، بالکل غلط تھا۔

۲۔ "حضرت سعدؓ تقسیم میں مساوات نہیں برتتے تھے۔"

حضرت سعدؓ پر یہ الزام سراسر کج فہمی کی بناء پر تھا۔ مال غنیمت اور تنخواہوں کی تقسیم خلیفۃ المسلمین کے احکام کے مطابق ہوتی تھی۔ جن لوگوں نے لڑائی میں کاروائی کیا، نمایاں انجام دیئے ہوتے، ان کو عام حصہ سے کچھ زائد دیا جاتا تھا اسی طرح تنخواہوں اور وظائف کی شرح لوگوں کی لیاقت، مراتب اور فرائض کے مطابق مقرر تھی۔ ہر ایک کو مساوی تنخواہ

یا وظیفہ دیتا ناممکن تھا۔

۳۔ "حضرت سعد رضی مقدمہ میں انصاف نہیں کرتے تھے"

یہ الزام قطعاً غلط تھا۔ اسامہ اور حضرت سعد رضی کے دوسرے مخالفین ایک مثال بھی ایسی نہ پیش کر سکے جس میں حضرت سعد رضی نے عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑا ہو اور جانب داری سے کام لیا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ جس فریق کے خلاف فیصلہ دیا جائے وہ بالعموم حاکم کو غیر منصف سمجھتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سعد رضی نے خدا اور خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کی روشنی میں اپنی صوابدید کے مطابق کوئی فیصلہ دیا ہو اور اس میں بتقاضائے بشری کوئی سُقم رہ گیا ہو لیکن یہ کہتا کہ وہ دانستہ کسی کسی فریق کی بے جا رعایت کرتے تھے، بالکل غلط تھا۔

عدالتی فیصلے تو ایک طرف رہے۔ حضرت سعد رضی عام معاملات میں بھی استفادہ احتیاط پر تھے کہ کوئی دیانتدار شخص السنۃ ان کو جانبداری متہم نہ کر سکتا تھا اس ضمن میں صحیح بخاری کی اس روایت کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

ویدت کران اقوامًا اختلفوا

کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں میں اذان دینے کے

فی الاذان فاقراع

معاملہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت سعد

بینہم سعداً لہ

نے ان میں قرعہ ڈالا

یعنی خود کسی فریق کے حق میں فیصلہ دینے کے بجائے حضرت سعد رضی نے قرعہ اندازی

کے ذریعے یہ جھگڑا نیٹا یا۔ عدالتی مقدمات کا فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے نہیں کیا جاسکتا تھا

مذکورہ واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سعد رضی مقدمات میں کس قدر احتیاط سے

کام لیتے ہوں گے۔ حضرت سعد رضی نیک نیت اور بے قصور تھے، اس لئے اپنے خلاف

بے ہودہ الزامات سن کر ان کو قدرتا غصہ آیا اور انہوں نے برملا اپنے دلی جذبات کا اظہار

۱۔ بخاری کتاب المناقب باب الاستہام فی الاذان۔

ان الفاظ میں کیا ہے۔

”پس عربوں میں پہلا شخص ہوں جس نے راہِ حق میں تیر چلایا یا ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوتے تھے اور سہا سے پاس درختوں کے پتوں کے سوا کوئی چیز کھانے کے لئے نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ ہمارا فضلہ اونٹ یا بکری کی مینگنیوں کی طرح ہوتا تھا جس میں کوئی خلط نہیں ہوتی تھی (اللہ اللہ کیسا وقت آگیا ہے کہ) آج بتو اسد اسلام کے معاملہ میں مجھ کو مستحقِ تعزیر گردانتے ہیں گویا میں خائب و خاسر ہوں اور میرا عمل رائیگان گیا ہے“ اے

طبقات ابن سعد میں واقدی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو منصبِ امارت سے ہٹا کر ان کا مال بٹایا تھا لیکن دوسری روایات سے اس روایت کی تخلیط ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تمام الزامات سے بری قرار دیا تھا ہی ان کی منصبِ امارت سے بیکدوشی، تو یہ ملکی مصالح کی بناء پر تھی، نہ کہ کسی خیانت یا فرار کی ادائگی میں کوتاہی کی بناء پر۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ ان کی بے گناہی پر دل ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# فاروق اعظم کی وصیت

(۱)

## فاروق اعظم کی وصیت

۲۳ھ (مطابق ۶۴۴ء) میں دنیا سے اسلام ایک المناک ساتھ سے دوچار ہوئی۔ یہ ساتھ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی۔ حضرت معمر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس غلام ابو لؤلؤ فیروز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذاتی پر خاشش تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو فیروز نے گھات سے نکل کر ایک دو دو دھاری خنجر سے ان کے پیچھے دوپے چھوڑ رکھے۔ جن میں سے ایک زہیر ناپ تھا۔ اس سے ان کی آنتیں کٹ گئیں اور وہ زخم کے صدر سے گر پڑے۔ لوگوں نے قاتل کو پکڑا تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ جب ہوش آیا تو پوچھا: ”مجھ پر کس نے حملہ کیا ہے؟“

اسے مؤرخین نے اس پر خاشش کا سبب یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خراج یا محصول کی رقم کو خود اپنے آقا معمر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو دیتا تھا، گھٹانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس واقعہ سے چند دن پہلے فیروز نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ معمر بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول عائد کیا ہے اسے کم کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محصول کی مفت دار پوچھی تو اس نے کہا ”دو درہم یومیہ“۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”تم کیا کام جانتے ہو؟“ اس نے جواب دیا: ”اہن گرمی، نقاشی اور نجاری“۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم ایک ہنرمند آدمی ہو اور جو ہنر تم جانتے ہو ان کے مقابلے میں محصول کی رقم زیادہ نہیں اس پر فیروز ناراض ہو کر چلا آیا۔“



لوگوں نے بتایا کہ "اللہ کے دشمن ابو لؤؤ فیروز نے" فرمایا "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرا قاتل کسی عرب (یعنی اسلام کے نام لیوا) کو نہیں بنایا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاج کے لئے دو تین طعیرب بلائے گئے۔ انھوں نے نبیؐ اور دودھ پلایا۔ دونوں چیزیں زیر زخم سے باہر نکل آئیں۔ اب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ امیر المؤمنین جاہل نہیں ہو سکیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جان گئے کہ اب آخری وقت ہے۔ لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ آپ اپنا جانشین نامزد کر دیں۔ فاروق اعظم نے سوچ بچار کے بعد چھ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام لئے اور فرمایا کہ یہ لوگ اپنے میں سے جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو خلافت کا حق دار نہیں پاتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارے عمر ان سے خوش رہے۔

ان چھ صحابہ کے اسمائے گرامی یہ تھے۔ (۱) حضرت عثمان بن عفان۔ (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ (۳) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ (۴) حضرت زبیر بن عوام۔ (۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور (۶) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ ان لوگوں کا انتخاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وقت نظر پر ڈال ہے۔ فی الحقیقت خلیفہ کے انتخاب کے لئے ان سے بہتر لوگ نہیں مل سکتے تھے۔ فاروق اعظم نے وفات سے قبل حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نسبت خصوصیت سے یہ الفاظ فرمائے:-

فانی لم اعزلہ عن  
عجز ولا خیانہ  
فان اصابت الاحرارۃ  
سعداً فهو ذاک  
واکا فلیستن بہ  
ایکم ما امر، لہ

میں نے ان (سعد رضی اللہ عنہ) کو (فرائض سے) کوتاہی  
یا خیانت کی بناء پر معزول نہیں کیا۔ اگر سعد رضی  
خلافت کے لئے منتخب ہو جائیں تو وہ اس  
کے اہل ہیں اور اگر وہ منتخب نہ ہوں تو جو خلیفہ  
بنایا جائے وہ ان سے مدد لے (یعنی ان کی خدمات  
سے فائدہ اٹھائے)۔

## عید اللہ بن عمر رضی کا جوش انتقام

فاروق اعظم رضی نے قاتلانہ حملے کے دوسرے یا تیسرے دن پیکِ اہل کو بیٹک کہا  
 ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی اجازت سے ان کی آخری آرام گاہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور حضرت ابوبکر صدیق رضی کے پہلو میں بنا دی گئی۔ طبری اور ابن اثیر کی روایت کے  
 مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی، حضرت عثمان ذوالنورین رضی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی، حضرت زبیر بن عوام رضی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی  
 نے ان کی میت کو قبر میں اتارا۔

جس دن حضرت عمر رضی پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اسی دن سے مدینہ میں یہ افواہ گشت  
 کر رہی تھی کہ امیر المومنین پر حملہ ابو لؤلؤ کا ذاتی فعل نہیں ہے بلکہ وہ ایک سازش کا شکار  
 ہوئے ہیں۔ اس سازش کے سلسلہ میں لوگ ہرمزان اور جفینہ کا نام لے رہے تھے  
 فاروق اعظم رضی کے نوجوان فرزند عبید اللہ کے کانوں میں اس افواہ کی بھنک پڑی تو شرط  
 غیظ میں وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے اور شمشیر بکف ہرمزان کے گھر پہنچے۔ جب وہ باہر  
 نکلا تو تلوار کے ایک بھر لو پوار سے اس کو خاک و خون میں لٹا دیا۔ گرتے وقت اس کی  
 زبان پر "لا الہ الا اللہ" کے الفاظ تھے۔ ہرمزان کے بعد عبید اللہ نے جفینہ کا کام تمام  
 کیا اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ ابو لؤلؤ کی ایک لڑکی کو بھی مار ڈالا جو مسلمان تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی کو خبر ملی کہ عبید اللہ بن عمر رضی نے قانون کو اپنے ہاتھ میں

لے ہرمزان ایران کا مشہور امیر تھا۔ وہ ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ خوزستان کی فتح کے بعد

وہ گرفتار ہو کر حضرت عمر رضی کے سامنے پہنچا اور ایک جیل سے اپنی جان بچائی۔ اس کے بعد مشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ

میں اقامت اختیار کر لی۔ اسے جفینہ حیرہ کا رہنے والا ایک عیسائی تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص

کا دو دھڑ شریک بھائی تھا۔ حضرت سعد رضی کے ایما سے وہ مدینہ میں آکر مقیم ہو گیا تھا اور لوگوں کو لکھنا پڑھنا

سکھایا کرتا تھا۔

لے لیا ہے اور مدینہ کے تمام پردیسی غلاموں کے قتل پر کمر باندھی سے، تو وہ عبید اللہ کو  
 خونِ ناحق سے روکنے کے لئے فوراً گھر سے نکل پڑے۔ اس اثناء میں حضرت عمرو بن عاص  
 نے عبید اللہ سے ان کی خونِ اود تلواریں لے کر اپنے قبضے میں کر لی تھی۔ حضرت سعد  
 نے وہاں پہنچ کر عبید اللہ کے سر کے بال پکڑ لئے اور ان کو لعنت ملامت کی کہ تم نے  
 تحقیق کے بغیر ہرمزان، جفینہ اور ایک کمسن لڑکی کو قتل کر ڈالا ہے۔ عبید اللہ پر خون  
 سوار تھا، وہ حضرت سعد رضی سے بھی الجھ پڑے جو لوگ اس موقع پر موجود تھے انھوں  
 نے بڑی مشکل سے دونوں کو الگ کیا اور عبید اللہ کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔

(۳)

### خلیفہ سوم کا انتخاب

ابھی تک خلیفہ سوم کا انتخاب عمل میں نہیں آیا تھا اور مدینہ کی فضا پر رنج و ام  
 کے باد چھائے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد تین دن کے  
 اندر اندر خلیفہ منتخب کر لینا۔ اس واقعہ کے بعد مجلسِ شوریٰ کے ارکان ایک لمحہ کی  
 تاخیر کے بغیر خلیفہ کے انتخاب کے کام میں مشغول ہو گئے۔ پہلی مجلس مشاورت بیت المال  
 میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر حضرت عمرو بن عاص رضی اور مغیرہ بن شعبہ رضی بھی بیت المال  
 کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی کو ان کا وہاں بیٹھنا سخت ناگوار  
 گرا اور انھوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر کہا: "تمہیں یہاں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا"

۱۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی سربراہانِ خلافت ہوئے تو سب سے پہلے ان کے سامنے  
 عبید اللہ بن عمرو رضی کا مقدمہ پیش ہوا۔ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ عبید اللہ کو ہرمزان اور ابولؤلؤ کی لڑکی کے قتل  
 میں قتل کیا جائے لیکن عام لوگوں کی رائے یہ تھی کہ ان سے نرم سلوک کیا جائے۔ حضرت عثمان رضی نے  
 عبید اللہ کے فعل کو سخت ناپسند کیا تھا تاہم انھوں نے اس معاملے میں نرمی اختیار کرنا ہی مناسب  
 سمجھا۔ چنانچہ انھوں نے مقتولوں کا خون بہا اپنے پاس سے ادا کر کے عبید اللہ کو رہا کر دیا (عمر فاروق اعظم رضی)

کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مجلس مشاورت میں تم بھی شریک تھے۔ واللہ تمہیں یہاں نہیں بیٹھنے دیں گے؟

حضرت عمرو بن عاصؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ رضی اللہ عنہما حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ارشادات سن کر وہاں سے چل دئے۔ پہلی مجلس مشاورت میں ارکان شوریٰ کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے اس کے بعد دو دن تک شوریٰ کے کسی اجلاس ہوتے رہے۔ اس دوران میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ دوسرے ارکان شوریٰ نے بھی ان کے تتبع میں یہ معاملہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر چھوڑ دیا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کیا۔ مسجد نبویؐ میں اس فیصلہ کا اعلان کیا گیا تو لوگوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اسے قبول کر لیا۔ اور سب نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

(۴)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ دوبارہ منصبِ امارت پر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ سعد رضی اللہ عنہ اگر خلیفہ منتخب نہ ہو سکیں تو جو خلیفہ منتخب ہو وہ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائے۔ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کر دیا اس بار حضرت سعد رضی اللہ عنہ تین سال تک منصبِ امارت پر فائز رہے۔ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے ماتحت مہتمم بیت المال کے عہدے پر

لے ابو عبدالرحمن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس کے بعد ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضورؐ کو جو تپنا پھلتا، خواب سے جگایا کرتے اور دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ انہوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتوں کی تعلیم حاصل کی۔ حضورؐ اربابِ اگلے صفحہ پر لکھیں۔

فائز تھے۔ اس کے ساتھ منصبِ قضاہ بھی اُن کے سپرد تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرائض امارت کو مہلت خوش اسلوبی سے انجام دیا لیکن ۲۶ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اُن کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کسی ضرورت کی بناء پر بیت المال سے کچھ قرض لیا لیکن بعض ایسے اسباب پیش آئے کہ وہ مدت تک یہ قرض واپس نہ کر سکے۔ مہتمم بیت المال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے معاملات میں بہت سخت تھے اور کسی نرمی کے روادار نہیں تھے۔ انھوں نے قرض کی وصولی کے لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر بہت سختی کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے)۔ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن چار شخصوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو علم کی تھیلی کہا کرتے تھے۔ وہ قرآن کریم کے حافظ اور بہت بڑے عالم تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن

مجید میں کوئی سورۃ یا آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب اتری اور کہاں اتری

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "خدا کی قسم ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ رسالت

اور عمل کا واقف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنگ

بدر سے جنین تک تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ عہدِ فاروقی میں یربک

کے ہولناک محاصرے میں وادِ شجاعت دی۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ۲۷ھ میں ان کو کوئٹہ کا قاضی مقرر کیا۔ وہ

اس عہد پر دس سال تک فائز رہے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بعض اسباب کی بناء پر ان کو اپنے

عہد سے سبکدوش کر دیا۔ اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ غزلیت گزین ہو گئے۔ ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں مدینہ

منورہ میں وفات پائی۔ اُس وقت اُن کی عمر ساٹھ سال سے کچھ اوپر تھی۔ وصیت کے مطابق رات

کے وقت جنتِ بقیع میں دفن کیے گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آٹھ سوار تالیس (۶۸)

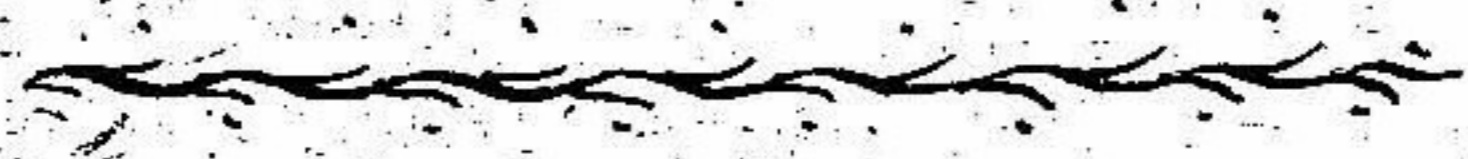
احادیث مروی ہیں۔ وہ ان اصحاب میں سے ہیں جو علمِ فضل کے لحاظ سے سرآمد روزگار تسلیم کیے گئے۔

(مہاجرین حبشہ اول)

کی نیت تیک مٹھی اور وہ کچھ مہلت چاہتے تھے لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فوراً اذکار  
 کرنے پر مٹھی مٹھی حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے شدید اصرار پر غصہ آگیا اور انہوں نے اپنی  
 چھتری زمین پر پھینک کر آسمان کی طرف نظر کی اور کہا:-  
 "اے زمین و آسمان کے خالق...."

رسول اکرم ص نے ایک بار حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے حق میں دعا فرمائی مٹھی "اللَّهُمَّ اجِبْ  
 دَعْوَتَنَا" (الہی اس کی دعا قبول فرمایا کر) اس لئے ان کا مستجاب الدعوات ہونا مسلم تھا۔  
 حضرت عبداللہ ڈرگئے اور بلند آواز سے بولے۔ "دیکھو میرے لئے بددعا نہ کرنا۔" حضرت  
 سعد رضی اللہ عنہما نے کہا۔ "واللہ اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو میں تمہارے لئے سخت بددعا کرتا۔" حضرت  
 عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اب وہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کی اقامت گاہ  
 سے نکل گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے اظہارِ غضب  
 پر ناراض ہوئے اور ان کو منصبِ امارت سے سبکدوش کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا امیر  
 مقرر کر دیا۔



## گوشہ نشینی

### عقیقہ کا گوشہ نشینی

حضرت سعد رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ۲۶ھ میں کوفہ کی مارت سے سبکدوش کیا۔ اس کے بعد انھوں نے سیاستِ ملکی سے یکسر قطع تعلق کر لیا اور مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں عزت گزین ہو گئے اور اپنی وفات تک تیس پانچتیس سال نہایت خاموشی سے گزارے۔ اس دوران میں عالمِ اسلامی میں بڑے بڑے آثارِ چڑھاؤ اور فساد و فتنہ برپا ہوئے لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہما ان سب سے کنارہ کش رہے۔ اگر کسی وقت گوشہ نشینی سے باہر تشریف لائے بھی تو اس کا مقصد محض بند و نصیحت اور لوگوں کو فتنہ و فساد سے روکنا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کے آخری دنوں میں جب منسدر مدینہ میں داخل ہو گئے اور انہوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہما عقیق سے مدینہ تشریف لائے اور باغیوں کو مقدور بھر سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں کے مقدورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا خونِ ناحق لکھا ہوا تھا۔ انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہما کی نصیحت کا کوئی اثر قبول نہ کیا اور وہ ان لوگوں سے مایوس ہو کر واپس آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت

لے مسند احمد حنبلی میں حضرت بسیر بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "ان سعد بن ابی وقاص قال عنہ فتنۃ عثمان ابن عفان اشهد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتھا ستکون فتنۃ القاعد فیہا خیر من القائم والقائم خیر من الماشی والماشی خیر من الساعی"

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفائے راشدین نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں سے  
 متھے جنہوں نے بلا توقف خلافت رضوی کو تسلیم کر لیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت  
 کر لی تاہم معاملاتِ ملکی سے وہ بہت دور تعلق رہے اور اپنے گوشہ نشینانہ عہدت کو کسی حال  
 میں چھوڑنا پسند نہ کیا۔ مسلمانوں میں تشدد و افتراق کی خبریں سن کر ان کو بہت صدمہ  
 ہوتا تھا اور انہوں نے سب سے کہہ دیا تھا کہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور جنگ کی  
 کوئی بات مجھے نہ سنایا کرو۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کی افسوس ناک باہمی جنگوں میں "جنگِ جمل"  
 سرفہرست ہے۔ اس میں اگر ایک طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت  
 حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جیسے حلیل القدر بزرگ متھے تو دوسری طرف اُمّ المؤمنین  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت  
 ہستیوں نے بعض لوگوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں شامل  
 ہونے کی ترغیب دی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں  
 اُس وقت تک نہیں لڑوں گا جب تک تم مجھے ایسی تیغ کا پتہ نہ بتاؤ جس کی آنکھیں  
 زبان اور ہونٹ ہوں اور وہ یہ کہے کہ فلاں کافر ہے اور فلاں مومن۔"

چنانچہ جب جمل میں مسلمان مسلمان کے خلاف صفت آرا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ  
 مدینہ منورہ میں یاد الہی میں مشغول تھے۔ مسند احمد حنبلی میں عبداللہ بن رقیم کثانی سے روایت  
 ہے: "اخرجنا الى المدينة زمن الجمل فلقينا سعد بن مالك بها"  
 (جنگِ جمل کے زمانہ میں ہم مدینہ گئے وہاں سعد بن مالک (ابن وقاص) سے ملاقات ہوئی)۔

(۲)

مسلمانوں کی باہمی اوپیش سے کنارہ کشی

جنگِ جمل کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان محرکہ آرائیوں

(صفحہ گزشتہ سے آگے) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتنہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ  
 نے فرمایا ہے عنقریب ایک فتنہ کھڑا ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہو جائے، کھڑے ہونے والا چلنے والے  
 سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔



کا سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی روش پر قائم رہے اور مطلق کسی لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ البتہ جب انھوں نے سنا کہ فریقین نے آپس میں صلح کی گفتگو کرنا منظور کر لیا ہے تو وہ بے حد مسرور ہوئے اور گفتگوئے مصالحت کا نتیجہ دیکھنے کے لئے دومتہ الجندل تشریف لے گئے۔ افسوس کہ یہ گفت و شنید بے نتیجہ ثابت ہوئی اور مسلمانوں کی باہمی مناقشت ختم نہ ہو سکی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ شکستہ ہو کر واپس اپنے گوشہ عزت میں آگئے اور پھر تا دم مرگ ہر قسم کے ملکی قضیوں سے یکسر بے تعلق رہے۔ عقین میں وہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے حتیٰ کہ ان کو اونٹ اور بکریاں چرانے سے بھی گریز مہین تھا۔ ایک دفعہ وہ جنگل میں بکریاں چرانے سے تھے کہ ان کا بیٹا عمرو بن سعد آیا اور کہنے لگا۔ "ابا جان آپ جنگل میں اونٹوں اور بکریوں میں زندگی گزار رہے ہیں اور لوگ حکومت اور

لے یہاں طبری۔ ابن سعد۔ ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر کی ان روایات کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں تھی اور وہ انھیں ہی خلیفہ برحق سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب حکیم کے موقع پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نامزد حکم) کی سادگی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (حضرت معاویہ کے نامزد حکم) کی سیاست سے مات کھا گئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

"افسوس تھا بے حال پرانے ابو موسیٰ تم عمرو کی چالوں کے مقابلے میں بڑے کمزور نکلتے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دست برداری کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی لیکن اس حال میں بھی وہ انھیں خلیفۃ المسلمین کی بجائے بادشاہ تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ بیعت کے بعد وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملے تو السلام علیک ایہا الملک" کہہ کر خطاب کیا۔ وہ بولے "اگر آپ امیر المؤمنین کہتے تو کیا حرج تھا؟" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم جس طرح آپ کو یہ حکومت ملی ہے اس طریقہ سے اگر یہ مجھے مل رہی ہوتی تو میں اس کا اپنا ہرگز پسند نہ کرتا۔"

(ابن الاثیر — جلد ۳)

سلطنت کے لئے قسمت آزمائی کر رہے ہیں۔ کیا اس وقت آپ کا گوشہ نشین رہنا مناسب ہے؟

حضرت سعد رضی عنہ کی بات سُن کر سخت کپیدہ خاطر ہوئے اور اُس کی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا: "خاموش ہیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننا ہے کہ خدائے متقی عنینِ محفی بندہ کو محبوب رکھتا ہے"۔

مسلم کتاب الفضائل میں روایت ہے کہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی عنہ حضرت سعد رضی عنہ سے ملے اور کہا کہ آپ ابو تراب (علی کرم اللہ وجہہ) کی مخالفت کیوں نہیں کرتے (اُن کو بُرا کہتے ہیں آپ کو کیا چیز مانع ہے؟) حضرت سعد رضی عنہ نے جواب دیا تم جو یہ کہتے ہو تو تین باتیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمائیں۔ ان کے ہوتے ہوئے میں علی رضی عنہ کو بُرا نہیں کہہ سکتا۔ اگر ان تین باتوں میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہو جائے تو یہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہو میں نے رسول اکرم

لے یہ روایت صحیح بخاری اور اسد الغابہ کی ہے۔ مسند احمد حبل میں ہے کہ حضرت سعد رضی عنہ کے پاس ان کا بیٹا عامر آیا اور ان کو سیاستِ ملکی میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ حضرت سعد رضی عنہ نے فرمایا: "بیٹا تم چاہتے ہو کہ میں فتنہ کا سرگروہ بنوں؟ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھ کو ایسی تلوار نہ مل جائے جو مسلمان کو مارتے وقت ہٹ جائے اور کافر کو مارتے وقت لگ جائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننا ہے۔ آپ فرماتے تھے: خدائے بزرگ و بزرگ محفی متقی (پوشیدہ پرہیزگار) کو محبوب رکھتا ہے۔" البدایہ والنہایہ کی روایت ہے کہ زمانہ فتنہ میں ایک دفعہ حضرت سعد رضی عنہ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے ان سے کہا کہ اگر آپ اس وقت خلافت کا دعویٰ کر دیں تو ایک لاکھ تلواریں آپ کی حمایت کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: "بھتیجے ان ایک لاکھ تلواروں میں سے میں صرف ایک ایسی تلوار چاہتا ہوں جو کافر پر تو چلے لیکن کسی مسلمان پر نہ چلے۔"

لے عرب میں سرخ اونٹوں کو بُرا قیمتیں سمجھا جاتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انھوں نے بعض عنزوات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا چانتین بنایا تھا  
 علی رضی اللہ عنہ نے کہا: "یا رسول اللہ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا ہے" حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تمہارا میرے ساتھ وہ تعلق ہو جو ہارون  
 (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ تھا۔ البتہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔"  
 اور جنگ خیبر کے دن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "آج میں علم ایسے  
 آدمی کو دوں گا جو خدا اور خدا کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو خدا اور خدا کا رسول دوست  
 رکھتے ہیں" حضور کا ارشاد سن کر ہم نے گردنیں بڑھائیں (اگے بڑھے) حضور صلعم نے فرمایا  
 "علیؑ کو بلاؤ۔" وہ لائے گئے۔ اس وقت وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے حضور صلعم نے  
 ان کی آنکھوں کو اپنا لعاب لگایا اور علم عنایت فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔  
 اور جب یہ آیت نازل ہوئی "تداع ابناء نساء کما تورسول اللہ صلعم نے  
 علیؑ کو بلا دیا اور فرمایا "خداوند! یہ میرے اہل ہیں گا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر ایہ معاذیہ خاموش ہو گئے۔ اہل روایت سے عدم  
 ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت علیؑ سے اس وجہ کے فضائل کے متعلق تھے اور وہ اس سے سن  
 کے مداح تھے یہی وجہ تھی کہ انھوں نے بلا توقف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنی تھی۔ یہ الگ بات  
 ہے کہ وہ مسلمانوں کی باہمی آویزش سے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ، اسامہ بن زیدؓ، عبداللہ بن عمرؓ  
 اور بعض دوسرے صحابہ کرام کی طرح کنارہ کش رہے۔

لہٰذا یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیبی جانبداری نہیں تھی  
 ان کے نزدیک خوارج (یا حروریہ) فاسق تھے۔ ایک دفعہ ان کے بیٹے منعب نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آیت  
 "قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا" سے حروریہ مراد ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں وہ  
 یہود و نصاریٰ ہیں یہود نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا کہ اس میں کھانا  
 ہے نہ پینا۔ اور حروریہ وہ ہیں جو خدا سے عہد و پیمانہ کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الکہف)

# سفرِ آخرت

(۱)

## وصیت اور وفات

حضرت سعد رضی کو حقیق میں خانہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہوئے جب ایک طویل عرصہ گزر گیا تو ضعفِ پیری ان پر غالب آنا شروع ہوا۔ تو اسے بدنی مضمحل ہو گئے اور آنکھوں کی بصارت نے جو اب دے دیا۔ اب وہ منتظر تھے کہ کب خالقِ حقیقی کا بلاوائے اور وہ اس عالمِ فانی سے کنارہ کریں۔ آخر ۵۵ھ ہجری میں یہ ساعت آ پہنچی۔ وفات سے چند دن پہلے انھوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نکالی جو پانچ ہزار درہم نکلی۔ یہ تمام رقم انھوں نے والیِ مدینہ کے پاس بھجوا دی۔ مرضِ الموت میں وصیت کی کہ غزوہ بدر میں جو اون کی کپڑا میں چھپے ہوئے تھا اس میں لپیٹ کر دفن کرنا میرے لئے لحد کھودنا اور (قبر پر) کچی اینٹ نصب کر دینا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ سالِ وفات کے بارے میں مورخین میں خاصا اختلاف ہے مختلف روایوں میں سالِ وفات ۵۵ھ، ۵۶ھ، ۵۷ھ اور ۵۸ھ درج ہے۔ حانظ بن حجر عسقلانی نے "تہذیب التہذیب" میں تمام روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ۵۷ھ والی روایت زیادہ شہور اور معتبر ہے۔ سالِ وفات کی طرح حضرت سعد رضی کی عمر

۵۷ھ صحیح مسلم

۵۷ھ طبقات ابن سعد

کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ مختلف روایتوں کی روشنی میں ان کی کم از کم عمر ۷۲ سال اور زیادہ سے زیادہ پچاسی سال ٹھہرتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب :-

(۲)

### جنازہ اور تدفین

حضرت سعد رضی کی وفات کے بعد ان کی وصیت کی تعمیل کی گئی اور ان کو بدر ولے اونی کپڑے کا کفن پہنایا گیا۔ اس کے بعد جنازہ مدینہ منورہ لایا گیا۔ ان کی وفات کی خبر سن کر مدینہ منورہ میں کھرام مچ گیا اور ہر طرف سے لوگ جنازہ میں شرکت کے لئے اُٹھے اس وقت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی حیات تھیں۔ ان کو بھی حضرت سعد رضی کی رحلت سے سخت صدمہ پہنچا اور انھوں نے خواہش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس محبوب اور جاں نثار ساتھی کا جنازہ مسجد نبوی میں لایا جائے تاکہ وہ بھی اپنے حجروں میں نماز جنازہ پڑھ سکیں۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ جنازہ مسجد میں پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے یہ اعتراض سنا تو فرمایا۔ ”لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس پر کس قدر جلداء اس کرنے لگتے ہیں۔ کیا رسول اللہ (صلعم) نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھائی تھی؟“ اس بارے میں صحیح مسلم میں ایک مفصل روایت اس طرح مذکور ہے :-

لما توفی سعد بن ابی وقاص	جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی فوت ہوئے
ارسل ازواج النبی صلعم ان	تو ازواج النبی صلعم نے پیغام بھیجا کہ ان کا جنازہ
یسروا بجنازته فی المسجد	مسجد میں لایا جائے تاکہ وہ بھی نماز جنازہ
فیصلین علیہ، ففعلوا	پڑھ سکیں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ حجروں

لہ صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق حضرت سعد رضی کا جنازہ مسجد میں لانے کا حکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے دیا تھا۔

فوقف به علی حجر هن یصلین  
 علیہ اخرج به من باب  
 الجنائز الذی کان الی القاعد  
 فیلغهن ان الناس عابوا  
 ذاک ، وقالوا ما کانت  
 الجنائز یدخل بها المسجد  
 فبلغ ذاک عائشة ، فقالت  
 ما اسرع الناس الی ان یعبوا ما لا  
 علم لهم به ،  
 عابوا علینا ان یحرم  
 بجنائزہ فی المسجد  
 وما صلی رسول اللہ صلعم  
 علی سہیل بن بیضاء  
 الا فی جوف المسجد

کے قریب (سامنے) جنازہ رکھا گیا۔  
 اور ازواجِ مطہرات رضہ نماز جنازہ پڑھنے لگیں  
 باب الجنائز سے جو سمتِ احد کی طرف ہے  
 جنازہ نکالا گیا۔ ازواجِ مطہرات کو خبر ملی کہ لوگوں نے  
 اس پر اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جنازے  
 مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے۔  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا  
 لوگوں کو جس چیز کا علم نہیں ہوتا ،  
 اس پر کس قدر جلد نکتہ چینی کرنے لگتے ہیں  
 ہم پر اعتراض کیا گیا ہے کہ جنازہ  
 مسجد میں کیوں لایا گیا۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 سہیل بن بیضاء رضہ پر مسجد کے وسط میں  
 نماز (جنازہ) پڑھی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یاد دلایا  
 تو معتز ضہین خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت سعد رضہ کا جنازہ مسجد میں لایا گیا اور  
 اہل بیت المؤمنین رضہ کے حجروں کے سامنے نماز جنازہ ادا کی گئی۔ والی مدینہ مروان بن الحکم نے

اس موقع پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک اور مسئلہ بھی بیان فرمایا۔  
 موسیٰ شہادہ سے جو ایت ہے کہ میں عائشہ رضہ زوجہ رسول اللہ صلعم کے پاس اس روز گیا جب سعد بن ابی  
 وقاص رضی اللہ عنہ وفات پائی تھی۔ اتنے میں عبدالرحمن بن ابی بکر رضہ (برادر ام المؤمنین) آئے۔ انھوں نے وضو کیا تو حضرت  
 عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عبدالرحمن اچھی طرح وضو کرو میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ ایڑیوں کو آگ کا (باقی اگلے صفحہ پر)

نماز جنازہ پڑھائی۔ اُمّات المؤمنین نے اپنے حجروں میں نماز ادا کی یہ  
اس کے بعد فاتح عراق عرب، جان نثار رسول صلعم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی  
"کو جنت البقیع" میں اپنی آخری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا یہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) عذاب ہو گا۔ (یعنی وضو کے وقت پاؤں کو اڑیوں سمیت اچھی طرح دھونا  
چاہیے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے)۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ - باب آخر فی صفتہ الوضوء)»

۱۷ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ کھلی جگہ پڑھنی چاہیے مسجد میں پڑھنا جائز  
ہے نہ حضرت سہیل بن بیضا رضی کی نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اس لئے پڑھی کہ آپ اعنکاف  
میں تھے بہر صورت محولہ بالا روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت نماز جنازہ کا مسجد میں پڑھنا جائز معمول  
نہ تھا جو اصحاب حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی روایت کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز سمجھتے ہیں وہ بھی اسے  
اس بات سے مشروط کرتے ہیں کہ میت کو ایسی بیماری نہ ہو جس سے مسجد کے نجس ہو جائے کا حدیث ہو۔ یعنی  
لاش سے خون وغیرہ نہ بہ رہا ہو»

۱۸ چین کے مشہور شہر کنٹن میں ایک قدیم مزار ہے چینی مسلمانوں میں مشہور ہے کہ یہ مزار حضرت  
سعد بن ابی وقاص رضی کا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک قدیم مسجد ہے جو ہوائی ٹیٹانگ سرو (مسجد بادگار پیچیر) کے  
نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی نے تعمیر کرائی تھی چینی مسلمانوں کی اکثر  
روایات میں سعد وقاص رضی کا ذکر ہے۔ البتہ بعض روایات میں سعد نہیں لیکن وقاص یا ابو وقاص ضرور ہے  
ان میں سے کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہنشاہ چین  
کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ اور کچھ دوسری روایات کے مطابق حضرت عثمان رضی کے عہد خلافت میں مسلمانوں  
کا ایک وفد حضرت سعد رضی (یا حضرت ابو وقاص) کی قیادت میں چینی دربار میں آیا حقیقت یہ ہے کہ اس  
بارے میں چینی مؤرخوں کو تسامح ہوا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اپنی زندگی میں کبھی چین نہیں گئے اور ان کا  
مدفن بلاشبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں ہے۔ کنٹن میں جو قدیم مزار ہے وہ کسی دوسرے بزرگ  
مدفن ہے (ہو سکتا ہے کہ ان کا نام ابو وقاص ہو) اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی سے لاپاتی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو»

حلیہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا۔

قد کوتاہ۔ سر بڑا۔ تاک چھٹی جسم فریبہ۔ بال گھنے۔ ہاتھ کی انگلیاں موٹی اور مضبوط۔  
 دو تین روایتوں میں ان کا قد بلند و بالا لکھا ہے لیکن اکثر روایات ان کے کوتاہ قامت  
 ہونے کے بارے میں متفق ہیں۔ اس ضمن میں بشر بن ربیعۃ الخثعمی کا یہ شعر نقل کرنا بہ محل  
 نہ ہوگا جو انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف اظہارِ ناراضی کے لئے کہا تھا۔

وسعد امیر بشرۃ دون خیرۃ

طویل الشذی کابی الزناد قصیر

(اور سعد ایسے امیر ہیں جن کی بُرائی ان کی بھلائی سے زیادہ ہے)

وہ تکلیف دینے میں طویل اور قد میں ابوالزناد کی طرح کوتاہ ہیں۔)

علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ بشر بن ربیعۃ رضی اللہ عنہ مجاہدین قادسیہ میں سے تھے۔

جنگ کے بعد ان کو مالِ غنیمت سے حسبِ منشاء حصّہ نہ ملا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے

(یقیناً حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) منسوب کرنا غلطی ہے۔ زمانہ حال کے بعض مؤرخین کی تحقیق یہ

ہے کہ کنٹن کی مشہور مسجد ۹۰۰ عیسوی میں تعمیر کی گئی تھی اور اس سے متصلہ مقبرہ فی الحقیقت

ایک بزرگ "ابن وہاب" کا ہے۔ وہ خاندانِ قریش سے تھے اور نویں صدی عیسوی میں بصرہ کی

بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر چین آئے۔

شہنشاہ چین نے اپنے دربار میں بلا کر ان کی بے حد عزت و تکریم کی اور ان سے عرب کے

حالات پوچھے۔ یہ بات خاص طور پر لوریانت کی کہ عربوں نے ایران کیسے فتح کیا۔ ابن وہاب نے

سب باتوں کا معقول جواب دیا۔ شہنشاہ سے رخصت ہو کر وہ چین کی سیاحت میں مشغول ہو گئے اور

ساتھ ساتھ تبلیغِ اسلام بھی کرتے رہے۔ ۹۰۰ عیسوی میں یا اس سے کچھ عرصہ پہلے کنٹن میں وفات پائی کنٹن کی

اور مزار ان ہی کی یادگار ہیں۔



ناراض ہو گئے اور غیظ و غضب کے عالم میں ان کے خلاف چند اشعار کہے۔ ان میں  
ایک مذکورہ شعر بھی تھا۔ علامہ طبری نے یہ شعر اس طرح نقل کیا ہے

وسعد امیر خیرہ دون شرک

وخیراً امیراً بالعراق جریر

(اور سعد رضایسے امیر ہیں کہ ان کی بھلائی ان کی برائی سے بڑھ کر ہے)

(اور عراق کے سب سے اچھے امیر جریر ہیں) اے

—————

---

اے طبری کا بیان ہے کہ جنگ قادسیہ کے بعد مشہور مجاہد عمرو بن معدیکرب رض بھی حسب منشاء  
حصہ نہ ملنے پر حضرت سعد رض سے ناراض ہو گئے اور ان کے خلاف چند اشعار کہے ان میں سے ایک شعر

یہ تھا

نُعْطَى السَّوِيَّةَ مِنْ طَعْنِ عَلِيٍّ نَفِيٍّ وَلَا سَوِيَّةَ إِذْ تُعْطَى الدُّنْيَا نَائِبِ

جب نیزے سینے چھید رہے تھے تو ہمیں برابر کا شریک رکھا گیا لیکن جب دنیا تقسیم کرنے کا وقت آیا تو برابر کا حصہ نہ دیا گیا

حضرت سعد رض نے حضرت عمر فاروق رض کو یہ واقعہ لکھا تو انہوں نے لکھا کہ ان کو خوشش کر دو۔ حضرت

سعد رض نے عمرو بن معدیکرب رض اور بشر بن ربیعہ رض کو مزید ڈر ڈر ہزار درہم دے کر خوشش کر دیا۔

گویا یہ اشعار محض ایک وقت ابال کا نتیجہ تھے اور ان بزرگوں کے دل ایک دوسرے کی طرف سے

صاف تھے ۱۱

—————

## خانگی زندگی

(۱)

ازواج

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ ازواج کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ بنت شہاب نہر یہ .. ۲۔ ماویہ بنت قیس بن معدی کرب
- ۳۔ زہد بنت عاتقا .. ۴۔ ام عامر بنت عمرو ..
- ۵۔ سلمیٰ بنت حفص (پانچصفر) .. ۶۔ خولہ بنت عمرو ..
- ۷۔ ام حکیم بنت قارظہ .. ۸۔ ام ہلال بنت ربیع ..
- ۹۔ ام حجیرہ .. ۱۰۔ طیبہ بنت عامر ..
- ۱۱۔ ایک عرب عورت جو لڑائی میں گرفتار ہو کر آئی ..

(۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے چھتیس<sup>۳۶</sup> اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے اٹھارہ لڑکے تھے اور اٹھارہ لڑکیاں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں :-

(۱) اسحاق اکبر۔ (۲) عمر۔ (۳) محمد۔ (۴) عامر۔ (۵) اسحاق اصغر۔ (۶) اسمعیل۔

(۷) ابراہیم - (۸) موسیٰ - (۹) عبداللہ - (۱۰) مصعب - (۱۱) عبداللہ اصغر - (۱۲) عبدالرحمن -  
 (۱۳) عمیر اکبر - (۱۴) عمیر اصغر - (۱۵) عمرو - (۱۶) عمران - (۱۷) صالح - (۱۸) عثمان -  
 لڑکیوں کے نام یہ ہیں :-

(۱) ام الحکیم کبریٰ - (۲) حفصہ - (۳) ام قاسم - (۴) ام کلثوم - (۵) ام عمران - (۶) ام عمرو -  
 (۷) ام الحکیم صغریٰ - (۸) ہند - (۹) ام زبیر - (۱۰) ام موسیٰ - (۱۱) حمیدہ - (۱۲) جمنہ - (۱۳) ام عمرو -  
 (۱۴) ام ایوب - (۱۵) ام اسحاق - (۱۶) رملہ - (۱۷) عمرہ عمیاد - (۱۸) عائشہ -

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی پہلی اولاد لڑکی تھی حجۃ الوداع  
 کے موقع پر جب وہ شدید علیل ہوئے اور رسول اکرم ان کی عیادت کے لئے تشریف  
 لے گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے ترکہ کے متعلق وصیت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں عرض کیا: "میری وارث صرف ایک بیٹی ہے" یہ اسی لڑکی کی طرف اشارہ تھا۔  
 (یہ روایت ایک پچھلے باب میں آچکی ہے۔)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے عامر - محمد - عائشہ - مصعب - ابراہیم اور عمرو نے  
 تاریخ میں بڑی شہرت پائی۔ عمرو بن سعد سانحہ کربلا کے سلسلے میں بہت بدنام ہے۔  
 افسوس کہ جان نثار رسول سعد رضی اللہ عنہ کا فرزند رہے کی حکومت کے لالچ میں اندھا ہو کر  
 آل رسول کے قتل میں شریک ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس وقت دشت کربلا میں  
 امام حسین رضی اللہ عنہ اور تلواروں کی بوجھاڑ ہو رہی تھی تو حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا  
 بے تاب ہو کر غصے سے باہر نکل آئیں اور انھوں نے عمرو بن سعد سے مخاطب ہو کر  
 اُسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق یاد دلایا۔ اُس وقت عمرو نے  
 فرطِ اندامت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اور روتے روتے اُس کی ڈاڑھی اُسوؤں  
 سے تر ہو گئی لیکن وائے شقاوت و بد بختی کہ اُسے دشمنانِ آلِ رسول سے کنارہ کش  
 ہونے کی توفیق نہ ہوئی۔

## ذریعہ معاش اور جائداد

حضرت سعد رضی نے بحین میں تیر سازی کا کام سیکھا تھا اور ہجرت سے پہلے یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ اس زمانے میں تیر سازی کی صنعت بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ حضرت سعد رضی نے اس میں ایسا کمال پیدا کیا کہ دور دور سے لوگ ان کی بٹائی ہوتی کمائیں اور تیر خریدنے آتے تھے۔

ہجرت کے بعد دوسرے مہاجرین کی طرح حضرت سعد رضی کو بھی عسرت اور تنگدستی کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ کرتے تھے اور ہمارے پاس درختوں کے پتوں کے سوا کوئی چیز کھانے کے لئے نہیں ہوتی تھی۔" جوں جوں اسلام و سعادت پذیر ہوا، مسلمان مادی لحاظ سے بھی خوش حال ہوتے چلے گئے اور ایک وقت آیا حضرت عمر فاروق رضی کے عہد خلافت میں کہ عرب میں شاد ہی کوئی صاحب احتیاج ملتا تھا۔ خیبر کی فتح کے بعد رسول اکرم نے حضرت سعد رضی کو وہاں کی مفتوحہ اراضی میں ایک جاگیر عطا فرمائی جس میں لوہہ خود کاشت کرتے تھے اور بعض اوقات زمین بٹائی پر بھی لے لیتے تھے۔ بخاری میں روایت ہے۔

لے شروع شروع میں مہاجرین کا مدینہ میں کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ انصار نے رسول اکرم ص سے درخواست کی کہ ہماری زمینیں اور نخلستان ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔ حضور نے انکار فرمایا۔ پھر انصار نے پیشکش کی کہ مہاجرین ہماری زمینوں میں محنت کریں ہم ان کو پیداوار میں شریک کر لیں گے۔ مہاجرین نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ بعد میں انصار نے اپنے کھیت بٹائی پر دینے شروع کئے تو اکثر مہاجرین نے زمینیں بٹائی پر لے کر زراعت اختیار کر لی۔ بخاری میں روایت ہے کہ مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو مہاجر یا مہاجر بھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو۔ حضرت سعد رضی بھی انہی لوگوں میں شامل تھے۔

”نزارع علیؓ و سعد بن مالک رضی اللہ عنہما“ الخ

یعنی علی رضی اللہ عنہ اور سعد بن مالک رضی اللہ عنہ (ابن وقاص) نے زراعت کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں لوگوں کے روزینے مقرر کئے تو بدری صحابہ رضی اللہ عنہم سے امتیازی سلوک کیا اور ہر بدری صحابی کا باختلاف روایت پانچ ہزار یا چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی بدری صحابی تھے۔ یہ وظیفہ ملنے سے ان کی خوشحالی میں اضافہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ عراقِ عرب کے مالِ غنیمت میں سے انکو بہت بڑی رقم ملی اور وہ عرب کے متمول ترین لوگوں میں سے ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں انھوں نے ایک بجر اور افتادہ زمین خرید کر زراعت کا شغل اختیار کر لیا۔ گوشتہ نشینی کے دنوں میں وہ اپنا وقت عبادتِ گلابانی یا کھیتی باڑی میں کاٹتے تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ایک وسیع مکان تھا جو بروایت واقعہ ان کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ اس مکان کے ساتھ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ انھوں نے اپنا مکان حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار ہزار درہم میں فروخت کر دیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے مکان میں شامل کر لیا۔ یہ واقعہ بخاری میں عمر بن شریک کی زبانی تفصیل سے منقول ہے۔ عمر بن شریک روایت کرتے ہیں :-

”میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ وہاں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ابو رافع رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور سعد رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ اے سعد میرا مکان آپ خرید لیں اور اپنے مکان میں ملا لیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ میں اسے نہ خریدوں گا (یعنی خریدنا نہیں چاہتا) ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا آپ کو ضرور خریدنا ہوگا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہنے لگے واللہ میں چار ہزار درہم سے زیادہ اس کی قیمت نہ دوں گا۔ خواہ یہ رقم قسطوں میں لے لو یا یکمشت

وصول کر لو۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ کو اس مکان کی قیمت پانچ سو دینار ملتی ہے  
 اگر میں نے رسول اللہ صلعم سے نہ سنا ہوتا کہ ہمسایہ کا حق زیادہ ہوتا ہے تو  
 میں آپ کو چار ہزار درہم میں نہ دیتا۔ جبکہ مجھے اس کے پانچ سو دینار مل رہے  
 ہیں۔ چنانچہ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے پاس وہ مکان فروخت کر دیا۔  
 ”بخاری کتاب التشفیع“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ امارت میں کوفہ میں جہنم ایک ناپیشاں مکان بنوایا  
 اور اس کے بعد مدینہ سے دس میل دور عقیق کے مقام پر محل کی طرز کا ایک مکان بنوایا۔ اکثر  
 روایات میں اس مکان کو ”قصر“ کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے  
 ان سعداً اسكب الى قصره بالعقيق، الخ  
 (سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے قصر کو جو عقیق میں تھا، سوار ہو کر گئے۔) مسلم کتاب الحج

مسلم کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عقیق میں رسول اکرم ﷺ کی  
 طرف سے زمین مرحمت ہوئی تھی۔ چھپے ذکر اچکا ہے کہ اپنی وفات سے پہلے حضرت سعد رضی  
 اللہ عنہ نے پانچ ہزار درہم زکوٰۃ تکالی مٹی اس سے ان کے مال کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک روایت  
 کے مطابق انھوں نے دھائی لاکھ درہم ترکہ چھوڑا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مناقب و فضائل

(۱)

صحیحین اور دوسری کتب احادیث و سیر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان مناقب درج ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فی الحقیقت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس جہت کا ایک گویہ ثابت ہے۔ ان کی رفعت شان اور علوئے مرتبت کا اندازہ مندرجہ ذیل مناقب سے کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ اسلام کے سابقین اولون میں سے ہیں اور سابقون اولون میں بھی امتیاز کی درجہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا نام بجز کسی ترقی کے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لیا جاسکتا ہے۔

۲۔ وہ ان مقدس "بلاکشان اسلام" میں سے ایک ہیں جنہوں نے راہِ حق میں ہر قسم کے مصائب و شدائد مردانہ وار برداشت کئے اور کسی قسم کا خوف، طمع اور خوفی رشتہ ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکا۔

۳۔ ان کو "شعب ابی طالب" میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔

۱۔ یہ مناقب بخاری مسلم۔ ترمذی۔ اسد الغابہ، البدایہ۔ مسند احمد حنبلی طبقات ابن سعد۔ اصحابہ اور دیگر کتب رجال سے اخذ کئے گئے ہیں۔

۴۔ وہ پہلے صاحبِ رسولؐ ہیں جنہوں نے (ہجرت سے پہلے) راہِ حق میں (محض  
غیرتِ دینی کی بناء پر) خونریزی کی۔ ۱۷

۵۔ وہ مہاجرینِ اولین میں سے ایک ہیں۔ اور مہاجرینِ اولین وہ تھے جو فضائل و مناقب  
لحاظ سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم کے بعد دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم  
افضل ہیں۔ ان کی فضیلت علمائے اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہے۔  
۶۔ ان کو فخرِ موجودات سرورِ کونین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے  
"مردِ صالح" کا عظیم لقب مرحمت ہوا۔ ۱۸

۷۔ وہ اصحابِ بدر میں سے ایک ہیں۔ غزوہ بدر اور ثمر کائے بدر کی تاریخِ اسلام میں  
جو اہمیت ہے، وہ ہر مسلمان پر بخوبی روشن ہے۔ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم نہ صرف عہدِ رسالت میں  
بلکہ حضورؐ کے بعد بھی ہر معاملہ میں امتیازی درجہ حاصل رہا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم  
کے نزدیک اصحابِ بدر کا جو درجہ تھا وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی اس روایت  
سے واضح ہوتا ہے :-

جَاءَ جِبْرِئِيلُ عَلَيَّ السَّلَامُ  
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ مَا تَعْدُونَ أَهْلَ بَدْرِ  
فِيكُمْ - قَالَ مِنْ  
أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ - قَالَ  
وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ  
بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ

جبرئیل علیہ السلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور کہا کہ آپ اہل بدر کو مسلمانوں

میں کیسا سمجھتے ہیں؟ (رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

تمام مسلمانوں سے افضل سمجھتا ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام

نے کہا کہ ملائکہ میں سے جو فرشتے بدر

میں آئے (نازل ہوئے) ان کا درجہ ملائکہ

۱۷ اس کی تفصیل "تیری راہ میں ہم ستائے گئے" کے باب میں آچکی ہے۔

۱۸ اس کی تفصیل "مدینہ کی ابتدائی زندگی" کے باب میں آچکی ہے۔



عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (صحیح بخاری) میں بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے (یعنی وہ بھی سب ملائکہ سے افضل سمجھے جاتے ہیں)۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ بدر کو بغیر کسی حساب کے بخشش کا مستحق ٹھہرایا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْلَعَ اللَّهُ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اْعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (ابوداؤد)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا اب تم جو چاہو کرو میں تمہاری مغفرت کر چکا ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب بدر رضی اللہ عنہم سے جو تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

ایک دفعہ حضور مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقے میں رونق افروز تھے مجلس اقدس میں تل دھرنے کی جگہ نہ بنتی۔ اتنے میں کچھ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں آگئے اور بیٹھنے کے لئے جگہ نہ ہونے کے باعث مجلس کے کنارے پر کھڑے ہو گئے حضور انھیں کھڑا دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور ٹھکرانے مجلس میں سے جو لوگ بدری صحابہ نہیں تھے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم اپنے بدری بھائیوں کے لئے جگہ خالی کر دو۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ انہی اصحاب کی خلیل القدر جماعت کے ایک فرد تھے۔

۸۔ وہ ان ثابت قدم صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جو جنگ احد میں اخیر تک میدان جنگ میں رہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سپر بنے رہے۔ اس جنگ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنے ماں اور باپ جمع کئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

«يَا سَعْدُ إِسْرَارٌ قَدَاكَ أَبِي دَارِحِي»

(اے سعد تیرا چلا میرے ماں باپ تجھ پر تشریف لائے ہوں)۔

۹۔ وہ ان دس مقدس اصحاب رضی میں سے ایک ہیں جو عشرہ مبشرہ کے عظیم لقب سے مشہور ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واضح الفاظ میں جنت کی بشارت دی۔ دوسرے نو اصحاب رضی یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی۔ حضرت عمر فاروق رضی۔ حضرت عثمان غنی رضی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی۔ حضرت زبیر بن العوام رضی۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی۔ حضرت سعید بن زید رضی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی۔

۱۰۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت سعد رضی کے حق میں دعا فرمائی

اللَّهُمَّ اجِبْ دَعْوَتَهُ وَسَدِّدْ رُؤْيَاهُ

(اللہ ہی اس کی دعا قبول فرمایا کر اور اس کی تیرا فگنی درست رہے)۔

اس مبارک دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی کو مستجاب الدعوات بنا دیا۔ لوگ ان سے دعائے خیر کے خواہاں رہتے تھے اور ان کی بددعا سے ڈرتے تھے۔ ولایت کوفہ کے زمانہ میں اسامہ بن قتادہ نے بے جا اور غلط الزامات لگا کر ان کا دل آزرہ کیا تو بے اختیار ان کے منہ سے اسامہ کے لئے بددعا نکل گئی لیکن یہ مشروط تھی یعنی اگر الزام لگانے والا جھوٹا ہے تو اس کی عمر اور فقر دراز ہو اور وہ فتنوں میں مبتلا ہو۔ اسامہ کے حق میں یہ بددعا پوری ہوئی چنانچہ وہ خود کہا کرتا تھا:-

اصابتني دعوة سعد رضی مجھ پر سعد رضی کی بددعا پڑی۔

حضرت عثمان رضی کے عہدِ خلافت میں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے جھگڑ پڑے اور بددعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ابن مسعود رضی خود بڑے جلیل القدر صحابی تھے لیکن وہ بھی حضرت سعد رضی کی بددعا سے ڈر گئے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے کہ میرے لئے بددعا کرنا۔

۱۱۔ وہ ان سر فرشتوں صحابہ رضیوں سے ایک ہیں جو بیعت رضوان سے مشرف ہوئے اور جو تاریخ میں "اصحاب الشجرہ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت سعد رضی کے لئے اس سے بڑھ کر فخر و مباہات کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ ان کو اس مقدوس گروہ کا ایک رکن بننے کا ثناء حاصل ہوا۔ جن کو حق تعالیٰ نے خود اپنی خوشنودی کی بشارت دی :-

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورہ فتح)

اے پیغمبر خدا! مسلمانوں سے راضی تھا جبکہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

۱۲۔ حجۃ الوداع کے موقع پر وہ مکہ میں شدید بیمار ہو گئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کی پیشانی، چہرے اور شکم پر دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی :-

"اللهم اشف سعدًا وامن له هجرته"

(اے الہی! سعد رضی کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو پورا کر دے)۔

۱۳۔ حضرت سعد رضی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامتالی رشتہ دار تھے اور اسی بار حضور فرط محبت سے ان کو ماموں کہا کرتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ حضرت سعد رضی کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک شخص کو اپنے ماموں کی عزت مل چاہیے۔

۱۴۔ حضرت سعد رضی کو بارگاہ نبوی میں خصوصی قرب اور اختصاص حاصل تھا۔ یہاں تک کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوسرے مسلمانوں کی سفارش بھی کرتے تھے صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے ایک مسلمان کی سفارش کی لیکن حضور متوجہ نہ ہوئے۔ جب حضرت سعد رضی نے اپنی عرضداشت کو کسی بار دہرایا تو حضور نے ان کی گردن اور ہاتھوں کو مس فرمایا اور حکم دیا کہ "اے سعد! آگے بڑھ آؤ" اس کے بعد حضور حضرت سعد رضی سے آہستہ آہستہ (راز دارانہ) گفتگو فرماتے رہے۔

۱۵۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے راہِ حق میں تیرا فگتی کی

(۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عراقِ عرب کی قیادت کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ قادیسیہ، مدائن اور دوسرے معرکوں میں انھوں نے جس خوش تدبیری، جرأت اور حسن انتظام کا ثبوت دیا اس سے انھوں نے نامورانِ عالم کی صف میں اپنا خاص مقام بنا لیا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے جن چھ اصحاب کو خلافت کا اہل قرار دیا ان میں ایک حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے بارے میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر فرمایا:

«فان اصابت الاحرار سعداً فهو ذاك»

(اگر خلافت سعد رضی اللہ عنہ کو پہنچے تو وہ اس کے اہل ہیں)۔

اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اگر وہ خلیفہ منتخب نہ ہو سکیں تو جو خلیفہ منتخب ہو وہ ان خدمات سے فائدہ اٹھائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک ہیں جن کا ہاتھ اخیر دم تک مسلمان کے خون سے آلودہ نہیں ہوا۔ وفات کے بعد ان کے جنازہ کو یہ شرف حاصل کہ اہل بیت المؤمنین رضی اللہ عنہم نے بھی دوسرے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی۔

## اخلاق و عادات

حضرت سعد رضی نہایت اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ عادات کے مالک تھے۔ ان کا چہرہ اخلاق گلہائے رنگارنگ سے آراستہ تھا۔ خشیتِ الہی، حبِ رسول ص، اتباعِ سنت، غیرتِ دینی، تحملِ شہید، زہد و تقویٰ، شجاعت، تواضع، ایثار، سخاوت اور انکساری ان کے مخصوص اوصاف تھے۔ فی الحقیقت اخلاقی حیثیت سے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی صف میں نہایت ممتاز نظر آتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد بکریب سے حضرت سعد رضی کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ سعد رضی نہایت متواضع ہیں۔ اپنے خیمہ میں صوف کے عربی لباس میں شیر ہیں۔ مقدمات میں عدل اور تقسیم میں مساوات رکھتے ہیں۔ ہم پر مثل ہاں کے مہربان ہیں اور ہمارا حق چھوٹی چھٹی کے برابر تک پہنچاتے ہیں۔ لہ

(۱)

### خشیتِ الہی اور عبادت

حضرت سعد رضی پر ہر وقت خشیتِ الہی کا غلبہ رہتا تھا اور ان کی عبادت اور پابندی مشہور تھی۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو جسم پر خوفِ الہی سے رعشہ طاری ہو جاتا اور چہرہ کارنگ متغیر ہو جاتا۔ وہ نماز مہجد کی التزام سے پابندی

لہ اسد الغابہ ذکر سعد بن ابی وقاص رضی

کرتے تھے اور اکثر ادھی رات کے بعد مسجد نبوی میں جا کر نہایت خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے بعد نہایت عجز و الخج سے دعا مانگتے تھے کہ "الہی میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے اپنی مخلوق کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔" نماز پنجگانہ کے ادا کرنے میں وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کیسے ہی نامساعد حالات کیوں نہ ہوں نماز قضا نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک دفعہ مغرب کی نماز قضا ہو گئی تو سخت غمزدہ ہوئے۔ روزے نہایت کثرت سے رکھتے تھے۔ رمضان المبارک آتا تو انکی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ اس مقدس مہینہ میں رات دن عبادت کے سوا کوئی شغل نہ ہوتا۔ رات کے آخری حصے میں خوفِ خدا سے اس قدر روتے کہ ریش مبارک بھیگ جاتی۔ گو وہ عنفوانِ شباب ہی میں دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے تھے لیکن قبولِ اسلام سے پہلے کا زمانہ یاد آتا تو آنکھیں پریم ہو جاتیں۔ عبادت سے شغف کا یہ عالم تھا کہ اوائلِ اسلام کے پُرعسوت ایام میں مکہ کی ویران اور سنسان گھاٹیوں میں چھپ کر یادِ الہی کیا کرتے تھے۔ وہ بارہا حج کے لئے بھی تشریف لے گئے۔

(۲)

### حُبِ رَسُولِ ﷺ

حضرت سعد رضی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ وہ عالم کی ذاتِ اقدس پر دیوانہ وار قدارتھے اور ایک مقربِ بارگاہِ صحابی کی حیثیت سے رسولِ اکرم کی خدمت اور تائید و حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ وہ شہر سے لے کر آخر تک تمام غزوات میں والہانہ جوش اور ممتاز حیثیت سے شریک ہوئے اور نہایت خطرناک موقعوں پر سرورِ کونین کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ جنگِ احد مسلمانوں کے لئے ایک سخت آزمائش تھی۔ حضرت سعد رضی اس کڑھی آزمائش میں پورے اُترے اور آخر تک رسولِ اکرم کی سپر بنے رہے۔ اس جنگ میں حضرت سعد رضی کے حقیقی

بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے ایک پتھر سے رسول اکرم ص زخمی ہو گئے۔ حضرت سعد رضی  
 کو عتبہ سے ایسی نفرت ہوئی کہ وہ اس کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے  
 تھے کہ "خدا کی قسم عتبہ سے بڑھ کر میں کبھی کسی شخص کا دشمن نہیں ہوا" رسول اکرم ص  
 سفر میں ہوتے تو حضرت سعد رضی بن ہلال نے حضور کی قیامگاہ پر مہرہ دینے کے لئے پہنچ جاتے  
 اور آپ کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال رکھتے۔ حضرت سعد رضی کا یہی جذبہ تھا جس نے  
 انھیں رسالت مآب ﷺ کی نگاہ میں محبوب بنا دیا تھا۔

(۳)

### اتباع سنت

حضرت سعد رضی کو سنت نبوی کے اتباع کا خاص خیال تھا اور وہ حضور کے احکام  
 و ارشادات پر عمل کرنا اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ ان کی ولایت کوفہ کے زمانے  
 میں جب بعض کوفیوں نے حضرت عمر فاروق رضی سے شکایت کی کہ سعد رضی نماز بھی اچھی  
 طرح نہیں پڑھاتے تو امیر المؤمنین رضی نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ  
 لقد شكوك في كل شئ حة الصلوة  
 (وہ لوگ) اہل کوفہ) آپ کی ہر چیز میں شکی ہیں حتیٰ کہ نماز میں بھی۔  
 حضرت سعد رضی نے جواب دیا:-

اما انا فامد في الاوليين، واحذت في

الاحريين ولا اوما اقتديت به من صلوة رسول الله صلعم

(میرا حال میں تو پہلی دو رکعات طویل کرتا ہوں اور آخری دو مختصر اور جب میں رسول اللہ صلعم

کی نماز کی تقلید کرتا ہوں تو پھر مجھے (کسی کے کہنے کی) کچھ پروا نہیں)۔

اباؤسری الفاظ میں حضرت سعد رضی نے حضرت عمر فاروق رضی کو بتایا کہ رسول اکرم ص کا عمل

بھی یہی تھا اور میں حضور صلعم کا اتباع کرتا ہوں۔ لوگ خواہ کچھ کہیں میں سنت نبوی پر عمل کرونگا  
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا: "واللہ مجھے آپ کی نسبت یہی گمان تھا۔"

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عمل فی الواقع سرور کونین  
کی سنت کے مطابق تھا۔ وہ خود بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے اور  
دوسروں کو اس کی تلقین کرتے۔ فرماتے تھے کہ رسول اکرم صلعم کی حیات طیبہ سب سے لئے  
تقلید کا بہترین نمونہ ہے۔

حضور نے مدینہ منورہ اور اس کے نواح کو حرم قرار دیا ہے اور یہاں سے درخت وغیرہ  
کاٹنے کی ہمانعت فرمائی ہے۔ ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حد و حرم میں  
درخت کاٹتے دیکھا تو ٹپ اٹھے اور اس شخص کے اوزار چھین لئے۔ اس نے ان کی واپس  
کا مطالبہ کیا تو انہوں نے اسے رد کر دیا۔ صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح بیان ہوئی ہے:

سعد رضی اللہ عنہ اپنے محل کو جو عقیق میں تھا

سوار ہو کر جا رہے تھے

دیکھا کہ ایک غلام درخت کاٹ رہا ہے

انہوں نے اس کے اوزار چھین کر ضبط کر لئے

جب سعد رضی اللہ عنہ لوٹے تو غلام کے

گھر والے آئے اور مطالبہ کیا کہ غلام کو یا

ان کو وہ اوزار واپس کر دیں

جو انہوں نے غلام سے لئے تھے۔

فرمایا معاذ اللہ جو چیز مجھ کو

رسول اللہ صلعم نے عنایت فرمائی ہے، اے

ان سعداً اسرکب الی

قصرہ بالعقیق، فوجد

عبداً یقطع شجرًا، او

یخبطہ، فسلیہ، فلما

رجع سعد جاء اهل

العبد فکلموه ان یرد

علی غلامہم او علیہم

ما اخذ من غلامہم

فقال معاذ اللہ ان اسر

شیئاً نقلنیہ رسول اللہ

اے شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا تھا کہ حرم سے (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)



صلحہ و ابی ان یؤدی علیہم  
 اس کو کیسے واپس کر سکتا ہوں اور یہ کہہ کر  
 (کتاب الحج باب فضل المدینۃ)  
 اوزار) واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

(۴)

## غیرتِ دینی

حضرت سعد رضی غیرتِ دینی کے منظر اقم تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد جب وہ پہاڑ کی  
 گھاٹیوں میں چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے، ایک دفعہ مشرکین کا ایک گروہ ادھر آگلا اور  
 اسلام کا مسخر اڑانے لگا۔ حضرت سعد رضی اٹھے۔ گو وہ بے بس تھے لیکن دینِ حق کی توہین  
 برداشت نہ کر سکے۔ اونٹ کی ایک ہڈی پاس پڑی ہوئی تھی۔ اسے اٹھا کر ایک مشرک  
 کے سر پر دے مارا۔ اس کا سر چھٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔  
 حضرت سعد رضی ہاشمی نہیں تھے لیکن جب مشرکین نے بنو ہاشم کو مشعب ابی طالب  
 میں محصور کر دیا تو ان کی غیرتِ دینی برداشت نہ کر سکی کہ سرورِ کونین اور آپ کا  
 ساتھ دینے والے ہاشمی توفیقہ کشتی کریں اور وہ شکم سپر ہو کر کھائیں۔ چنانچہ وہ بھی اپنی رضا  
 و رغبت سے مشعب ابی طالب میں محصور ہو گئے اور اخیر تک رسولِ اکرم کا ساتھ دیا۔  
 سریرِ عبداللہ بن جحش رضی میں حضرت سعد رضی بھی حضرت عبداللہ کے ساتھ تھے  
 نخلہ پہنچ کر حضرت عبداللہ رضی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ”جو شخص واپس جانا چاہے، جا  
 سکتا ہے۔ میری طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں۔“ حضرت سعد رضی نے جوش کے ساتھ  
 فرمایا کہ واللہ ہم اس طرح واپس نہیں جائیں گے خواہ ہماری جانیں ہی کیوں نہ چلی جائیں ایک  
 دفعہ حضرت سعد رضی کے سامنے ایک مشرک نے حضرت عثمان بن مظعون رضی کے منہ پر طمانچہ مارا  
 حضرت سعد رضی اس کی یہ حرکت برداشت نہ کر سکے اور اٹھ کر اس مشرک کو ایسی سزا دی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے)۔ درخت وغیرہ کاٹنے والے کے اوزار چھین لئے جائیں۔ جو شخص یہ اوزار

چھینے گا وہی ان کا مالک ہوگا۔ (مظاہر حق۔ مولانا قطب الدین دہلوی)۔

کہ تمام مخالفین کو اُسندہ کے لئے کان ہو گئے ۔

(۵)

### تحمّلِ شدايد

تحمّلِ شدايد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خاص وصف تھا۔ انہوں نے راہِ حق میں ایسی ایسی مصیبتیں جھیلیں کہ انسان ان کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے۔ سابقوں اور اولوں تو خاص طور پر مشرکین کا بدستور ستم بنے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی اس مقدس جماعت کے ایک رکن تھے۔ وہ ایک مدت تک مکہ میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھیلنے رہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ کی ابتدائی زندگی بھی مصائب و شدايد سے خالی نہ تھی۔ چنانچہ خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ درختوں کے پتے کھا کھا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا کرتے تھے۔

(۶)

### زید و تقویٰ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نہایت عقیف اور پارہ سائے تھے۔ ساری عمر کبھی کسی مال دار آدمی سے کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول نہیں کیا اور نہ کبھی ایسا لقمہ کھایا جس کے پاک ہونے میں ذرا بھی شبہ ہو۔ وہ غیبت کو سخت ناپسند کرتے تھے اور کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ ان کے سامنے کسی دوسرے مسلمان کی بُرائی بیان کرے۔ لوگوں کو ہمیشہ حق گوئی کی تلقین کرتے اور ریاکاری سے بچنے کی ہدایت کرتے تھے۔ اکثر بازار میں گشت پر تشریف لے جاتے اور دکان داروں کو پورا تولنے اور پورا ناپنے کی ہدایت کرتے۔ فرماتے تھے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خائن لوگ (جن میں کم تولنے اور کم ناپنے والے بھی شامل ہیں) قیامت کے دن ذلیل و خوار ہوں گے۔ ان کی کثرتِ عبادت اور اتباعِ سنت کا ذکر سچھے اچکا ہے۔ عارت بن عبد اللہ جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دس برس تک رہے ہیں بیان کرتے ہیں کہ "سعد رضی اللہ عنہ نہایت متقی اور زائد تھے۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ جس وقت عالم

اسلام میں سیاسی مناقشات زوروں پر تھے، حضرت سعد رضی نے گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ جہاں ہر وقت یادِ الہی میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے بیٹے عمرو بن سعد نے ان ایام میں ان کو گوشہ تنہائی سے نکلنے اور خود خلافت کا دعویٰ کرنے کی ترغیب دی تو وہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ میرے بعد ایک فتنہ برپا ہوگا جس میں سونے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔" طبیعت تبیل اور رہبانیت کی طرف مائل تھی لیکن سرورِ کائنات نے ایسا کرنے سے منع فرمایا تھا اس لئے علائقِ دنیوی سے قطع تعلق نہ کیا۔ خود فرماتے ہیں :-

رسول اللہ صلعم علی عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن له لاخصینا  
(رسول اللہ صلعم نے عثمان بن مظعون کو تبیل کی اجازت نہ دی اور اگر ان کو اجازت مل جاتی تو ہم لوگ خستی ہو جاتے)۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح)

ایک بار حضرت سعد رضی نے اپنے ایک بیٹے سے فرمایا کہ اگر غنا چاہتے ہو تو قناعت کے وسیلہ سے حاصل کرو کیونکہ قناعت مال سے بے نیازی کے بغیر نہیں مل سکتی۔

اے حضرت عثمان بن مظعون رضی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ سابقین اسلام میں ان کا چودھواں نمبر ہے وہ دو ہجرتوں سے مشرف ہوئے۔ پہلی دفعہ مہاجرین حبشہ کی قیادت کی کچھ عرصہ بعد مکہ واپس آگئے اور پھر مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ رسول اکرم ص نے ان کا رشتہ سواخاۃ حضرت ابوالہیثم بن الیثم انصاریؓ سے کرایا۔ جنگ بدر میں والہانہ جوش سے شریک ہوئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد چند دن بیمار رہ کر ۲۷ھ کے اخیر میں وفات پائی۔ رسول اکرم ص کو حضرت عثمان رضی کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے پلین دفعہ باہشم پریم ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور خود نماز جنازہ پڑھا کہ جنت بقیع میں دفن کرایا۔ وہ پہلے صحابی ہیں جو جنت بقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت عثمانؓ فطر تا منہایت پرہیزگار تھے۔ ایک دفعہ خواہش پیدا ہوئی کہ قوائے شہوانیہ کو فنا کر کے جگلوں میں نکل جائیں۔ حضور ص نے سنا تو ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا اور ارشاد فرمایا کیا میری زندگی تمہارے لئے قابلِ تقلید نہیں۔ میری بیویاں بھی ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

## شجاعت

شجاعت اور بے خوفی حضرت سعد رضی کا نمایاں وصف تھا۔ غزوہ بدر اور اس کے بعد  
معرکہ احد میں انھوں نے جس جوش اور فداکاری کا مظاہرہ کیا وہ ان کی شجاعت کا بین  
ثبوت ہے۔ غزوہ بدر میں انھوں نے مشرکین کے نامی جنگجو سعید بن العاص کو تہ تیغ کیا۔  
غزوہ احد میں طلحہ بن ابی طلحہ ان کے ہاتھ سے بری طرح مارا گیا۔ اس غزوہ میں وہ اخیر تک رسول  
اکرم ص کی سپرینے رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے جدا نہیں ہوئے حالانکہ مشرکین  
بار بار حضور پر زور کر کے آتے تھے حضور نے ان کے جذبہ فدویت سے خوش ہو کر فرمایا۔  
”فِدَالٌ اِجْبٰی وَاٰمِحٰی“

غزوہ احد کے بعد رسول اکرم ص کی وفات تک تمام غزوات میں حضرت سعد رضی نے  
اسی شجاعت اور فداکاری کا مظاہرہ کیا۔ ان کا یہی وصف مہم عراق کی قیادت کے لئے  
ان کے انتخاب کا باعث ہوا۔ افسوس کہ جنگ قادسیہ کے موقع پر وہ بیمار ہو گئے اور عملی  
طور پر لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ تاہم جب وہ بستر پر لیٹے لیٹے مجاہدوں کو جانتا نہ پاتا  
کرتے دیکھتے تھے تو جذبہ شجاعت سے مجبور ہو کر بار بار کھڑے ہوتے تھے بعض مورخین  
نے لکھا ہے کہ حضرت سعد رضی کی شجاعت اور غیرت دینی کی بناء پر لوگ ان کو فارس الاسلام  
(شہسوار اسلام) کے لقب سے پکارتے تھے۔

## تواضع اور انکسار

حضرت سعد رضی نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ طبیعت میں حلم اور ضبط و تحمل

(لغیبہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) میں گوشت کھانا ہوں۔ روزے رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں۔ بیشک میری امت کا خصی  
ہونا صرت روزے رکھنا ہے اسلئے جو شخص خصی کریگا یا خصی بنے گا وہ میری امت سے نہیں ہے۔ (اسد الغابہ طبقات ابن سعد)

کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔ اگرچہ وہ دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے بڑے اونچے درجے کے مالک تھے، لیکن غریبوں کے ساتھ ملنے اور ان کی مدد کرنے میں انہیں کبھی عار محسوس نہ ہوئی۔ ایک دفعہ ان کو خیال پیدا ہوا کہ ان کو اپنے سے کم درجہ کے لوگوں پر برتری حاصل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: اے

هل تنصرون وترزقون  
الا بضعفاکم  
کیا تم ضعیفوں کی وجہ سے مدد  
اور رزق نہیں پاتے۔

حضرت سعد رضی عنہ نے حضور کا ارشاد سنا اور تواضع کی گردن خم کر دی۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ غریبوں اور ضعیفوں کی مدد اور غم گساری میں پیش پیش رہتے۔ کسی مزدور کو بوجہ کے نیچے دیا، کھیتے تو خود اس کا بوجھ اٹھا کر منزل تک پہنچاتے۔ کسی کو راستہ سے بھٹکا ہوا دیکھتے تو اس کو راستہ بتاتے اور ضروری ہوتا تو اس کے ساتھ منزل مقصود تک جاتے۔ گواہوں نے تحقیق میں محل تعمیر کرایا تھا لیکن مزاج کی سادگی میں مطلق فرق نہ آیا تھا۔ سادہ سے سادہ غذا کھاتے اور سادہ سے سادہ لباس پہنتے تھے۔ عبادتِ فارغ ہوتے تو اپنے مویشی چرانے کے لئے جنگل کی طرف نکل جاتے۔ زمانہ امارت میں حاجت مندوں کے وظائف خود جا کر تقسیم کرتے تھے۔ ایرانی امراء ان سے ملتے آتے تو لباس کی یکسانی اور سادگی کی وجہ سے وہ معدوم نہ کر سکتے کہ مسلمانوں کا امیر کون ہے۔ فرمایا کرتے کہ ہماری عزت کا باعث اسلام ہے نہ کہ لباسِ فاخرہ۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے کام خود کر لیتے تھے اور کسی خادم یا غلام کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔ غزباد و مساکین اور مسافروں کی خدمت کر کے انہیں دلی مسرت ہوتی تھی۔ جنگِ قادسیہ کے بعد بعض لوگ مالِ غنیمت سے حسبِ منشا حصہ نہ پانے پر حضرت سعد رضی عنہ سے ناراض ہو گئے اور ان کی شان میں نامناسب الفاظ کہے (بلکہ ہجو یہ شعر تک کہہ ڈالے) لیکن حضرت سعد رضی عنہ مشتعل نہ ہوئے اور تمام واقعات حضرت

لے بخاری کتاب الجہاد

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجے۔ وہاں سے جو ہدایت موصول ہوئی اس کے مطابق عمل کر کے لوگوں کو خوش کر دیا اور کسی کے خلاف استقامتی کارروائی نہ کی۔

ان کی ولایت کوفہ کے دوران میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت محمد بن مسلمہ نے ان کی اقامت گاہ کی ڈیوڑھی کو آگ لگا دی لیکن بے قصور ہونے کے باوجود وہ خاموش رہے اور ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے کوئی تعرض نہ کیا۔

(۹)

## عیادت

مریضوں کی عیادت کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کا رکنک سے بہت شغف تھا۔ کسی مسلمان کی علالت کی خبر سنتے تو موقع ملنے پر اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک بار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل تھے۔ امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ابو عبد اللہؓ نے کیا بات ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم فانی سے کراہ فرمایا تو وہ تم سے خوش تھے۔ اب تمہاری ملاقات حضورؐ سے حوض کوثر پر ہوگی۔ بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملو گے۔ تمہیں تو اس موقع پر خوش ہونا چاہیے۔" حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے سعد خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا اور نہ مجھے دنیا چھوڑنے کا غم ہے کہ اس سے میں نے کبھی دل نہیں لگایا۔ روتا اس لئے ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کا مال و اسباب ایک مسافر کے زادراہ سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ میرے گرد اس قدر سائب (اسباب) جمع ہیں۔"

حضرت سعد رضی فرماتے ہیں کہ جس سامان کو حضرت سلمان رضی نے سانپ سے تعمیر کیا وہ محض ایک لگن، ایک تسلیہ اور ایک بڑے پیالے پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی نے کہا "ابو عبد اللہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے" حضرت سلمان رضی نے فرمایا: "کسی کام کا ارادہ کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت اور تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو"۔

(۱۰)

### رِقَّتِ قَلْبِ

حضرت سعد رضی کو اللہ تعالیٰ نے قلب گداز عطا فرمایا تھا۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو اشکبار ہو جاتے اور اس کی تکلیف دور کرنے کی ہر ممکن سعی فرماتے۔ عبادت کے بعد دعائیں لگتے تو آنکھیں اکثر نم آلود ہو جاتیں۔ رمضان المبارک کی راتوں کے آخری حصہ میں اس قدر روتے کہ ریش مبارک اور جاٹے نماز آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رح فرماتے ہیں کہ "سعد رضی میں شجاعت اور لطافتِ طبع کے ساتھ رِقَّتِ قَلْبِ بھی تھی"۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی فوت ہوئے تو حضرت سعد رضی بھی ان کے جنازے میں شریک تھے۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا اور کہتے جاتے تھے: "واجب لہ" یعنی آہ یہ (علم و فضل کا) پہاڑ چل بسا۔ اکثر اشکبار ہو کر فرماتے "یہ قافی زندگی جلد ختم ہونے والی ہے اور ہم دنیا کی لذتوں میں محو ہیں"۔

(۱۱)

### ایشار

ایشار ایک اعلیٰ اخلاقی وصف ہے اور صحابہ کرام رضی میں یہ وصف بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ حضرت سعد رضی بھی اس سے متصف تھے۔ شعب ابی طالب میں اپنی آزادی اور آرام کو چھوڑ کر بنو ہاشم کے ساتھ محصور ہونا جہاں ان کی حب رسول پر وال ہے وہاں ان کے

۱۱ طبقات ابن سعد

جو ہر ایشیا کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے اہل ہیں تو وہ اپنے حق خلافت سے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ فوجی خدمت کے سلسلے میں سپہ سالاری کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے بلکہ عام مسلمانوں کے ساتھ مالِ غنیمت میں سے حصہ لیتے تھے۔

(۱۲)

### قیاضی

قیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نمایاں وصف تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی سائل ان کے در سے محروم گیا ہو۔ وہ مساجد کی تعمیر اور مکاتب کھولنے کے لئے دل کھول کر عطیے دیتے تھے۔ غرباء و مساکین کے لئے ان کے گھر کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ ان کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ رمضان المبارک میں خود حاجتمندوں کے گھر جانے اور ان کی ضرورتیں پوری کرتے۔ وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دیتے تھے۔ اور دماغی درمے قدمے سچے ہر طرح ضعیفوں کی مدد کرنے کے لئے کمر بستہ رہتے تھے۔ جو لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں فوجی تربیت حاصل کرتے وہ ان کے مصارف اپنے پاس سے ادا کرتے تھے۔ ان کی فوج کا کوئی سپاہی ایسی حالت میں شہید ہو جاتا کہ اس کے ذمہ کوئی قرض ہوتا تو اس کا قرض اپنی گاہ سے ادا کرتے تھے۔

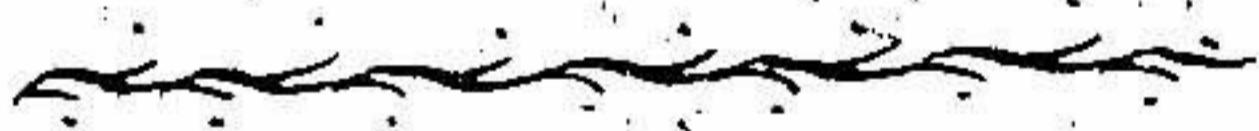
(۱۳)

### رفاہ عام کے کام

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو رفاہ عامہ کے کاموں سے بہت دلچسپی تھی۔ اپنے عہدِ امارت میں انھوں نے ایسے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بنجر زمینوں کو نہایت خوش اسلوبی سے آباد کیا اور آبپاشی کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔ جہاں مہری پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں کنوئیں کھدوائے۔ جس کام سے لوگوں کی تکلیفیں دور ہوتی ہوں اور ان کے آرام اور خوشحالی میں اضافہ



ہوتا ہو، اُسے وہ فوراً ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ اگر اس کی انجام دہی ان کے دائرہ اختیار سے باہر ہوتی تو دربار خلافت میں مفصل حالات لکھ کر اجازت منگالیتے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے کاموں میں مذہب و ملت کے اختلاف کو حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔ انبار کے ایرانی باشندوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے درخواست کی کہ پانی کی قلت دور کرنے کے لئے ان کے لئے ایک نہر کھدوا دی جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہما نے حضرت سعد بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما کو فوراً اس کام پر مامور کر دیا۔ گویہ نہر ایک قدرتی رکاوٹ کی وجہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہما کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی۔ تاہم چند سال بعد حجاج بن یوسف ثقفی نے اسے مکمل کر دیا۔ اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہما نے جابجا سڑکیں اور پل تعمیر کروائے۔ کئی جگہ مسافر خانے بنوائے اور مسجدیں تعمیر کرائیں۔ وہ مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے حقوق کا غایت درجہ احترام کرتے تھے۔ اور ان کو سرکاری ملازمتوں میں زیادہ سے زیادہ حصہ دیتے تھے۔ وہ ان کی عبادت گاہوں سے کسی مسلمان کو تعرض کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اگر کسی مسلمان سے کسی ذمی کو تکلیف پہنچتی تو وہ اُس کا سختی سے مجاہدہ کرتے تھے۔



# استعدادِ علمی

(۱)

تحقیق و جستجو

حضرت سعد رضی کو بارگاہ رسالت میں جو تقرب خصوصی حاصل تھا۔ اس کی بنا پر ان کا پایہ علم و فضل بہت بلند ہو گیا تھا۔ انھوں نے نبوت کے سرچشمہ علم و عرفان سے پورا پورا فیض اٹھایا تھا۔ اس کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ رسول اکرم کے وصال کے بعد وہ ان صحابہ کبار رضی اللہ عنہم شمار ہوتے تھے جو علم و فن کا مرجع تھے۔ عام طور پر لوگ رسول اکرم سے سوالات کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے لیکن حضرت سعد رضی کا جذبہ تحقیق و جستجو ان کو خاموش نہ رہنے دیتا۔ وہ رسول اکرم سے بلا جھجک مشتبہ امور کے متعلق سوال کرتے اور ذات رسالت آب کی طرف سے جواب عنایت ہوتا تھا۔ اس طرح ان کا دامن بے شمار علمی جواہر ریزوں سے بھر گیا تھا۔ وہ خود روایت کرتے ہیں :-

اعطی رسول الله صلعم رهطاً  
وانا جالس فيهم، قال فترك  
رسول الله صلعم  
متهم رجلا لم يعطه  
وهو اعجبهم ائس

رسول اللہ صلعم نے ایک جماعت کو کچھ  
عطیے مرحمت فرمائے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔  
رسول اکرم صلعم نے ایک شخص کو کچھ نہ دیا  
حالانکہ میری نظر میں وہ عطیہ پانے والوں سے  
بہتر تھا۔ مجھ کو اس کی محرومی پر سخت تعجب ہوا۔

میں اٹھ کر رسول اللہ صلعم کے قریب گیا اور آہستہ سے  
عرض کی آپ نے فلاں کو کیوں نہیں دیا۔

واللہ میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں۔ حضور  
نے فرمایا۔ (مومن یا) مسلم؟ میں نے کچھ دیر  
سکوت اختیار کیا پھر اس کے بارے میں میری  
راتے غالب ہوئی اور کہا۔ یا رسول اللہ اپنے  
فلاں کو محروم رکھا۔ واللہ میرے خیال میں وہ مومن  
ہے۔ حضور نے فرمایا (مومن یا) مسلم؟

میں تھوڑی دیر قیام رکھا پھر کچھ پر اپنی راتے غالب آئی  
اور کہا یا رسول اللہ آپ نے فلاں کو چھوڑ دیا  
واللہ میں اس کو مومن سمجھتا ہوں۔

فرمایا (مومن یا) مسلم؟ پھر آپ نے (حمی طور پر)  
ارشاد فرمایا کہ بعض اوقات میں جس شخص کو کچھ  
دیتا ہوں اس سے وہ محبوب ہوتا ہے جس کو  
کچھ نہیں دیتا۔ صرت یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں  
سنہ کے بل دوزخ میں نہ جا کرے۔

حضرت سعد رضی کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہوتا تو وہ اپنے ہم عصر صحابہ کرام سے بھی پوچھنے  
میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کو طاعون کے بارے میں اشکال پیدا ہوا۔  
انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی سے پوچھا کہ تم نے طاعون کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے کیا سنا ہے۔ حضرت اسامہ رضی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے  
طاعون عذاب الہی کی ایک قسم ہے جو بنی اسرائیل کے ایک طبقے پر بھیجی گئی تھی۔ اس لئے

فقلت الی رسول اللہ صلعم  
فسأرتہ فقلت مالک عن فلان  
واللہ انی لاراه مومنًا ا قال  
او مسلماً؟ قال فسکت قلیلًا  
ثم غلبنی ما اعلم  
فیہ فقلت یا رسول اللہ  
مالک عن فلان، واللہ انی لاراه  
مومنًا! قال او مسلماً؟  
قال فسکت قلیلًا، ثم غلبنی ما اعلم فیہ  
فقلت یا رسول اللہ مالک عن  
فلان، واللہ انی لاراه مومنًا!  
قال او مسلماً؟ یعنی فقال  
انی لا اعطى الرجل وغیره  
احب الی منہ خشیتہ  
ان یکب فی النار علی  
وجہہ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

اگر تم سُنو کہ فلاں جگہ طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تمہارے یہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے مت بھاگو۔ لے

حضرت سعد کا علمی پایہ کس قدر بلند تھا اس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سعد رضی کے زمانہ امارت میں ایک بار کوفہ کے ایک بزرگ حضرت ابوہریرہ رضی کے پاس مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ان سے عرض کی کہ علم حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی نے فرمایا "کیا تمہارے پاس سعد بن مالک (ابن وقاص) - عبداللہ بن مسعود رضی - سلمان رضی - عمار بن یاسر رضی اور حذیفہ بن الیمان رضی منہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے ان بزرگوں کے فضل و کمال کی وجوہ بیان کیں۔

(۲)

### شفقت قرآن

قرآن حکیم ہر قسم کے علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ حضرت سعد رضی کو قرآن پاک سے غیر معمولی شفقت و امانت تھا۔ گو قرآن پاک کے حفاظ میں ان کا نام منہیں ملتا تاہم مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو قرآن مجید کی متعدد سورتیں حفظ تھیں۔ تلاوت قرآن کا اس قدر شوق تھا کہ کبھی اس میں نافعہ منہیں آنے دیتے تھے۔ وہ ایسی خوش الحان اور دل کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تھے کہ سُننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن سائب رضی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کے پاس حضرت سعد بن ابی وقاص رضی تشریف لائے اور فرمایا کہ "میں نے سنا ہے کہ تم قرآن کریم کی قرأت منہایت خوش الحانی سے کرتے ہو۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قرآن عم (عبرت) کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے جب پڑھو تو زود اگر روئے منہیں تو تمہاری صورت سے عبرت پذیری کا اظہار ہو اور اس کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھو۔" حضرت سعد

کو کلام پاک سے غایت درجہ محبت تھی اور وہ اس کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے مصعب کہتے ہیں کہ ایک دن میں ہاتھ میں قرآن حکیم لٹے ہوئے تھا اور میرے والد تلاوت فرما رہے تھے۔ میں نے بدن کھجلا یا تو والد (حضرت سعد رضی اللہ عنہ) نے فرمایا۔ "شاید تم نے اپنے بدن کے حصّہ اسفل کو مس کیا۔" میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا۔ "جاؤ اور وضو کر کے آؤ۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت میں ایک بار خراج کا کچھ مال بچ گیا۔ حضرت عمر فاروق نے انھیں حکم بھیجا کہ اس مال کو قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء میں تقسیم کر دو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسی خوش اسلوبی سے یہ مال تقسیم کیا کہ صرف طلبہ قرآن کی جو صلہ افزائی ہوئی بلکہ انکی تعداد میں بھی معتدبہ اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ جب دوسرے سال بھی یہی معاملہ پیش آیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ پہلے سال صرف سات طلبہ قرآن تھے اور اس سال ستر ہیں۔ جنگ قادسیہ کے بعد مال غنیمت کی تقسیم شروع ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عام حصّے کے علاوہ حقاظ قرآن کو خاص حصّہ دیا۔

(۳)

### تفقتنی الدین

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفقتنی الدین کا خاص ملکہ عطا ہوا تھا۔ ان کا شمار فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طبقہ متوسطین میں ہوتا ہے۔ اس طبقہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے علاوہ اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر بزرگ شامل تھے۔ ان سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فقہی قابلیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے بیان کیے ہوئے

متعدد فقہی مسائل کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً وہ میت کو ناپاک نہیں سمجھتے تھے۔  
روزوں میں کھینچے لگوانا جائز قرار دیتے تھے۔ آخرات میں نماز وتر کی ایک رکعت کے قائل تھے۔

(۴)

### روایت حدیث

حضرت سعد رضی کو سالہا سال تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے  
مستفیع ہونے کا موقع ملا تھا اس لئے ان کا کیسہ علم و فضل علمی زرد و جواہر سے پر ہو گیا تھا۔  
علم حدیث سے بھی انھوں نے وافر حصہ پایا تھا۔ گو وہ حدیث بیان کرنے میں بے حد محتاط  
تھے تاہم ان سے دو سو پندرہ احادیث مروی ہیں جن میں پندرہ متفق علیہ، پندرہ میں  
بخاری اور آٹھ میں مسلم منفرد ہیں۔ روایت حدیث میں حضرت سعد رضی جس حرم و احتیاط  
سے کام لیتے تھے وہ حضرت سائب بن زید رضی کے اس قول سے ظاہر ہے :-

۱۔ میت کو مس کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالاتفاق ثابت ہے۔ حضرت عثمان

بن مظعون رضی نے وفات پائی تو حضور ﷺ نے تین بار ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ (طبقات ابن سعد) \*

۲۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اور حضرت زید بن ارقم رضی بھی روزوں میں کھینچے لگوانا جائز سمجھتے تھے۔

۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز وتر کی ایک رکعت بھی ثابت ہے اور تین، پانچ، سات

نو اور گیارہ بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی بھی آخرات میں ایک رکعت

وتر کے قائل تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی سے تین رکعات کی روایات

مروی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی پانچ، سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ رکعات کے قائل تھے۔ حنفیہ کے

نزدیک وتر میں صرف تین رکعتیں ہیں۔ شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک وتر میں ایک سے لے کر گیارہ

رکعات تک پڑھی جاسکتی ہیں۔ \*

۴۔ بدر البدو میں قاضی سلمان منصور پوری رح نے حضرت سعد رضی کی مرویات حدیث کی

تعداد دو سو ستر لکھی ہے۔ بخاری روایت کا ماخذ اسوۃ صحابہ رضی جلد دوم ہے (مؤلف مولانا عبدالسلام ندوی رح)

صحبت طلحة بن عبید اللہ رض  
 وسعداً والمقدادین الاسود وعبد  
 الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم  
 فما سمعت احداً منهم یحدث عن  
 رسول اللہ صلعم الا انی سمعت  
 طلحة یحدث عن یوم احد،  
 میں طلحہ بن عبید اللہ رض  
 سعد رض۔ مقداد بن اسود رض اور عبد الرحمن  
 بن عوف رض کی زفاقت میں رہا ہوں۔ میں نے  
 ان میں سے کسی کو رسول اللہ صلعم سے  
 حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا سوائے طلحہ رض کے  
 جو غزوہ احد کا حال بیان کرتے تھے ۛ

یہی سائب بن یزید رض ایک دفعہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک حضرت سعد رض  
 کے رفیق سفر رہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اثنائے سفر میں سعد رض کی زبان سے  
 ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد رض کثرتِ روایت  
 سے بہت دوسرے اکابر صحابہ رض کی طرح پرہیز کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے  
 اس کی توجیہ اس طرح کی ہے :-

قال ابن بطال وغیرہ  
 کان کثیر من کبار الصحابة  
 لا یحدثون عن رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم خشية  
 المزید والنقصان (امثاہ)  
 ابن بطال وغیرہ کہتے ہیں کہ بہت سے  
 کبار صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے اس لئے حدیث روایت نہیں کرتے تھے  
 کہ ان کو حدیث میں کمی بیشی کے ہوجانے  
 کا خوف تھا۔ (اصابہ)

حدیث میں حضرت سعد رض کی شہادت کو منہایت وزنی تصور کیا جاتا تھا بخود رسول  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو اہمیت دی۔ ایک موقع پر جب انہوں نے  
 ایک شخص کے نوسن ہونے پر قسم کھائی تو حضور ص نے ان کی شہادت کو رد نہیں کیا جھڑپ  
 عمر فاروق رض کو حضرت سعد رض کی روایت حدیث پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ لوگوں سے  
 کہا کرتے تھے "جب تم سعد رض سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنو تو

پھر کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اموالِ بنی نضیر یا صدقہ مدینہ کا انتظام حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے مقدم پیش ہوا اس موقع پر انھوں نے جن بزرگوں کی حلفیہ شہادت لی ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ تابعین اور تبع تابعین بھی حضرت سعد کی مرویات حدیث کو خاص وزن دیتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ احادیث کی تلاش و تحقیق میں بھی سعی فرماتے تھے چنانچہ جب ان کو وبائے طاعون کے بارے میں شبہ پیدا ہوا تو انھوں نے بلاتامل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا۔ اسی طرح جب وہ کسی کو خلاف سنت کام کرتے دیکھتے تو اس کو منع فرماتے اور اپنے قول کی تائید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرماتے۔ اہل کوفہ ان کی نماز کے شاکر ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعات طویل کیا کرتے تھے اور دوسری دو مختصر میں بھی حضور کا اتباع کرتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی بات کا یقین کرتے ہوئے فرمایا "بے شک آپ کی نسبت میرا یہی گمان تھا۔"

(۵)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی چند احادیث

یہاں ہم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی چند احادیث کا اردو ترجمہ بطور ترک درج کرتے ہیں :-

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ  
لِأَنَّكَ بِنَاهَ مَا كُنَّا هُنَا



ناسراوی (بزدلی) اور نبل سے

اور پناہ مانگتا ہوں اس چیز سے

کہ بدترین (نکمی) عمر (یعنی بڑھاپے)

کی طرف زد کیا جاؤں (لوٹا دیا جاؤں)

اور پناہ مانگتا ہوں

دنیا کے فتنہ (آزمائش) سے

اور پناہ مانگتا ہوں قبر کے

فتنہ (عذاب) سے۔ (صحیح بخاری و ترمذی)

مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ

وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ

أُرَدَّ إِلَى أَرْدَلِ

الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ

مِنَ فِتْنَةِ الدُّنْيَا

وَأَعُوذُ

بِكَ مِنْ

فِتْنَةِ الْقَبْرِ

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ہر ایک تم میں سے عاجز ہے اس سے کہ ہر روز ہزار نیکیاں حاصل کرے۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی ہم میں سے ہزار نیکیاں کما لے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سچے دل سے سو بار سبحان اللہ پڑھے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے ہزار گناہ زائل کئے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے رشتہ قائم کرے اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر بہشت حرام ہے۔ (متفق علیہ)

۴۔ عمرو بن مہمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو ان کلمات کی تعلیم دیا کرتے تھے جیسا کہ معلم لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتا ہے۔

۵۔ "تحفة الاخیار" میں مولوی خرم علی مرحوم اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو اپنا باپ بتلائے وہ بہشت سے بے نصیب ہے (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک سب مسلمانوں میں بڑا گنہگار مسلمان وہ ہے کہ جس نے وہ بات پوچھی کہ حرام نہ تھی پھر اسی کے پوچھنے سے حرام ہو گئی۔ (متفق علیہ)

۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا دوست رکھتا ہے پرہیزگار، یعنی اور چھپے ہوئے (گناہ) بندے کو۔ (صحیح مسلم)

۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یونس عجل جس وقت مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انھوں نے یہ دعا مانگی :-  
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

(مہین کوئی معبود مگر تو کہ پاک ہے تحقیق میں ظالموں میں سے ہوں)

اور کسی حاجت کے وقت کوئی مسلمان یہ دعا مانگتا ہے تو اللہ اس کو قبول فرماتا ہے (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۰)۔  
 ۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال مہین کسی شخص کو کہ اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات تین رات سے زیادہ ترک کرے (متفق علیہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بعض شیخ یا مثل اپنے آپ کو سید بتلاتے ہیں بہت بڑا کرتے ہیں کہ ہمیشہ چھوڑ دو رخ کی تیاری کرتے ہیں۔

۸۔ مولوی خرم علی مرحوم نے "تحفۃ الاخیار" میں اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ "مسئلہ پوچھنا دو قسم کا ہے۔ ایک تو وہ ہے جس کی حاجت پڑے۔ وہ بات معلوم نہیں تو دریافت کے واسطے پوچھے تو یہ درست ہے بلکہ اس کا حکم ہے کہ دریافت کرے۔ دوسرے یہ کہ ناحق بے حاجت پوچھنا اور تنگ کرنا یہ منع ہے۔ سو اسی کو کہ حضرت صلعم نے منع فرمایا ہے کہ ناحق بے حاجت باتیں نہ پوچھا کرو۔ شاید حلال چیز تمہارے بے فائدہ سوال سے حرام ہو جاوے اور تم گنہگار ہو۔" اے محدثین اور شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا اطلاق دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کی باہمی بخش پر ہوتا ہے اگر دین کے سبب سے ترک ملاقات تک نوبت پہنچی ہے تو یہ تین دن سے زیادہ بھی درست ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد فی سبیل اللہ پر نہ جانے والوں سے طویل عرصہ تک کلام نہ فرمایا۔

۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو مکر اور جیدہ سے دکھ دے گا وہ اس طرح گھل جائیگا جیسے نمک پانی میں۔ (متفق علیہ)

۹۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ کلمات کہے تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا (صحیح مسلم)

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک

محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں میں راضی ہوں ساتھ اللہ کے از روئے رب ہونے کے اور ساتھ محمدؐ

کے از روئے رسول ہونے کے اور ساتھ اسلام کے از روئے دین ہونے کے) (صحیح مسلم)

۱۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مہینہ ایسا اور ایسا اور پھر آپ نے تیسری بار ایک انگلی کم کر دی۔ (صحیح مسلم)

(۱) صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم بن ہاشمی

امت ہیں لکننا جانیں نہ حساب جانیں مہینہ ایسا اور ایسا اور ایسا اور تیسری بار آپ نے انگلی ٹھکانا بنا کر لیا اور پھر فرمایا

مہینہ ایسا اور ایسا اور ایسا یعنی پورے تیس یعنی مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور تیس دن کا ہوتا ہے۔

(ب) حضرت صلعم نے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں اٹھا کر تین بار اشارہ کر کے فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس

دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا۔ سلم کی روایت میں انتیس ہیں اور بخاری کی روایت میں انتیس بھی ہیں اور تیس

بھی ہیں۔ شاید بعض لوگوں نے کہا کہ رمضان کے مہینے کا روزہ ہم پر فرض ہوا اور کبھی رمضان کا مہینہ انتیس

دن کا ہوتا ہے۔ تو چاہیے کہ پورے پورے مہینے کا تمام ثواب نہ ہوتا تب حضرت صلعم نے یہ حدیث فرمائی اور

کمال تصریح سے اشارہ کر کے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ثواب برابر ہے خواہ تیس دن کا مہینہ ہو اور

خواہ انتیس دن کا ہو۔ (تحفۃ الاخیار ترجمۃ مشارق الانوار۔ مولوی خرم علی بلوچری)

۱۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل کیے جاؤ کہ ہر ایک شخص پر وہی آسان معلوم ہوگا جس کے واسطے وہ پیدا ہوا ہے

۱۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو چلے جب ہم عذرا کے قریب پہنچے تو آپ سواری سے اترے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک ساعت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ پھر سجدہ میں گر پڑے اور بہت دیر سجدہ میں پڑے رہے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک ساعت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے اور پھر سجدہ میں گر پڑے۔ یہ کام آپ نے تین بار کیا اور پھر فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لئے سوال کیا، اور سفارش کی۔ میرے رب نے مجھے امت کی تہائی عطا فرمائی۔ میں نے اپنے رب کو شکر کا سجدہ کیا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھا کر اپنی امت کے لئے رب سے سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر مجھے امت کی تہائی عطا فرمائی پھر میں نے اپنے رب کو شکر کا سجدہ کیا۔ میں نے پھر اپنا سر اٹھا یا اور اپنی امت کے لئے رب سے سوال کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے باقی تہائی بھی عطا فرمائی اس پر میں نے اپنے رب کو تیسری بار شکر کا سجدہ کیا۔

۱۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ آپ مجھے کوئی کلام سکھائیے جو میں پڑھا کروں آپ نے فرمایا یہ کلمات پڑھا کرو۔

۱۔ بعض صحابہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جب ہر چیز مقدر ہے تو عمل اور عبادت کا کیا فائدہ۔ اس وقت حضور نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ عمل کو تقدیر کے مخالف نہ سمجھو بلکہ تمہارا یہ نیک عمل بھی تقدیر کا اثر ہے۔  
۲۔ شارحین حدیث کہتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ امت محمدیہ کے گنہگاروں کو مطلق عذاب نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت بتدریج ساری امت کی مغفرت ہوگی۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَيْبَرًا  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

(ہمیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا، ہمیں کوئی شریک اس کا، اللہ بڑا ہے بہت بڑا اور تعریف  
واسطے اللہ کے بہت ہے اور پاکی ہے واسطے اللہ کے جو جہانوں کا پالنے والا ہے نہ گناہوں سے پھرنے  
کی اور نہ عبادت کی قوت ہے مگر ساتھ مدد اللہ غالب حکمت والے کے)۔

اعرابی نے کہا۔ یہ میرے رب کے لئے ہے۔ میرے لئے کیا ہے۔ حضور ﷺ نے  
فرمایا یہ کلمات پڑھا کرو۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُرِّيَّتِي وَارْحَمْنِي

اللہ! مجھ کو بخش دے اور رحم کر مجھ پر اور ہدایت دے مجھ کو اور رزق (حلال) دے مجھ کو۔ (صحیح مسلم)۔

۱۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ جو کچھ تو خدا کی رضا مندی کے لئے خرچ کرے گا اس کا ثواب ضرور پائے گا۔ یہاں  
تک کہ جو لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا اس کا بھی تجھے اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

۱۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنوک  
کی طرف چلے تو علی رضی اللہ عنہ کو (مدینہ میں) اپنا جانشین مقرر کیا۔ انھوں نے کہا کیا آپ مجھ کو چھوڑ  
اور غور توں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "کیا تم راضی نہیں کہ تم کو مجھ سے  
وہ نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" (صحیح بخاری)

—————

## ماخذ

## سیرت سعد بن ابی وقاص رضی

اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے انکے نام یہ ہیں

- ۱- صحیح بخاری
- ۲- صحیح مسلم
- ۳- مسند احمد بن حنبل
- ۴- طبقات ابن سعد (مترجمہ مولانا عبداللہ العماوی)
- ۵- السیرۃ النبویہ ابن ہشام
- ۶- اسد الغابہ ابن اثیر
- ۷- تاریخ الکامل ابن اثیر
- ۸- الاصابہ فی تمییز الصحابہ ابن حجر عسقلانی
- ۹- تاریخ طبری (ابن جعفر محمد بن جریر طبری) مترجمہ مولوی سید ابراہیم
- ۱۰- فتوح البلدان بلاذری
- ۱۱- فتوح العراق واقدی
- ۱۲- تاریخ ابوالفدا

- ۱۳۔ ریاض الصالحین .. .. ابو زکریا یحییٰ بن شرف جزامی .. ..
- ۱۴۔ مشارق الانوار .. .. رضی الدین حسن بن حسن صنعانی .. ..
- ۱۵۔ سیرۃ النبیؐ (جلد اول) .. .. شبلی نعمانی .. ..
- ۱۶۔ اصح السیر .. .. عبدالرؤف دانا پوری .. ..
- ۱۷۔ سیرت کبریٰ .. .. ابوالقاسم رفیق دلاوری .. ..
- ۱۸۔ سیرت احمدی .. .. خان احمد حسین خان .. ..
- ۱۹۔ الفاروق رضی .. .. شبلی نعمانی .. ..
- ۲۰۔ سیرت عمر فاروق رضی .. .. قاضی سراج الدین احمد .. ..
- ۲۱۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی .. .. ڈاکٹر محمد حمید اللہ .. ..
- ۲۲۔ تذکرۃ الکرام .. .. سید شاہ محمد کبیر ابوالعلاء دانا پوری .. ..
- ۲۳۔ تاریخ اسلام (جلد اول و دوم) .. .. اکبر شاہ خان نجیب آبادی .. ..
- ۲۴۔ اشاعت اسلام .. .. محمد حبیب الرحمن .. ..
- ۲۵۔ مہاجرین (جلد اول و دوم) .. .. شاہ معین الدین احمد .. ..
- ۲۶۔ سیر الصحابہ (جلد ہفتم) .. .. شاہ معین الدین احمد .. ..
- ۲۷۔ سیر الصحابہ (جلد دوم) .. .. سعید انصاری .. ..
- ۲۸۔ سیر انصار (جلد اول و دوم) .. .. سعید انصاری .. ..
- ۲۹۔ اسوۃ صحابہ (جلد اول و دوم) .. .. عبدالسلام ندوی .. ..
- ۳۰۔ صد صحابہ .. .. شاہ مراد مارہروی .. ..
- ۳۱۔ داستان مشاہیر عرب .. .. زبیر احمد ایمانے .. ..
- ۳۲۔ ارمغان احیاء .. .. شمس العلماء مولوی محمد حسین .. ..
- ۳۳۔ سیرت ابوبکر صدیق رضی .. .. حبیب الرحمن خان شروانی .. ..

- ۳۴۔ ابو بکر صدیق کبریٰ رضی اللہ عنہما  
 محمد حسین بیگلہ
- ۳۵۔ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما  
 محمد حسین بیگلہ
- ۳۶۔ حارث بن کلدہ  
 (مضمون مندرجہ رسالہ فاران کراچی)
- ۳۷۔ عشرہ مبشرہ  
 (بابت مٹی شہداء حکیم محمد یوسف نیر مرہوم)
- ۳۸۔ تاریخ اسلام (جلد اول) - شاہ معین الدین احمد  
 عزیز حسن بقائی



حیاتِ سعدیہ

یعنی

سیرتِ سعید بن ابی وقاصؓ

فاتحِ عراقِ عسکر



مؤلفہ

طالبہ علمی



ناشران

قومی کتب خانہ ریسرچ سوسائٹی لاہور

UNIVERSITY  
LIBRARY